هذا بيان للناس وهدى وموعظة للمتقين و اما من خاف مقام ربه

هذا بصائر من ربکم وهدی ورحمة لقوم یؤمنون ۝

هذا بصائر للناس وهدی ورحمة لقوم یوقنون ۝

الحمد للہ کہ اس زمان سعادت اقتران میں کتاب مستطاب

مزین و معنون باسم سامی و نام نامی شہزادہ آفاق

یعنی حصہ اول

اعظم الاخلاق

کو

عبد ملتجی حبیب احمد برزنجی نے تالیف کرکے

شہزادۂ دوران عالیجناب نواب میر حمایت علیخاں بہادر دام اقبالہ

کے نذر کی

۱۳۳۴ ہجری

بار اول تعداد طبع (۱۲۰۰)

فی جلد ...

یوں تو عموماً ہر علم میں تصنیف و تالیف کی غایت اس علم کی اشاعت اور اس سے عام نفع رسانی ہی مگر علم اخلاق میں تصنیف و تالیف کی غایت خصوصاً یہی ہوتی ہے کہ اسکی اشاعت سے نفع عام ہو۔

بناءً علیہ کتاب اعظم الاخلاق کی تالیف سے دعاگو کا مقصد یہی تھا کہ اسلامی اخلاق سے (جو آج کل اشتباہی حالت ہو گئے ہیں اور بے حقیقت و معنی محض انکی نمایش ہی نمایش رہ گئی ہے) تمام اہل اسلام بہرہ ور ہوں اور انکی کامل شناسائی انھیں حاصل ہو۔

الحمد للہ کہ آج اس مقصد کے پورا ہونے کا سلسلہ یوں قائم ہو رہا ہی کہ بعض حضرات کے اصرار پر کتاب موصوف کا حصہ اول طبع ہو کر اشاعت پذیر ہوا ہی اس پہلے حصہ سے ناظرین خود کتاب ہذا کی علمی و دینی حیثیت اور موجودہ زمانہ میں دین و دنیا کی ترقی کیلئے اسکی ضرورت کا اندازہ کر سکتے ہیں بعض اولوالعزم اور فیاض حضرات نے (جو منجملہ اعیان و افراد علمیہ ہیں) حصہ اول کتاب ہذا کی اشاعت میں کافی حصہ لیا ہے خدا تعالیٰ ان کو اپنے بیمانہ فضل و رحمت سے دینی اور دنیوی (دونوں) بے حساب اجر عطا فرمائے جن جن حضرات کی تقاریظ کتاب ہذا پر ہوی ہیں منجملہ انکے چند تقاریظ اس حصہ اول میں لکھی گئی ہیں آیندہ حصہ دوم کے ختم پر (جس پر کتاب ختم ہو جاتی ہے) دوسری تمام تقاریظ لکھی جائیگی انشاء اللہ تعالیٰ

کمترین حقیر ازلی حبیب احمد برزنجی تجاوز اللہ عن ذنبہ الخفی والجلی۔

تقریظ العالم باللہ وبامر اللہ مولانا الحافظ الحاج مولوی محمد انوار اللہ خاں المخاطب بہ نواب فضیلت جنگ بہادر مرحوم استاذ اعلیحضرت ومعین المہام امور مذہبی غفر اللہ لہٗ

100

جناب مولوی سید احمد مختار برزنجی عرف مولوی حبیب احمد برزنجی صاحب سادات برزنجیہ سے ہیں اس خاندان مبارک کی یادگار ہیں مولانائے معزمدت مدیدہ سے حیدرآباد دکن صانہ اللہ عن الشرور والفتن میں اقامت گزیں ہیں اور یہاں کے قدیم اور ملکی عمائد واعزہ کے ساتھ آپ کی نسبت وتعلقات ہیں اولاً آپ کا خاندانی فضل وکمال اور ثانیاً آپ کا ذاتی علم وعمل اور ثالثاً آپ کی سیاحت کا مجموعۃ التجارب نہایت قابل قدر ہے۔ جب خاندانی شرافت اور ذاتی علم وکمال کے ساتھ دنیا کے مختلف دول وممالک اور ان کے تغیرات وانقلابات کا مشاہدہ ہوتا ہے تو وہ قوم وملک کی صلاح وفلاح کے لئے نہایت مفید ثابت ہوتا ہے۔ جب صاحب معز کے پاس انکی خاندانی شرافت اور ان کے ذاتی علم وکمال کے علاوہ ان کی خاندانی تالیفات وتعلیمات کا ذخیرہ اور مختلف دول وممالک کے ذاتی تجارب کا مجموعہ ملک وملت کیلئے نہایت نافع وکارگر ہے۔ حبیب صاحب معز بالکل اپنے اسلاف کرام کے نمونہ ہیں اور ان کا علم وعمل قابل وثوق واعتبار ہے انکی کتاب قوانین الانتظام لممالک النظام معہ مقدمہ اور کتاب منتہی الکلام فی اطاعت حضرت النظام مع مقدمہ وغیرہا حسب الحکم سرکار عالی میں نے بالاستیعاب دیکھیں جن سے ان کے علم کا اور اس دولت علیہ کے ساتھ ان کے خلوص وعقیدہ کا موازنہ قائم ہوتا ہی

عالیجناب مولانا محمد احمد صاحب مفتی سابق عدالت العالیہ سرکار عالی

نے

حضرت مولانا مولوی محمد حبیب الرحمٰن صاحب مفتی عدالت العالیہ کی اس تقریظ کی تصدیق فرمائی ہے۔ اور اس کی حرف بحرف موافقت فرمائی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؕ

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادِہِ الذین اصطفیٰ اما بعد فاضل علامہ سید حبیب احمد صاحب برزنجی کو احقر زمانہ دراز سے جانتا ہے اور آپ کے علم وفضل وقوت فہم وملکۂ تصنیف سے واقف ہے بیس سال سے زیادہ ہوئے کہ میں نے آپ کی کتاب دلائل الحسنات فی حل المشکلات کو دیکھا تھا جو اپنی نوعیت میں بے مثل کتاب ہے اور اس وقت میں نے اُس کتاب کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار ایک تحریر کے ذریعہ کیا تھا۔ اس مرتبہ مجھے پندرہ سال کے بعد حیدرآباد آنے کا اتفاق ہوا اور میں اس امر کو دیکھ کر بہت زیادہ مطمئن اور مسرور ہوا کہ جناب سید صاحب موصوف نے اپنے اوقات کو خدمت علم میں مصروف رکھا اور اپنی بیش بہا تصانیف سے سلطنت آصفیہ اور حضرت سلطان آصف جاہ کی مخلصانہ خدمات انجام دیں۔

عالم میں امراض جسمانی کی طرح روحانی واخلاقی امراض بھی پیدا ہوتے رہتے ہیں اور انکی مداوات ودفعیہ کی تدابیر بھی اُسی طرح کی جاتی ہیں جس طرح امراض جسمانی کی۔ اور جس طرح امراض جسمانی کبھی کبھی بصورت وبائی ہو کر عام طور پر سرایت کر جاتے ہیں اس طرح روحانی واخلاقی امراض بسا اوقات بصورت وبا ظاہر ہوتے ہیں اور جس طرح کہ امراض جسمانی کبھی اس درجہ تمکن اور راسخ ہو جاتے ہیں کہ اُن کا ازالہ دشوار یا ناممکن ہو جاتا ہے اور اُسی وقت اطبائے حاذق کو بھی تشخیص مرض اور تدبیر مناسب میں سخت اشکال پیش آتے ہیں یہی حال بجنسہ امراض روحانی واخلاقی کا ہے۔ بسا اوقات یہ امراض اس طرح سرایت کرتے اور طبائع اُن سے اس درجہ مانوس ہو جاتے ہیں کہ اس حالت کو حالت صحت سمجھا جانے لگتا ہے اور اپنے اخلاق ردیہ کو اخلاق حسنہ یا تہذیب وتمدن سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ایسی ہی عموم وسرایت وتمکن امراض روحانی کے وقت اول درجے کے حاذق طبیب روحانی کی ضرورت پڑتی ہے جو اپنے علم وتقویٰ۔ اتباع کتاب وسنت کے بدولت بذریعہ تعلیم وتذکیر تصنیف وتالیف اصلاح اخلاق فرماتے ہیں اور گم گشتگان تیہ ضلالت کو صراط مستقیم پر لاتے ہیں۔

اسمیں ذرا بھی تامل نہیں ہے کہ اس زمانہ میں اخلاق ردیہ اور امراض روحانی بطور ایک وبا کے پھیلے ہوئے اور امراض مزمنہ کی طرح تمکن اور راسخ ہیں۔ ایسی حالت میں اگر کوئی صاحب ہمت ان امراض کے ازالہ کیلئے کھڑا ہو جاوے اور ملک وملت کی خدمت کی بھاری ذمہ داری اپنے ذمہ لے لے۔ تو یہ عظیم الشان اسلامی خدمت ہے جس کی وجہ سے وہ ہزار تحسین وآفرین اور رفع درجات کا مستحق ہے میں نے سید صاحب برزنجی کے تصانیف میں سے کتاب استغفارات آصفیہ مع مقدمہ کتاب منتہی الکلام

فی اطاعۃ حضرت النظام مع مقدمہ کتاب اعظم الاخلاق کتاب قوانین الانتظام لممالک النظام مع مقدمہ رسالہ اشرف المضمون من مقدمہ ابن خلدون رسالہ البیان و التبیان لقوۃ اہل الایمان رسالہ الحلیۃ العلمیہ والزینۃ الایمانیہ وغیرہ کو دیکھا ہے جن کے دیکھنے سے سید صاحب موصوف کی وسعت نظر تیزی قوت ادراک علو فہم، ضبط مضامین اور تبحر علمی کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے اور یہ امر کالشمس عیاں ہے کہ سید صاحب موصوف کے دل میں عامۂ خلایق کی ہمدردی کے ساتھ اعلیحضرت نظام الملک آصفجاہ میر عثمان علیخان بہادر اور آپ کے ولیعہد عالیجناب نواب میر حمایت علی خاں بہادر کی کس قدر خلوص اور دلی محبت ہے کیا اچھا ہو کہ مصنف ممدوح نے جس خلوص اور محنت کے ساتھ ان مفید تصانیف کا سلسلہ قائم فرمایا ہے اسی طرح مقبول و دل پسند عام ہونے کے لئے اعلیحضرت مدظلہم العالی کی خاص الخاص توجہ و قدردانی علم کی بنا پر انکی اشاعت بھی اعلیٰ درجہ پر ہو اور مسلمان اس سے عموماً فائدہ اٹھائیں۔

میری دعا ہے کہ حق تعالیٰ سید حبیب احمد صاحب برزنجی کو توفیق مزید عطا فرمائے اور آپ کو صراط مستقیم و جادۂ اہل حق پر متمکن و قائم رکھے کہ بلا خوف لومۃ لائم مخالفان دین اسلام و مخالفان اہل سنت کی تردید میں صارم مسلول رہیں۔

وَاللہ ولی التوفیق وَ آخر دعوانا اِن الحمد للہِ ربّ العالمین ؁

تقریظ العالم باللہ و بامر اللہ الوقاف عند حدود اللہ الفاضل اللوذعی المولوی سید محمد میر ابن مولوی سید عبید اللہ صاحب مرحوم ابن سید محمد میر مرحوم منصف ضلع الگندل

حضرت مولوی حبیب احمد صاحب برزنجی مولف کتاب قوانین الانتظام لممالک النظام و کتاب منتہی الکلام فی اطاعۃ حضرت النظام و کتاب اعظم الاخلاق وغیرہا میرے قدیم دوست اور عنایت فرما ہیں۔

چونکہ مولوی صاحب موصوف اس زمانہ میں فاضل جلیل القدر اور مولف عظیم الشان اور خیرخواہ ملک و ملت ہیں اور قدیم سے یہ عادت چلی آرہی ہے کہ ایسے فضلائے مولفین محسود اقران امثال ہوا کرتے ہیں کیونکہ مولوی صاحب موصوف جنکی ملکی اور دینی خیرخواہی اور جنکی اسی خیرخواہی ملک و ملت کی عظیم الشان تالیفات اس ملک میں بے نظیر ہیں) اس محسودیت اقران اور حاسدین کی افترا و اتہام سے

کب معلنہ اور محفوظ ہو سکتے ہیں مگر وَيُرِيدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ اور لِيُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهٖ اور بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ کے جیسے سچے آلہی وعدے اور آلہی خبریں اس امر کا اطمینان دلاتی ہیں کہ حق بہ مقابل باطل اور صدق بہ مقابل کذب ہمیشہ غالب و راجح اور باطل و کذب بہ مقابل حق و صدق ہمیشہ مغلوب و کاسد رہا ہے جسکی بنا پر صادق محق کے قلب پر سکینہ آلہیہ اور امنہ ربانیہ کا فیضان رہتا ہی لیکن اس عالم کی سکونت باذن اللہ اس امر کی اجازت دیتی ہی کہ اس سکینہ آلہیہ کی امداد و قوت سے اس عالم کے مناسب تدابیر کا بھی استعمال ہو اس بنا پر ہر چند مولوی صاحب موصوف کو اپنے صادق و محق ہونے کی وجہ سے اس بات کا اطمینان ہے کہ اُن کے صدق و حقانیت کے مقابل حاسدین کے افترائے باطل و اتہام کاذب کو بعون اللہ کچھ فروغ نہ ہوگا مگر اس کے ساتھ پیش از پیش اپنی حفاظت کیلئے اونھیں اس عالم کی تدابیر مناسبہ کے استعمال کی بھی شرعی اجازت ہی جن (تدابیر مناسبہ) میں سے ایک تدبیر یہ بھی ہے کہ اپنا یقینی علم مولوی صاحب موصوف کی صدق و حقانیت کی نسبت ظاہر کیا جائے تا وہ باذن اللہ مولوی صاحب موصوف اور انکی تالیفات کی نسبت مفتریوں اور حاسدوں کی مفتریانہ اور حاسدانہ کارروائیوں کا سد باب ہو علاوہ ازیں خود محبان صادق پر اپنے محب کا یہ حق ہوتا ہے کہ اپنے محب کی نسبت آیندہ کیلئے جتنے مضار کا اندیشہ ہو وہ خود انکے سد باب کی تدبیر کرے لہذا جب مولوی صاحب موصوف میرے محب و محسن قدیم ہیں اور انکے علم و فضل و تقدس سے نیز انکی تمام تالیفات (جو خالصاً للہ خیر خواہی سلطنت کیلئے ہیں) اور اس کے علاوہ ان تالیفات سے مجھے بخوبی واقفیت تھی اور میں ہر طرح اپنے دینی اور دنیوی قصور و کم مایگی کی وجہ سے انکے احسانات و محبت کا حق (جو بلا معاوضہ خالصاً مخلصاً مجھ پر مبذول تھے) ادا نہیں کر سکتا تھا اور نہ مجھے اس کا کوئی موقع ملا لہذا جب میں نے مولوی صاحب موصوف کی نسبت بعض حاسدانہ افترا و اتہام دیکھے تو مجھے کہ اپنی تمام عمر میں بھی ایک موقع ملا کہ جسمیں مولوی صاحب موصوف کی حامیانہ خدمت بجا لاؤں۔ ہر چند مولوی صاحب موصوف کو اس سے بالکل غنا تھی اور انکی شان ایسے افترات و اتہامات باطلہ سے بہت بلند تھی مگر مولوی صاحب موصوف کے احسانات و محبت قدیمی کی وجہ سے مجھ پر یہ حق تھا کہ انکی شان کے بیان کرنے سے میرے دست قلم کو شرف حاصل ہوتا اس سے انکے افضال و انوال کثیرہ کے حقوق کا (جو مجھ پر ثابت ہوئیں) ایک شمہ ادا ہو اور میرا یہ بیان یقینی و مدلل ہوگا۔

وجہ یہ کہ بفحوائے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ و بفحوائے اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰةُ الْمُؤْمِنِ وہ مومن کی جب باہم ملاقی ہوتی ہے اور پھر اس ملاقی پر ایک مدت طویلہ بھی گزر جاتی ہے

تو اُس وقت بہ تقابل باہمی ہر ایک کا حال دوسرے پر بہ صفائی تمام منکشف ہو جاتا ہے جس کے بعد کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔ بنائً علیہ قریب بیس سال کے ہوتے ہیں کہ مولوی صاحب کا شرف تعارف مجھ کو حاصل ہونے کے بعد میں نے مُومنین صالحین سے (جنکو شہداء ناس کی قابلیت کا منصب جلیلہ حاصل تھا) انکی نسبی وحسبی اور انکی ایمانی واسلامی اور انکی علمی وعملی تقدس کی شہادت سُنی جو بروئے آیۂ کریمہ لِتَکُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ قطعی طور پر صدق وحقانیت کا کامل حصہ لی ہوئی تھی اور ظاہر ہے کہ ایک مُومن دوسرے مُومن کے تقدس کی جبھی شہادت دیتا ہے کہ جب وہ اس کا آئینہ بن جاتا ہے اور یہ فرمان واجب الاذعان وَاِذَا رَأَیْتَ مِثْلَ الشَّمْسِ فَاشْهَدْ اسکے حال کو وہ مثل شمس معائنہ کر لیتا ہے دنیا میں اس شہادت سے بڑھ کر کسی شہادت سے یقین حاصل نہیں ہو سکتا اور یہ شہادت شہادت الٰہیہ ٹھہر جاتی ہے وَاَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً مِنَ اللّٰهِ۔

عالم غیب سے شہد اللہ والملائکہ کی شہادت کا فیضان عالم شہادت میں وَاُولُو الْعِلْمِ پر ہوتا ہے پھر جب یہاں اولوالعلم (یعنی علمائے حقانی) نے کوئی شہادت دی ہو تو اُس کے برابر کونسی شہادت ہو سکتی ہے بنائً علیہ جب میں مولوی صاحب موصوف کی نسبت اُولُو الْعِلْمِ کی شہادت سُن چکا تھا تو مجھے مولوی صاحب موصوف کے تقدس ایمانی کا اور انکے علم وفضل کا یقین تھا مگر بایں ہم ان مُومنین اُولُو الْعِلْمِ کے معائنہ ایمانیہ اور مشاہدہ حقانیہ کے پہلو میں مجھے بھی جگہ ملی جس کی وجہ سے بہ فضل الٰہی میں نے بھی مولوی صاحب موصوف کے حسبی ونسبی اور ایمانی وعلمی کمالات وتقدس کا اسی طرح معائنہ کر لیا جس طرح ان مُومنین اُولِی الْعِلْمِ نے کیا تھا اسی دوران میں میں نے ان کی تمام تالیفات جلیلہ بھی دیکھیں جنمیں انھوں نے ملک وملت کی مناصحت ایمانیہ کا پورا حق ادا فرمایا ہے اور سلطنت ابد مدت کی خیر خواہی کا کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا اب تو مجھے اس امر کا بھی کامل یقین ہو گیا کہ مولوی صاحب موصوف ہی اس زمانہ میں لَا یَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِیْ ظَاهِرِیْنَ عَلَى الْحَقِّ کے حقانی گروہ کے فرد ظاہر وکامل ہیں انکی تالیفات حقانیہ ثابت کر رہی ہیں کہ اس زمانہ میں نیز اس سے پہلے بنائے سلطنت سے لیکر اس وقت تک کسی نے اب تک مناصحت ملکیہ اور خیر خواہی سلطنت کا ایسا کام نہیں کیا جو مولوی صاحب موصوف نے اس وقت کیا ہے لہٰذا اُن کے سوائے طَائِفَةٌ مِنْ اُمَّتِیْ ظَاهِرِیْنَ عَلَى الْحَقِّ کے تشخیص وتعین کیلئے اس وقت اور کوئی فرد ہرگز معین ومشخص نہیں ہو سکتی پس اگر مولوی صاحب موصوف کے اس ظہور علی الحق کا کوئی حاسد ومفتری مقابلہ کرے تو حضرت مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خبر صادق کی رو سے کہ لَا یَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ وہ حاسد ومفتری انشاء اللہ العزیز مولوی صاحب موصوف کے مقابل اپنے حاسدانہ اور مفتریانہ کارروائیوں

میں ہمیشہ ناکامیاب رہے گا۔

یہ مولوی صاحب موصوف کی شان کا اجمالی اور جامع بیان ہے جس کا تفصیلی اور جزئی بیان خود اس اجمالی بیان سے مومنین اولی العلم پر ظاہر ہو جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ ۱۹ رجب المرجب ۱۳۳۲ھ

تقریظ بر تصنیفات عالم اوحد فاضل جید یادگار سلف بقیہ خلف حضرت مولانا حبیب احمد برزنجی دام اللہ افاداتہم السنیہ وافاضاتہم العلیہ فی کل بکرۃ وعشیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْہَادِیْ مَنْ شَاءَ اِلٰی صِرَاطِ الْمُسْتَقِیْمِ وَالْمُوَفِّقِ مَنْ اَرَادَ لِلتَّمَسُّکِ بِدِیْنِہِ الْقَوِیْمِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ الْاَتَمَّانِ الْاَدْوَمَانِ عَلٰی مَنْ اُوْتِیَ جَوَامِعَ الْکَلِمِ فَاَفْحَمَ کُلَّ فَصِیْحٍ وَفَہِیْمٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَسَلَّمَ عَلَیْہِ مَا دَامَ لِہٰذَا الدِّیْنِ الْقَوِیْمِ نَاصِرًا وَنَاہِجًا عَلَی الطَّرِیْقِ الْمُسْتَقِیْمِ وَمِصْدَاقًا لِقَوْلِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ (لَا یَزَالُ طَائِفَۃٌ مِنْ اُمَّتِیْ قَائِمِیْنَ بِاَمْرِ اللّٰہِ لَا یَضُرُّہُمْ مَنْ خَذَلَہُمْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ)، وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ الْقَامِعِیْنَ بِوَاضِحِ اَدِلَّتِہِمْ رِقَابَ اَسْئِلَۃِ الْمُبْتَدِعِیْنَ وَالْمُشْرِکِیْنَ اَمَّا بَعْدُ عَارِفِ اَوْحَدِ عَالِمٍ مُفْرَدٍ حَامِیْ شَرْعٍ وَسُنَّتٍ مَاحِیْ شِرْکٍ وَبِدْعَتٍ حَضْرَتِ السَّیِّدِ السَّنَدِ وَمَوْلَانَا وَمَخْدُوْمِنَا حَبِیْب اَحْمَد بَرْزَنْجِیْ لَا زَالَ صَارِمُ تَحْقِیْقِہٖ قَاطِعًا اَعْنَاقَ الشُّبَہِ الْعَقْلِیَّۃِ وَسِنَانُ عَزْمِہٖ فَائِمًا فِیْ کَبِدِ الْمُخَالِفَاتِ الْکُفْرِیَّۃِ کی جتنی تالیفات لطیف و تصنیفات شریفہ دیکھنے میں آئیں وہ سب اس امر کی شہادت دے رہی ہیں کہ جناب والا اس زمانہ پر فتن میں حکیم امت و غمخوار دین و ملت ہیں آپ نے اپنی تحریرات منیفہ میں اظہار حق صریح و بیان راجح من الترجیح میں کوئی کسر باقی نہ رکھی اور مخالفین اسلام کو صاع بصاع اور ذراع کے مقابلہ میں باع دینے میں کوتاہی نہ کی جو آپ کے تبحر علمی پر دلیل ہیں اور ملکہ خداداد کی برہان روشن ہے پس اقوال مخالفین مصداق اوھن البیوت مثل تار عنکبوت ھباءً منثورا ہو گئے اللہ پاک نے آپ کو نصرت دین متین اور اصلاح مسلمین کے لئے مخصوص فرمایا ہے اور احقاق حق و ابطال باطل میں مصداق لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَائِمٍ بنایا ہے اہل اسلام ایسے عالم زمانہ و فرد یگانہ کے وجود پر جس قدر شکر و فخر کریں زیبا اور انکی تالیفات مفیدہ کی جو کچھ قدر کریں سزا ہے حق تعالیٰ آپ کو منہاج شرع مبین و عامہ مسلمین جزائے خیر عطا فرمائے اور مخالفین دین پر علی الدوام منصور رکھ کر

آپ کے فیوض و برکات کو اقطار عالم میں پھیلائے۔ آمین ثم آمین ۱۲ ربیع المنور ۱۳۴۶ھ

کتبہ عبد ذلیل لرب جلیل غبار تراب اقدام العلماء و العالمین خادم الاسلام و المسلمین ابو سعید محمد عبد الہادی کان اللہ لہ فی العواقب والمبادی

تقریظ منبع العلوم و الفنون و حید زمن عالیجناب سید محمد حسن صاحب بلگرامی گورنمنٹ اڈیٹر بلو و معدنیات سرکار عالی

فطرت کا خاصہ ہی کہ جہاں انسان بود و باش اختیار کرتا ہی مادر مطلق اس ملک اور وہاں کے بادشاہ کے ساتھ اسکے سینہ میں ایک پاک اور غیر منفک محبت پیدا کر دیتا ہے جسکی وجہ سے حقوق وفا شعاری اور خدمتگزاری کبھی نظر انداز نہیں ہوتے۔ اس کتاب کے فاضل مصنف مولانا حبیب احمد برزنجی نے اس امر کو عملاً آئینہ کی طرح ثابت کر دیا ہے۔ علاوہ اس کتاب اعظم الاخلاق کے جو اس وقت میرے پیش نظر ہے مولانائے موصوف کے اور بھی بہت سے مفید تصانیف ہیں اس میں شک نہیں کہ مولانا حبیب احمد برزنجی جس طرح اس ملک کی خدمت کر رہے ہیں اس کا صلہ ان کو اور کوئی کیا دیکتا ہی البتہ دربار دربار آصفی انکی کشت امید کو ابر کرم بنکر سیراب کر سکتا ہے۔ ایسی ہی کتابوں کی اشاعت سے اہل ملک کے اخلاق درست ہو سکتے ہیں اور ان میں وہ مادہ پیدا ہو سکتا ہے جسکی بدولت حضرت انسان نے اشرف المخلوق کا درجہ پایا ہے۔ محض دولت و ثروت معیار انسانیت نہیں ہے بلکہ یکجہتی یکدلی اور ہمدردی جسکی اسلام نے تلقین کی ہے ایک انسان اور حیوان میں فرق بتاتی ہے مولانا حالی مرحوم نے کیا خوب فرمایا ہی۔

میتواں در فضل و دانش شہرۂ دوراں شدن
در فصاحت ہمچو سحباں در خرد لقماں شدن

میتواں در جاہ و ثروت گوی از قاروں برد
میتواں در زہد و طاعت غیرت صنعاں شدن

میتواں در ملک و دولت خسرو پرویز گشت
میتواں در زور و طاقت رستم دستاں شدن

میتواں قطب زماں شد میتواں شد غوث وقت
ہر چہ خواہی میتوانی شد بجز انساں شدن

چیست انسانی طپیدن از تپ ہمسایگاں
از سموم نجد در باغ عدن پژماں شدن

خوار دیدن خویش را از خواری ابنائے جنس
در شبستاں تنگدل از محنت زنداں شدن

آتش قحطے کہ در کنعاں بسوزد باغ و کشت
بر فراز تخت مصر از تاب آں بریاں شدن

اصل یہ ہی کہ ہر ملک کی ترقی کا دار و مدار اہل ملک کے اخلاق حسنہ پر منحصر ہے اور جب تک انمیں یہ اوصاف پیدا نہوں ظاہری آرایش و نمایش بالکل ہیچ ہے۔ یہ لاجواب کتاب اسی قابل تھی کہ شاہزادہ والا تبار نواب میر حمایت علی خاں بہادر دام اقبالہ و طولعمرہٗ کے نام نامی سے معنون کیجائے اور من بعد قبول

نصاب تعلیم تمام اہل ملک بذریعہ تعلیم اس سے فیضیاب ہوں۔ مجھے امید ہے کہ یہ کتاب تعلیمات ملک سرکار عالی کے نصاب میں داخل ہوگی اور فاضل مصنف کو بارگاہ خسروی سے اپنی محنت کا معقول صلہ ملے گا۔ مصداق

آہن کہ بپارس آشنا شد ٭ فی الحال بصورت طلا شد ٭ خورشید نظر چو کرد بر سنگ ٭ تحقیق کہ لعل بے بہا شد

سید محمد حسن
گورنمنٹ اڈیٹر ریلوے و معدنیات سرکار عالی

مورخہ ۱۷ ماہ ربیع الاول ۱۳۴۵ھ
خیریت آباد۔ حیدرآباد دکن

تقریظ عمدۃ العرفاء وہبی زبدۃ العلماء کسبی عالیجناب مولانا مولوی محمد عبد القدیر صاحب بدایونی

حامدًا و مصلیًا و مسلمًا

امابعد۔ فقیر کے اس سفر حیدرآباد کا حاصل حضرت جناب حبیب احمد برزنجی صاحب کی ملاقات سے ہے میں اس مسرت کا کیا ذکر کروں جو حبیب صاحب موصوف کے تصانیف دیکھ کر ہوی۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ مضامین عالیہ اس وقت تک اردو زبان میں نہ تھے باوجود اس کے کہ حبیب صاحب موصوف کی زبان مادری اردو نہیں لیکن فقیر کہتا ہے کہ فلسفہ اخلاق و تدبیر منزل اور سیاست مدن کے اصول جس طرح زبان اردو میں بیان فرمائے گئے ہیں وہ ایک خاص شان رکھتے ہیں اس زمانہ میں جبکہ ہر طرح اہل علم کی کساد بازاری ہے حبیب صاحب کا اس طرف توجہ مبذول فرمانا میں کہوں گا کہ اردو زبان کی کوش قسمتی ہے مجھے امید ہے کہ ان جواہر و زواہر کی قدر کیجائے گی اور یہ ذرہ و غرہ مغز نگاہوں میں مخصوص شان حاصل کریں گے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
حامدًا و مصلیًا و مسلمًا

فی الواقع جو کچھ مکرم محترم مولانا عبد القدیر صاحب نے جناب حبیب صاحب اور انکی تصانیف کے بارے میں اظہار فرمایا ہے اسکی حرف بحرف میری موافقت ہی میں نے بھی تصانیف کو بعجلت دیکھا اور جناب حبیب صاحب سے دیر تک مجالسہ و مکالمہ رہا اور نہایت درجہ مسرت ہوی۔

فقیر محمد قیام الدین عبد الباری عفا اللہ عنہ لکھنوی فرنگی محلی۔

۲ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۵ھ

تقریظ علامۂ دوراں فہامۂ زماں جناب مولوی حکیم محمد عبد الرحمن صاحب سہارنپوری ابن حضرت مولوی احمد علی صاحب مرحوم محدث سہارن پوری

میں نے کتاب اعظم الاخلاق دیکھی۔ واقعی یہ کتاب مخزن العلوم ہے یوں تو اسکی خوبیوں کے بیان میں بہت گنجایش ہے۔ کئی طرح سے اسکی خوبی کا بیان ہو سکتا ہے مگر اسکی بہت بڑی خوبی (جس سے اس کے مؤلف علامہ کی علمی وسعت اور بیانی قوت کا حال معلوم ہوتا ہے) یہ ہے کہ اس میں فلسفہ کو شریعت سے ملا دیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ فلسفہ کی نہر شریعت کی بحر میں ملا دی ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ بحر شریعت سے نہر فلسفہ نکالی ہے اور اس سے بھی زیادہ اسکی دوسری ندرت یہ ہے کہ ہر چند اس کتاب کا موضوع اخلاق اسلامی کی تائید ہے اور اسمیں خاطر خواہ اس موضوع کے مباحث لکھے ہیں مگر باوجود اس کے اس کتاب کی رنگینی اور اسکی بلاغت بیانی ہر قوم وملت کی جدت پسند طبایع کی مرغوب ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اس میں بیان کی علمی روش اور علمی کیفیت کا اندازہ ایسا رکھا ہے کہ جو بالکل انسانی طبیعت کا مانوس ہو اور اعتقادی مخالفت وموافقت علمی مانوسیت کے سوا ہے۔ اپنی تائید اور غیر کا مقابلہ اور پھر باوجود اس کے عام مانوسیت وعام مناسبت مولف علامہ کی بہت بڑی بیانی قابلیت کا ثبوت دیتی ہے۔

قرآن توحید وایمان کا زبردست اور بین ثبوت دیتے ہوے تمام دنیا کے انواع شرک وکفر کا معارضہ اور مقابلہ کرتا تھا مگر بااینہمہ اسکی علمی بلاغت میں ایسی عام مانوسیت اور عام مناسبت تھی کہ جس کی وجہہ سے وحشیانہ قلوب اُس کے مانوس وگرویدہ ہوگئے۔ اور اسکی مناسبت عام اور مانوس عام بیان کی وجہ سے ہی استعجاباً یہ ارشاد ہوا کہ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ اور جب بیان نبوی کا منبع بطور راست یہی قرآنی بیان تھا اور نیز صحابہ وتابعین کا بیان نبوی واسطہ سے اسی منبع سے جا ملتا تھا لہذا اولاً بیان نبوی اور ثانیاً بیان صحابی اور ثالثاً بیان تابعی میں بھی خواہ مخواہ وہی عام مناسبت وعام مانوسیت تھی اور چونکہ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ کی رو سے اس تابعیت کا سلسلہ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ برابر قائم ہے بناءً علیہ اس واسطے کیے متبعان قرآن کے بیان میں بھی ضرور ایسی عام مناسبت وعام مانوسیت کا رنگ ہوتا ہے چنانچہ منجملہ اُن متبعان قرآن کے اس وقت مولانا حبیب احمد برزنجی ہیں جن کے کئی بیان باتباع قرآن میں نے مانوس عام اور مناسبت عام دیکھے اور ان بیانات میں سے اُن کی

کتاب اعظم الاخلاق کے بیان کو اس عام مناسبت و عام مانوسیت سے بہت بڑا حصہ حاصل ہے اور اس کتاب کی تیسری ندرت یہ ہے کہ باوجود اس عام مناسبت و عام مانوسیت کے اس میں خاص اور اس سے زیادہ خاص الخاص مناسبت و مذاق ہے اور یہ بھی خاص قرآنی بلاغت کی ایک شاخ ہے۔

قرآن نے جیسے اپنی عام مانوسیت و عام مناسبت سے عام لوگوں کو اپنا بندۂ مذاق بنالیا تھا اسی طرح خاص اور خاص الخاص افراد کو بھی اپنے مذاق خاص و مذاق خاص الخاص کا وابستہ و گرویدہ کرلیا۔

کتاب ہذا کے مولف علامہ نے بھی باتباع قرآن اپنی اس کتاب میں ایسی بلاغت رکھی ہے کہ جس سے اسکو عام مناسبت و مانوسیت سے خاص اور خاص الخاص مناسبت کی طرف عروج ہوتا ہے اور اسی مناسبت خاص الخاص کی وجہ سے وہ خَیْرُ جَلِیْسٍ فِی الزَّمَانِ کِتَابٌ کی رو سے شہزادگان بلند اقبال علی الخصوص سردست شہزادہ دوران نواب **میر حمایت علی خاں بہادر** کی اتالیقانہ اور معلمانہ مصاحبت سے مشرف ہونے کی قابل بن کر وہاں سے عام افاضہ اور افادہ لی ہوئی عامۂ رعایا اور کافۂ برایا کے حق میں فیض بخش ہوتی ہے ۴ رمضان المبارک ۱۳۶۱ھ

تقریظ عالیجناب قدوۃ العلماء زمن زبدۃ الرجال عدن جناب مولوی مناظر احسن صاحب گیلانی پروفیسر حدیث کلیہ جامعہ عثمانیہ دام اللہ سعادہ وضاعف نعمتہ واعلی کلمتہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

میں نے کتاب اعظم الاخلاق کو سرسری طور پر مختلف مقامات سے دیکھا۔ مولف ممدوح نے اسکی کوشش کی ہے کہ بنی نوع انسانی کرہ زمین پر اپنی زندگی کو کس طرح باامن بنا کر مقصد وجود کو پورا کر سکتی ہے مولف نے شخصی اصلاحات سے ابتدا کر کے اجتماعی اصلاحوں پر بحث کی ہے اور اخیر میں ان سب کو لاکر اس نتیجہ پر ختم کیا ہے کہ اشخاص کی اصلاح سے اقوام کی اصلاح ہوتی ہے اور اقوام کی اصلاح سے تمام نوع انسانی کی اصلاح ہوتی ہے اسلئے امن حاصل کرنے کا یہی طریقہ ہے اسکے بعد فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّهٖ سَبِیْلًا ظاہر ہے کہ اس سے بہتر موضوع کس کتاب کا ہو سکتا ہے آج دنیا کی جب تمام تر کوششیں اسی مقصد کیلئے صرف ہو رہی ہیں۔ تمام ترقیاں۔ تمام محاربات تمام مجاہدات جب اسی لئے ہیں کہ دنیا میں امن ہو تو پھر اس قسم کی کتابوں کے مفید ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ مولف نے مختلف ذرائع سے اپنی کتاب میں اسکے متعلق مواد فراہم کئے ہیں خدا انکو جزائے خیر دے اور دنیا اس سے مستفید ہو وَاللّٰهُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ یَهْدِی السَّبِیْلَ

فہرست مضامین اعظم الاخلاق

صفحہ	مضمون
۱	باب ۱
"	انسانی کثرت کا راز
"	انسان کی پہلی نشاءت وکثرت اور اس نشاءت وکثرت کے لئے خدا تعالیٰ کا اہتمام
۲	انسان کی دوسری نشاءت وکثرت
۲	فنا شدہ قوموں کے حساب سے انسان کی بےشمار کثرت کا موازنہ
۳	موجودہ کثرت کی قدر اور اس کا بہت بڑا حق
۳	باب ۲
۳	انسانی کثرت کے اقسام (کامل غیر کامل)، اجتماع کامل کے اقسام (اجتماع عظمیٰ۔ اجتماع وسطیٰ۔ اجتماع صغریٰ)
۳	اجتماع عظمیٰ اور اجتماع وسطیٰ اور اجتماع صغریٰ کی تعریف
۴	اجتماع غیر کامل کے مدارج (پہلا درجہ۔ اہل قریہ کا اجتماع۔ دوسرا درجہ اہل محلہ کا اجتماع۔ تیسرا درجہ محلہ کے ایک حصہ کا اجتماع۔ چوتھا درجہ اہل خانہ کا اجتماع)
"	کمال تمدن کے لئے اجتماع اہل شہر کی ضرورت
۵	تمدن عظمیٰ اسلام کا مقصد اعظم ہے
"	قرآن مجید میں تمدن عظمیٰ کی دعوت۔

صفحہ	مضمون
۵	قرآن مجید میں تمدن عظمیٰ کی تاریخ
۶	تمدن عظمیٰ کے قایم کرنے کے لئے انبیا کی بعثت
۶	باب ۳
"	دورہ محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دورہ خلفائے راشدین کے تمدن عظمیٰ کا بیان۔
۷	خلفائے راشدین و تابعین کے بعد انقلاب کا دوسرا پہلو
۸	خلفائے راشدین کے کچھ زمانہ بعد تمدن عظمیٰ کا تبادلہ مدینہ فاضلہ سے ہوگیا۔
۸	مدینہ فاضلہ اور اجتماع فاضل اور امت فاضلہ کی تعریف
"	اس امر کا مدلل بیان کہ مدینہ فاضلہ کے حاصل ہونے کا کوئی سامان اسلام سے بڑھ کر نہیں ہوسکتا
۹	تمدن عظمیٰ اور مدینہ فاضلہ خود بعثت نبوی کے ساتھ تھے
"	تمدن مسلمانوں کے گھر کا اصلی سامان ہے۔
۱۰	باب ۴
۱۰	تہذیب اخلاق اور تدبیر منزل اور تمدن کے بیان کا آغاز (جو حکمت عملی کی تین قسمیں ہیں)۔
"	حکمت عملی کی تعریف
۱۱	تہذیب اخلاق اور تدبیر منزل اور تمدن کی ماہیت
۱۱	تہذیب اخلاق اور تدبیر منزل اور تمدن کی یکے بعد دیگرے ترتیبی ضرورت کا بیان
۱۲	تہذیب اخلاق کا مختصر نمونہ

باب ۵

١٢ نفس ناطقہ کی دو قوتیں (ایک قوت ادراک دوسری قوت تحریک)
" قوت ادراک کی دو شاخیں (ایک عقل نظری دوسری عقل عملی)
١٣ قوت تحریک کی دو شاخیں (ایک قوت غضبی دوسری قوت شہوانی)
تمام جسمانی قوتوں کے قوت ادراک کے ماتحت ہونے سے تہذیب اخلاق حاصل ہوتی ہے۔
حکمت اور عدالت اور شجاعت اور عفت کے وجود کا مبداء۔
١٣ مذکورہ چار فضیلتیں اصول اخلاق ہیں۔
١٤ حکمت کی تعریف
" شجاعت کی تعریف
" عفت کی تعریف
" عدالت کی تعریف

باب ٦

١٥ اصول اخلاق کے فروع
" حکمت کی سات فرع (یعنی۔ ذکاوت۔ سرعت فہم۔ صفائی ذہن۔ سہولت تعلم۔ حسن تعقل۔ تحفظ۔ تذکر معہ تعریفات)
" شجاعت کی گیارہ فرع (یعنی کبر نفس۔ نجدت۔ علوئے ہمت۔ ثبات۔ حلم۔ سکون۔ شہامت۔ تحمل۔ تواضع۔ حمیت۔ رقت معہ تعریفات)
١٦ عفت کی بارہ فروع (یعنی حیا۔ رفق۔ حسن ہدی۔ مسالمت۔ دعت۔ صبر۔ قناعت۔ وقار۔ ورع۔ انتظام۔ حریت۔ سخاوت معہ تعریفات)
١٧ شجاعت سے سخاوت کے پیدا ہونے کا مدلل بیان
" عدالت کی بارہ فروع یعنی صداقت۔ الفت۔ وفا۔ شفقت۔ صلہ رحم۔ مکافات۔ حسن شرکت۔ حسن قضا۔ تودد۔ تسلیم۔ توکل۔ عبادت معہ تعریفات

باب ۷

١٩ ان تمام فروعی اخلاق کا مجموعہ بیالیس ہوتا ہے جنکی تہذیب سے آدمی حکمت عملی کا منتہی۔ اور اولوالعزمی کا تمغہ پانے کا مستحق ہو جاتا ہے
اخلاق مذکورہ کے سوا اور بیشمار اخلاق کا اصول
اصول اخلاق (یعنی حکمت۔ عدالت۔ شجاعت۔ عفت)، کے ظاہری پیرایہ میں دوسرے چار برے اخلاق کی مشابہت۔
٢١ مذکورہ چار اخلاق کے نقیض اخلاق (یعنی حکمت کے مقابل جہل اور شجاعت کے مقابل جبن یعنی بزدلی اور عفت کے مقابل شرہ یعنی غایت حرص اور عدالت کے مقابل جور یعنی ظلم اور حد سے تجاوز کر جانا) ظاہری طور پر

باب ۸

٢٢ مذکورہ چار اخلاق کے آٹھ نقیض (یعنی حکمت کے مقابل ایک سفاہت اور ایک بلاہت اور شجاعت کے مقابل ایک تہور اور دوسرا جبن اور عفت کے مقابل ایک شرہ اور دوسرا خمود اور عدالت کے مقابل

	ایک ظلم اور دوسرا انظلام معہ تعریفات تحقیقی طور پر۔
۲۴	باب ۹
۲۴	عام طور پر عدل کی دائمی ضرورت کا اور خاصکر حضرات سلاطین کیلئے اسکی سخت ضرورت مختصر اور دلچسپ بیان۔
۲۶	تمدن کے اصول ثلاثہ
″	شریعت کی ضرورت
۲۸	باب ۱۰
″	بادشاہ کی ضرورت
″	حفاظت عدل کا بڑا سامان شریعت ہے اور حضرت سلطان بذریعہ شریعت محافظ عدل ہیں
۲۹	شریعت کے منکر و مخالف کو جائر اعظم اور کافر و فاسق اور بادشاہ کے مخالف کو جائر اوسط اور باغی کہتے ہیں۔
″	ملک وملت کے حق میں شریعت و سلطنت کی مخالفت کے بُرے نتائج
″	رعایا کی ہر فرد پر مخالف سلطنت کے دفع کرنے کی کوشش لازم ہے۔
″	سلطنت کی مخالفت تمام برائیوں کی جامع ہے۔
۳۰	مخالف سلطنت گویا اپنی تمام قوم کا قاتل ہے
″	مخالفت سلطنت کے بُرے نتائج میں دعاگو کی کتاب منتہی الکلام فی اطاعتہ حضرت السلطان جو خاص سلطنت عثمانیہ خلدہا اللہ تعالیٰ کی حمایت میں لکھی ہے۔
۳۱	باب ۱۱
	حضرت سلطان کا مقام سلسلہ تکوین کے وسط میں ہے
	عدالت کا پہلا تعلق۔
	عدالت کا دوسرا تعلق۔
۳۲	تہذیب اخلاق سے تدبیر منزل اور تدبیر منزل سے تمدن کی قابلیت پیدا ہونے کا بیان۔
۳۳	ہمارے اعلیحضرت قوی شوکت خلد اللہ ملکہ کی برکات عدل
۳۳	باب ۱۲
″	عدالت و اصلاح نفس کا پہلا درجہ عبادت الٰہی ہے۔
۳۴	خداتعالیٰ کی اطاعت فلسفہ کی جان ہے۔
″	سچا فلسفی کون ہے۔
″	عدالت و اصلاح کا دوسرا درجہ
۳۵	عدالت و اصلاح کا تیسرا درجہ
″	شریعت ان تینوں قسم کی اصلاحات کو حاوی ہے
۳۵	باب ۱۳
″	عدالت سلطانی کے اہم و اعم ہونے کا بیان ہے
۳۶	ظلم کی حالت میں بھی بادشاہ کے ساتھ وابستگی ضروری
۳۷	اخلاق کی تحصیل و تعلیم کی ترتیب معہ تمہید۔
۳۸	باب ۱۴
۴۱	باب ۱۵
″	نفس ناطقہ کی موجودہ صحت کی حفاظت کا پہلا طریقہ
″	دوستی میں اعتدال کا لحاظ۔
″	دوستی کی افراط و تفریط
۴۲	دوستی کا اوسط درجہ
″	دوسرا طریقہ
″	تیسرا طریقہ

" چوتھا طریقہ
۴۳ پانچواں طریقہ
" چھٹا طریقہ
" ساتواں طریقہ

۴۴ **باب ۱۶**

" امراض روحانی کے معالجات کا مختصر نمونہ
۴۵ قوت تمیز کے اصولی امراض کا بیان اور اُن کے پیدا ہونے کی کیفیت

۴۶ **باب ۱۷**

" قوت دفع یعنے قوت غضب کے اصولی امراض اور اُن کے پیدا ہونے کی کیفیت
۴۷ قوت جذب یعنے شہوت کے اصولی امراض اور انکے پیدا ہونے کی کیفیت
" ان اصولی امراض کے تحت میں بہت سے فروعی امراض ہیں
" امراض مہلکہ
۴۸ اصولی امراض کا نقشہ معہ میزان

۴۹ **باب ۱۸**

" امراض روحانی کے معالجات کے چار اصولی اور اجمالی طریقے۔
" پہلا طریقہ
" دوسرا طریقہ
" تیسرا طریقہ
" چوتھا طریقہ
۵۱ معالجات کے لئے خوفناک امراض کا انتخاب جنکی تعداد اور میزان نقشے میں بیان کی گئی ہے

" **باب ۱۹**

" ان منتخبہ خوفناک امراض میں سے شخصی حیثیت کی
۵۲ وجہ سے مرض حیرت کے مختلف علاج
۵۴ جہل بسیط کی ماہیت اور اس کا علاج
" جہل مرکب کی ماہیت اور اس کا علاج

۵۵ **باب ۲۰**

" غضب کی ماہیت اور اس کا اجمالی علاج
غضب کے اسباب
تنقیح اسباب کے بعد ہر ایک سبب کے ازالہ سے
۵۶ مرض غضب کے تفصیلی معالجات

۵۹ **باب ۲۱**

" جبن یعنی بزدلی کی ماہیت اور اس کے عوارض
" اور اس کا کلی اور جزئی علاج
مرض خوف کی ماہیت اور اس کا علاج

۶۲ **باب ۲۲**

" خوف موت کا نہایت مفید و موثر اور مفصل علاج

۶۶ **باب ۲۳**

" افراط شہوت کا علاج
۶۷ امراض شہوت میں سے عشق حیوانی نہایت تباہ کن مرض ہے۔
۷۳ مرض حزن کی ماہیت اور اس کا علاج
۷۴ مرض حسد کی ماہیت اور اس کا علاج

۷۵ **باب ۲۴**

" ایک مختصر و دلچسپ مضمون پر حکمت عملی کے جزو اول (یعنی تہذیب اخلاق) کا ختم

صفحہ	مضمون
۷۵	اسلامی اخلاق کی مراعات و اشاعت میں اعلیحضرت
	خلد اللہ ملکہ کی حکیمانہ اور نمایاں کوشش۔
۷۶	حضرت اعلیٰ کی عظمت شان کا نمونہ
۷۷	باب ۲۵
"	حکمت عملی کے دوسرے جز یعنی تدبیر منزل کا بیان
"	تدبیر منزل کی مختصر تفریق سے منزل شاہی
"	کی تدبیر کا نام صرف خاص ٹھہرتا ہے۔
"	تدبیر منزل کا عنوان اولیٰ۔
"	عنوان اول کا پہلا مضمون
۷۸	عنوان اول کا دوسرا مضمون
"	عنوان اول کے دوسرے مضمون کے اوپر مضمون
"	عنوان اول کا تیسرا مضمون
"	عنوان اول کے تیسرے مضمون کا پہلا مضمون
"	عنوان اول کے تیسرے مضمون کا دوسرا مضمون
۷۹	عنوان اول مضمون ثالث کا تیسرا مضمون
۸۰	عنوان اول کا چوتھا مضمون
"	باب ۲۶
	عنوان اول کا پانچواں مضمون
	تدبیر منزل کا ذیلی اور ضمنی مضمون
	جو ان پانچوں مضامین کا تکملہ ہے۔
	مکانات کے اقسام میں عمدہ مکان کی حیثیت کا بیان
۸۲	باب ۲۷
"	تدبیر منزل کا عنوان ثانی
"	عنوان ثانی کا پہلا مضمون۔
	عنوان ثانی کا دوسرا مضمون
	(مالی مداخل و مخارج اور مالی حفاظت میں)
"	صنعت شریفہ کے اقسام
۸۳	صنعت خسیسہ کے اقسام
"	مخارج و مصارف کا انتظام
۸۴	مصارف کے اقسام
۸۵	باب ۲۸
"	تدبیر منزل کا عنوان ثالث
"	عنوان ثالث کا پہلا مضمون
"	(ازدواج کی اصلی غرض میں)
"	عنوان ثالث کا دوسرا مضمون
۸۶	عنوان ثالث کا تیسرا مضمون۔
۸۹	باب ۲۹
"	عنوان ثالث کا چوتھا مضمون
۹۰	عنوان ثالث کا پانچواں مضمون
"	باب ۳۰
"	تدبیر منزل کا عنوان رابع
۹۱	عنوان رابع کا پہلا مضمون
"	عنوان رابع کا دوسرا مضمون
"	عنوان رابع کا تیسرا مضمون
۹۶	باب ۳۱
"	عنوان رابع کا چوتھا مضمون۔
	(تعلیم میں) شاہانہ تعلیم کے لئے
"	مولانا الحافظ الحاج مولوی محمد انوار اللہ خاں
	بہادر استاذ اعلیحضرت و معین المہام امور مذہبی
	کی عمدہ اور کامل موزونیت اور مولانا صاحب

صفحہ	مضمون
	کے صاحب اخلاق وفضائل ہونے کی جگہ خود منجانب اللہ مولانا صاحب کا اخلاق بخش ہونا
۹۹	**باب ۳۲**
״	لڑکیوں کی تربیت
״	لڑکیوں کے پڑھانے لکھانے کی نسبت ایک عملی تقریر۔
۱۰۲	اعلیحضرت کا اسلامی تتبع
״	**باب ۳۳**
״	تدبیر منزل کا عنوان خامس
״	عنوان خامس کا پہلا مضمون (ماں باپ کے ساتھ وابستہ ہوجانے میں)
۱۰۳	عنوان خامس کا دوسرا مضمون
۱۰۴	عنوان خامس کا تیسرا مضمون
״	عنوان خامس کا چوتھا مضمون
۱۰۵	**باب ۳۴**
״	تدبیر منزل کا عنوان سادس
״	عنوان سادس کا پہلا مضمون
״	عنوان سادس کا دوسرا مضمون
״	عنوان سادس کا تیسرا مضمون
״	عنوان سادس کا چوتھا مضمون
۱۰۶	عنوان سادس کا پانچواں مضمون
״	عنوان سادس کا چھٹا مضمون
״	عنوان سادس کا ساتواں مضمون
״	عنوان سادس کا آٹھواں مضمون
۱۰۷	عنوان سادس کا نواں مضمون
״	**باب ۳۵**
״	عنوان سادس کا دسواں مضمون
״	عنوان سادس کا گیارہواں مضمون
״	عنوان سادس کا بارہواں مضمون
۱۰۸	عنوان سادس کا تیرہواں مضمون
	عنوان سادس کا چودہواں مضمون (غلاموں کے اقسام میں)
۱۰۹	**باب ۳۶**
״	سیاست مدن (یعنی تمدن) کا عنوان اول
״	عنوان اول کا پہلا مضمون (اسی عنوان کی تمہید میں)
۱۱۱	**باب ۳۷**
״	عنوان اول کا دوسرا مضمون
۱۱۲	سیاست عظمیٰ
״	شریعت کی عظمت
״	انبیا علیہم السلام کی شان (جس کے آگے فلسفیوں نے سر رکھدیا ہے)
۱۱۳	انبیا علیہم السلام کے بعد بادشاہ کی شان بادشاہ
״	طبیب عالم ہے۔
״	عنوان اول کا تیسرا مضمون
״	عنوان اول کا چوتھا مضمون
۱۱۴	**باب ۳۸**
״	تمدن کا عنوان ثانی
״	عنوان ثانی کا پہلا مضمون
״	عنوان ثانی کا دوسرا مضمون
״	عنوان ثانی کا تیسرا مضمون

۱۱۵	عنوان ثانی کا چوتھا مضمون
	(محبت کے اقسام اور اس کے دلچسپ بیان) ہیں
۱۱۷	باب ۳۹
۱۱۸	تمدن کیلئے کونسی محبت موثر و بکار آمد ہی
۱۱۹	محبت اکمل کی تمہید و تقریر
〃	محبت اکمل فلسفہ کی مسلمہ محبت ہے۔
۱۲۰	اس محبت کی ساتھ حضرات سلاطین خصوصًا
	ہمارے اعلیحضرت قوی شوکت کا ادب
〃	باب ۴۰
〃	صاحبان محبت اکمل (یعنی صوفیہ کرام)
	کے برابر کوئی مدبر تمدن نہیں ہوسکتا۔
۱۲۱	اہل خیر کی محبت (جو محض وہی محبت تمدن
〃	کیلئے بکار آمد ہے) محبت اکمل کے زیر سایہ
	وزیر ضمانت انتظام تمدن میں مصروف ہی
	وہ دوستی جو فطرت انسان کے مناسب ہے۔
۱۲۲	صرف عبادت کے ذریعہ تمدن و اتفاق کا
	نہایت مستحکم انتظام
۱۲۳	باب ۴۱
〃	تمام اسلامی اجتماعات کا مقصد اعظم۔
۱۲۴	بنی آدم کی فطرت کس محبت کی مقتضی ہے
〃	اولاد کے ساتھ پدرانہ محبت کی ایک نادر وجہ
〃	مبدء سے فیمابین بنی آدم پدرانہ اور برادرانہ
〃	تعلقات قائم ہیں۔
۱۲۵	سلطان کی محبت رعایا کے حق میں کیسی ہونی چاہیے
	حضرت سلطان کے ساتھ رعایا کے مودبانہ تعلق
	کا بیان۔
〃	باب ۴۲
〃	اطاعت سلطانی کا عمدہ اصول
〃	رعایا کی باہمی معاشرت کیسی ہونی چاہیے۔
〃	سلطان و رعایا اور خود رعایا کی باہمی محبت
	کا عمدہ نتیجہ۔
۱۲۶	رعایا کو سلطانی محبت کی تاکید
〃	محبت سلطانی محبت الٰہی سے متصل ہے۔
〃	باب ۴۳
〃	تمدن کا عنوان ثالث
۱۲۷	عنوان ثالث کا پہلا مضمون (مدینہ فاضلہ
	اجتماع فاضل۔ امت فاضلہ۔ معمورۂ فاضلہ
	کے بیان میں)
〃	عنوان ثالث کا دوسرا مضمون
	(مدینہ فاضلہ۔ اجتماع فاضل۔ امت فاضلہ۔
	معمورۂ فاضلہ کے بیان میں)
	عنوان ثالث کا دوسرا مضمون۔ مدینۂ
	غیر فاضلہ کے اقسام اور انکی تعریفات، اور
	ان کے اعتقادات و خیالات وغیرہ اور ان کی رعایا
	اور حکمران جو عنوان ثالث کا تیسرا مضمون ہے،
۱۳۱	عنوان ثالث کا چوتھا مضمون
۱۳۲	باب ۴۴
〃	عنوان ثالث کا پانچواں مضمون
۱۳۳	عنوان ثالث کا چھٹا مضمون
	(مدینہ فاضلہ کی کچھ مختصر تفصیل میں)

۱۳۳ مدینہ فاضلہ کی تعریف
〃 ہندوستان کے تمام ممالک پر مدینۂ فاضلہ کا اطلاق اور اس (اطلاق) کا زمانہ
۱۳۴ حیدر آباد صانہا اللہ عن الشر و الفساد پر مدینہ فاضلہ کا اطلاق اور اس عہد مبارک میں اس کا دوبالا فروغ۔
〃 عنوان ثالث کا ساتواں مضمون
〃 مدینۂ فاضلہ کے ارکان عام
۱۳۵ مدینہ فاضلہ کے ارکان خاص جو عنوان ثالث
۱۳۵ کا آٹھواں مضمون ہے۔

باب ۴۵
۱۳۶ نواں مضمون اُن ارکان کے بیان میں جو ارکان خاص کے اعضا ہیں۔
〃 عنوان ثالث کا دسواں مضمون
〃 عنوان ثالث کا گیارھواں مضمون
۱۳۷ عنوان ثالث کا بارھواں مضمون (مضر تمدن اور قابل اخراج گروہ کے بیان میں)
〃 مذہب حق (یعنے مذہب اہل سنت) کے سوا تمام مذاہب محرف ہیں۔
۱۳۸ سلطنت کی مخالفت فوری استیصال کے لائق ہے۔
〃 تمام مذاہب باطلہ کے مبدء و منشاء کا بیان

باب ۴۶
〃 عنوان ثالث کا تیرھواں مضمون جو نہایت دلچسپ اور اعلیٰ اور بسیط مضمون ہے۔

۱۴۱ باب ۴۷
۱۴۴ باب ۴۸
۱۴۶ باب ۴۹
۱۴۸ دنیا کی حقیقی فوقیت صرف رئیس المعظم کو دیگئی ہے۔
〃 ارکان مملکت کے اور تمام رعایا کی اغراض رئیس المعظم کی غرض سے تابع ہوتی ہیں۔
رئیس المعظم کی غرض سے اپنی غرض علیحدہ کرنے والے کی سزا۔

باب ۵۰
〃 رئیس المعظم کی غرض کے ساتھ عام اغراض کی اتحاد پر ایک دلچسپ فلسفیانہ تقریر
۱۴۹ نہایت نفیس اور پر معنی اور روح تمدن مطلب
۱۵۰ رئیس المعظم کوئی معمولی انسان نہیں۔

باب ۵۱
〃 تمدن کا عنوان رابع
۱۵۱ عنوان رابع کا پہلا مضمون (عدل و انصاف کی حلاوت میں)
لذت سلطنت کے روبرو دنیا کی تمام لذتیں ہیچ ہیں۔
۱۵۲ عنوان رابع کا دوسرا مضمون (ریاست فاضلہ کے بیان میں)
〃 ریاست ناقصہ کا بیان
ظالمانہ سلطنتوں کے خاتمہ اور فنا کی جانب ایک عمیق اور لطیف اشارہ۔ ریاست جاہلہ

اور دولت فاضلہ کی روحانی ترقی اور اسکی زبردست قوت۔

باب (۵۲)

۱۵۶ عنوان رابع کا تیسرا مضمون

〃 عنوان رابع کا چوتھا مضمون (دولت فاضلہ کی چار ضروری خصلتوں کے بیان میں)

۱۵۷ عنوان رابع کا پانچواں مضمون (بادشاہ کے طبیب عالم ہونے میں)

باب (۵۳)

عنوان رابع کا چھٹا مضمون

〃 مزاج تمدن کے اعتدال کا انتظام

۱۵۸ مزاج تمدن کے زوال اعتدال کا سبب

عنوان رابع کا ساتواں مضمون۔ خاص اعتدال مزاج تمدن کے انتظام میں۔

تمدن کے چار طبقات کا بیان صنفی طور پر

۱۵۹ **باب ۵۴**

انھیں مذکورہ طبقات کا بیان وصفی حیثیت سے جس میں ایک کا اضافہ ہو کر بجائے چار کے پانچ ہو جاتے ہیں۔ اور یہ عنوان اربع کا آٹھواں مضمون ہے۔

۱۶۱ عنوان رابع کا نواں مضمون

〃 عنوان رابع کا دسواں مضمون تعزیرات کے مرتب کرنے میں۔

عنوان رابع کا گیارہواں اہم مضمون (اس امر میں کہ بادشاہ عالی جاہ بلاواسطہ بذات خود رعایا کی احوال پرسی کریں)

۱۶۲ **باب ۵۵**

عنوان رابع کا بارہواں نہایت اہم مضمون (اُن دس قاعدوں میں جو بنیاد عدل ہیں)

۱۶۳ پہلا قاعدہ۔ دوسرا قاعدہ۔ تیسرا قاعدہ

〃 چوتھا قاعدہ۔ پانچواں قاعدہ۔ چھٹا قاعدہ

〃 ساتواں قاعدہ

۱۶۴ آٹھواں قاعدہ۔ نواں قاعدہ۔ دسواں قاعدہ

۱۶۵ **باب ۵۶**

نگرانی مملکت کی ایک ذرہ برابر غفلت پر خدا تعالے کا مواخذہ

عنوان رابع کا تیرھواں مختصر اور پر مغز و پر معنی مضمون

۱۶۶ چودھواں مضمون فضل و احسان شاہی کے بیان میں

〃 پندرھواں مضمون (مظلوموں کے حق میں شاہی ہیبت کے اعتدال پر رکھنے اور سرکشوں اور فوجیوں کے حق میں اس (ہیبت) کے خوب بڑھانے کی نسبت)

〃 سولھواں مضمون راز کے پوشیدہ رکھنے میں۔ مخالفوں کے مقاصد اور اُن کے خفیہ احوال معلوم کرنے کے اصول

سترھواں مضمون

۱۶۷ **باب ۵۷**

تمدن کا عنوان خامس بادشاہی خدمت کے آداب و قواعد میں۔

عنوان خامس کا پہلا مضمون بادشاہ عالیجاہ کے

ساتھ عام رعایا کی عقیدتمندانہ معاشرت میں
دوسرا مضمون بادشاہ عالیجاہ کی خدمت میں
عہدہ داران و حکام کے ادب و عقیدتمندی پر
سلاطین کی عقیدتمندانہ خدمت سے سلوک طریقت کی رہبری ہوتی ہے۔
۱۶۹ تیسرا مضمون دربار سلطنت میں مقربان سلطنت کی دوامی حاضرباشی اور خلوص پر۔
" چوتھا مضمون امر مناسب کے اظہار میں حضرت سلطان کا غائت ادب
راز کے مخفی رکھنے کا ملکہ کیسے حاصل ہوتا ہے
اخفائے راز کی عادت کا بہت بڑا فائدہ

باب ۵۸ ۱۷۰

پانچواں مضمون حضرت سلطان کیلئے اپنا مال نثار کرنے اور انکے ساتھ وابستہ ہو جانے پر
۱۷۱ چھٹا مضمون حضرت سلطان کے غائت ادب پر
" ساتواں مضمون وزارت میں۔

باب ۵۹ "

" تمدن کا عنوان سادس صداقت یعنی خالص دوستی اور سچی عقیدت میں۔
۱۷۲ اس عنوان کا پہلا مضمون
" اس عنوان کا دوسرا مضمون۔ حضرت سلطان کیلئے صدیق یعنی خالص او عقیدتمند مصاحب کی سخت ضرورت پر۔
" اس عنوان کا تیسرا مضمون مصاحب صادق کے امتحان میں
امتحان کا پہلا طریقہ
امتحان کا دوسرا طریقہ
امتحان کا تیسرا طریقہ
امتحان کا چوتھا طریقہ
امتحان کا پانچواں طریقہ
امتحان کا چھٹا طریقہ

باب (۶۰) ۱۷۴

اس عنوان کا چوتھا مضمون مصاحب صادق کے ادائے حقوق پر۔
۱۷۵ مصاحب صادق کے ملال کا فوری تدارک جو اس عنوان کا پانچواں مضمون ہے۔
" مصاحب صادق کی عیب پوشی اور اس کے رفع عیوب کی لطیف اور عمدہ تدبیر۔

باب (۶۱) ۱۷۶

" تمدن کا عنوان سابع معاشرت عام میں۔
" اس عنوان کا پہلا مضمون
" اس عنوان کا دوسرا مضمون دوستوں و دشمنوں کی معاشرت پر
نزدیک کے دشمنوں سے احتیاط
۱۷۷ عام دشمنوں کے ساتھ معاملہ کرنے کا عمدہ اصول
۱۷۸ دشمنی کا اظہار بالکل نامناسب ہے۔
" خصومت و نزاع سے احتراز کرنیکی وجہ موجہ
" اظہار عداوت اور عداوتانہ معاملات کے برے نتائج
" دشمن کے تجسس احوال اور ان سے باخبر رہنے کی ضرورت
" دشمن کے احوال و عیوب کا اخفا اور اس کے فوائد۔ فہرست حصہ اول ختم شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

باب (۱)

انسانی کثرت کے راز اور اُس کی پہلی اور دُوسری نشاءتیں

جب ہم انسان کی شخصی بقا اور اُس کے انتہائی کمال تک پہونچنے کیلئے ایسی بہت سی چیزوں کی ضرورت دیکھتے ہیں جن کے بغیر نہ انسان کی شخصی بقا ممکن ہی نہ اُس کا اپنے کمال کے انتہائی درجہ تک پہنچنا ممکن تو اس سے ہم کو انسانی کثرت کے بیشمار اسرار میں سے ایک سر کا پتہ لگتا ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ اسی مقصد کی تکمیل کیلئے خدائے تعالیٰ نے روئے زمین کو انسانوں سے آباد کردے اور انسان کی پہلی نشاءت وکثرت کے بعد (جس کا زمانہ نشاءت آدمیہ سے لیکر حضرت نوح علیہ السلام کے عصر طوفان پر ختم ہوتا ہے) جب حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں

غرقابی سے اس موجودہ کثرت کے بالفعل مٹنے کی مصلحت ہوی تو چونکہ خدائے تعالے کو منظور تھا کہ اس کثرت کا روزافزوں سلسلہ اجل مسمّٰی (مدت معینہ یعنے ختم دنیا تک) ممتد اور قائم رکھے تو قبل از قبل بقائے نسل انسانی کا اہتمام فرمایا گیا اور حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ:

اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ ـ (بناؤ کشتی ہمارے پیش نظر اور ہماری ہدایت کے موافق پھر جب طوفان کیلئے ہمارا حکم آپہونچے اور تنور سے پانی جوش کرنے لگے تو اس وقت لے لو اپنے ساتھ ہر چیز کے جوڑے اور اپنے لوگ) اور فنائے عام کے بعد حکم دیا گیا کہ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ (اے نوح کشتی سے زمین پر اتر آؤ ہمارے اس امن اور ہماری اُن برکات کے ساتھ جو تمھارے اور تمھارے ہمراہیوں کے شامل حال ہیں)

انسان کی دوسری نشاءت و کثرت

جب اس فنائے عام کے بعد حضرت نوح علیہ السلام حسب فرمان الٰہی کشتی سے اترے اور زمین پر قیام فرمایا تو یہیں سے انسان کی دوسری نشاءت و کثرت شروع ہوی اسی نشاءت ثانیہ کی وجہ سے حضرت نوح علیہ السلام کو آدم ثانی کہا جاتا ہے اور دنیا کی تمام قومیں انھیں کی نسل مانی جاتی ہیں حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت نوح علیہ السلام تک نسل انسانی کا جو سلسلہ اور اس سلسلہ کی جو کثرت چلی آتی تھی وہ سلسلہ طوفان نوح سے بالکل ٹوٹ گیا اب اس سلسلہ میں سے صرف حضرت نوح علیہ السلام اور انکی باقیماندہ اولادیں رہ گئیں جن سے تمام دنیا کی نسل پھیلی غرض کہ انسانی فنا کے سلسلہ میں طوفان نوح سے بڑھ کر کوئی عام فنا اور عام بربادی نہیں

فنا شدہ نفوس کے حساب سے انسان کی بیشمار کثرت کا موازنہ

ہوی مگر باانیہمہ وہاں بھی آیندہ کے لئے انسانی بقا اور انسانی کثرت منظور تھی۔ قرآن مجید میں خدائے تعالیٰ نے جہاں ایک بڑی قوم یا بڑی آبادی کی فنا کا ذکر فرمایا ہے تو اُس کے بعد کئی جگہ دوسری قوم کی نشاءت کا ذکر فرمایا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمیشہ خدائے تعالیٰ کو انسانی کثرت منظور رہی ہے حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ سے لیکر اس وقت تک جتنی قومیں فنا کی گئیں اون میں سے ہر ایک قوم کی تعداد دیکھی جائے اور پھر جملہ کی میزان ڈالی جائے اور اس کے بعد اس جملہ کی آیندہ نسل کا موازنہ کیا جائے تو شاید زمین کا آباد بلکہ غیر آباد حصہ بھی اُن کے لیے بالکل غیر کافی ہو اور اس کثرت بے اندازہ سے کیا کیا فوائد نہ حاصل ہوں مگر افسوس کہ خود ہمیں اپنی کثرت و برکت گوارا نہیں ہوی اور خود ہی اس کثرت کے مٹنے کا سبب ہوگئے

(موجودہ کثرت کی تعداد اور اس کا مستحق باقی)

خلاصہ یہ کہ ان بربادیوں اور ہلاکتوں پر بھی انسانی کثرت کچھ کم نہیں بلکہ یہ کثرت بھی نہایت غنیمت اور لائق قدر اور اس قابل ہے کہ ہر شخص اپنی تمام عمر اُس کی حفاظت و بقا اور اس کی کثرت و ترقی اور اُس کے باہم متحد کرنے کی کوشش میں صرف کرے مگر پھر بھی اُس کے حق واجب سے باہر نہ ہو۔

باب (۲)

انسانی کثرت کے اقسام اور تمدن عظمیٰ اسلام کے مقصد اعظم ہونے میں

(انسانی کثرت کے اقسام)

چنانچہ بڑے بڑے فلسفیوں نے اسی میں اپنی عمر صرف کی ہے اور اپنی اشراقی تحقیق و تنقیح سے انسان کی انہیں باقیہ اور موجودہ کثرتوں کے اجتماع و اتفاق کی مختلف

حیثیتیں دنیا کے روبرو اس طرح پیش کی ہیں کہ انسانی اِجتماع یا تو کامل ہوگا یا غیر کامل۔ اجتماع کامل کی حسب نقشہ ذیل تین قسمیں ہونگی۔

اجتماع صغریٰ	اجتماع وسطیٰ	اجتماع عظمیٰ
یعنے چھوٹا اجتماع	یعنے اوسط اجتماع	یعنے بہت بڑا اجتماع

اجتماع عظمیٰ وہ ہے کہ روئے زمین کے تمام لوگ باہم مجتمع و متعاون (یعنی جمع ہوکر ایک دوسرے کی اعانت کرنے والے) ہو جائیں۔

اور اجتماع وسطیٰ وہ ہی کہ روئے زمین کے کسی حصہ میں کسی قوم کا باہم اتفاق و اجتماع ہو جاوے

اور اجتماع صغریٰ وہ ہی کہ کسی خاص شہر والوں کا باہمی اجتماع و اتفاق ہو۔

اور اجتماع غیر کامل کے مدارج کی ترتیبی تفصیل یوں ہے کہ اِجتماع غیر کامل کا پہلا درجہ اہل قریہ کا اجتماع ہے اس کے بعد اہل محلہ کا اجتماع اسکے بعد محلہ کے ایک حصہ کا اجتماع ہے جس کو مقامی اجتماع کہنا چاہئے اسکے بعد اہل خانہ کا اجتماع ہے اور یہ آخری اجتماع اوپر کے تمام اجتماعات کی نسبت بہت قلیل ہوتا ہے اور محلہ اور قریہ دونوں کا اتفاق شہر کے اتفاق کا ضمیمہ اور اسی کے ساتھ ملحق ہوگا کیونکہ قریہ شہر کا تابع اور از روئے مقام اس سے علیحدہ ہوگا اور محلہ خود نفس شہر کا ایک حصہ ہوگا پھر اس محلہ کے خاص اور معین حصے ہونگے اور پھر ان حصوں میں جو مکان ہونگے وہ ان حصوں کے اجزا ہونگے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس سلسلے سے یہ سب اجتماعات اجتماع اہل شہر کے ذیل ہونگے گویا اس شہر کا اِجتماع

اجتماع کامل کی تینوں قسموں اور ان کی تعریف

اجتماع غیر کامل کے مدارج

کل اجتماعات اہل شہر کے اجتماع کے ذیل میں ہیں

فوقانی اور صدر اجتماع ہوگا اور یہ سب اُس کی شاخیں ہونگی اور تحتانی کہلائنگی مگر کمال تمدن کا حصول بغیر اس صدر اجتماع کے ممکن نہیں یعنی جب تک اہل شہر مجتمع و متفق ہوکر باہم ایک دوسرے کی اعانت نہ کریں اس وقت تک انسان کے علمی و عملی کمالات کا مجموعہ (جو کمال تمدن یا تمدن فاضل کا شیرازہ ہے) مہیا ہوکر تمدن فاضل کا استقرار اپنے مرکز پر نہیں ہوسکتا حالانکہ اسلام کا بڑا مقصد یہی ہے کہ تمدن عظمیٰ (جس کی ایک شاخ مدینہ فاضلہ ہے) حاصل ہو قرآن مجید نے تمام عالم میں بہ آواز بلند تمدن عظمیٰ کی دعوت و ہدایت شائع فرمادی اور بتادیا کہ مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک جتنے انسان ہیں وہ سب بلا امتیاز بالکل ایک ہوجانے کے قابل ہیں اور ایک ہوجانے کے قابل کیا بلکہ ایک ہوجانا اون کا انسانی فرض اور اُن کی خلقت و کثرت کی اصلی غرض ہے جس کا نتیجہ اجتماع عظمیٰ ہے اور یہ اجتماع عظمیٰ تمام دنیا کی حکمت و فلسفہ کا مقصد کبریٰ ہے یہ دعوت و ہدایت کئی آیتوں میں ہے منجملہ اُن کے ایک آیت یہ ہے کہ
تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ الآیۃ[1] اور ایک یہ ہے کہ اِنَّ ھٰذِہٖ اُمَّتُکُمْ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً وَّاَنَا رَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْنِ[2] اور روئے زمین کے تمام بنی آدم میں اس اتحاد کے وجود اور وقوع کی خبر بھی دی چنانچہ فرمایا کَانَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً جس سے یقین ہوتا ہے کہ بنی آدم کا ایک مبارک زمانہ

---

[1] آؤ ایسی بات کی طرف (جو عمل آوری کی رو سے) ہم میں اور تم میں وہ بات مساوی درجہ پر ہے (یعنی تمام بنی آدم اسکی عمل آوری میں برابر ہیں) وہ بات یہ ہے کہ بجز اللہ تعالیٰ کے اور کسی کی عبادت نہ کریں الآیۃ

[2] تمھاری یہ ملت و امت ایک ہی ملت و امت ہے اور میں تمھارا پروردگار ہوں پس میری اطاعت کرو

تمدن عظمیٰ کے قائم کرنے کیلئے انبیاء کی بعثت

اس اجتماع عظمےٰ پر گزرا ہے مگر جب اُن کے ایسے اجتماع کا شیرازہ ٹوٹ گیا اور باہم پھوٹ پڑگئی تو رحمت الٰہی نے پھر اسی اجتماع کے مرکز پر اُن کے عود کرانے کیلئے انبیاء بھیجے جن کے ساتھ اس اجتماع عظمےٰ کی جانب عود کرنے کے عمدہ نتائج کی بشارت اور تفرقہ و اختلاف کے بُرے نتائج کی تخویف تھی چنانچہ ارشاد فرماتا ہے فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۝

خلاصہ یہ کہ اسلام کی ابتدا سے برابر یہی کوشش رہی ہے کہ اپنے تمدن عظمیٰ کی وسعت میں مدینۂ فاضلہ کی پوری تعداد جمع کرلے جس کی کوشش کا عمدہ اور کامل نتیجہ دورۂ محمدیہ علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات میں ظاہر ہوا۔

باب (۳)

مدینۂ فاضلہ کی تعریف اور تمدن عظمیٰ اور مدینۂ فاضلہ بعثت نبوی کیساتھ ہوئے ہیں

دور محمدیہ اور دور خلفائے راشدین کے تمدن عظمیٰ کا بیان

عصر نبوی میں جہاں تک مسلمان تھے اُن کا مقصد باہم بالکل ایک تھا اور ان کا باہمی اتحاد اور ان کی باہمی موافقت و اعانت بالکل برادرانہ تھی اس عہد مبارک سے بڑھکر اگلے اور پچھلے کسی زمانہ میں کہیں مدینۂ فاضلہ کا وجود نہیں ہوا تھا دنیا کے روبرو ہاتھ جوڑکر اور دنیا کی خدمت کرکے مدینۂ فاضلہ حاصل کیا جاتا تھا تو یہاں دنیا کو اپنا پائمال کرکے مدینۂ فاضلہ حاصل کیا گیا جسکے روبرو دنیا اپنے کو خاک آلود کرکے ناک رگڑتی تھی مگر یہ عصر مبارک اُس کی طرف اپنے گوشۂ نگاہ سے بھی ملتفت

لہ پھر جب اس مذکورہ اتفاق سے ان میں اختلاف پیدا ہوا تو اللہ تعالیٰ (اس اختلاف کے رفع کرنے کیلئے) پیغمبر بھیجے۔ جو خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے تھے۔

نہیں ہوتا تھا دنیا اون کے ہاتھوں کا میل بنتی تھی مگر اُن کے قلب نفیس و سلیم میں ہرگز کسی وقت اس کو جگہ نہیں ملتی تھی اسی لئے لکھا ہو کہ کانَتِ الدُّنْیَا فِی اَیْدِیْهِمْ لَافِی قُلُوْبِهِمْ اس عصر مبارک کے بعد عصر خلافت ہے جو بالکل اس عصر مبارک کا خلف ہے عصر نبوت کا مدینہ فاضلہ تمدن عظمیٰ کے درپے طلب تھا جو عصر خلافت میں نہایت خوبی کے ساتھ حاصل ہو گیا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت فاروق اعظم اور حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم (جو آیندہ جانشین نبوت ہونے والے تھے اور اُن کے سوا دوسرے تمام صحابہ کرام خلافت کے مشیر و وزیر اور اسکے معاون و مددگار تھے اور سب کا مقصد بالکل ایک تھا اسی طرح حضرت فاروق اعظم اور حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہما اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بھی سب باہم متحد المقصد اور ایک دوسرے کے سچے ہمدرد تھے اور تمام دنیا کو اپنا متحد اور متفق الکلمہ بنائے ہوئے حکومت کرتے تھے جو لوگ اہالیان عصر نبوت (یعنی صحابہ کرام) کے ہمعصر اور تابع تھے ان کو تابعین کہتے ہیں ان تابعین نے اپنے کو بالکل صحابہ کرام کا تابع و ملحق بنا دیا تھا اور وہی (اتباع والحاق) اُن کا مایۂ فخر و ناز تھا اور اس وقت تمام دنیا میں یہی صحابہ کرام اور تابعین عظام اسلام کی عالمگیر فتوحات کے عمائد و اراکین اور مرجع خاص و عام تھے۔ تمام لوگوں نے اپنے مقاصد کو بالکل ان کے مقصد کے ساتھ وابستہ کر رکھا تھا۔ حتی کہ ان کی سیاست کو مثل شہد خوشگوار گوارا کر لیتے تھے جب عصر نبوت کا

خلفائے راشدین و التابعین کے انقلاب کا دور مرتبہ اولیٰ

ا۔ دنیا صرف ان کے ہاتھوں میں تھی نہ ان کے دلوں میں (یعنی ان کے دلوں میں اس کو کچھ وقعت نہ تھی

مدینہ فاضلہ ان تمدن عظمیٰ پر نہیں ہوا تو اس امتداد میں اس دورہ کی اعمار طبعیہ (یعنی
طبعی عمریں) کچھ تو پوری ہوئیں اور کچھ پوری ہونے کو تھیں جو عنقریب پوری ہوگئیں
اور زمانہ کا انقلاب دوسرے پہلو پر ہوا صحابہ اور تابعین کا رنگ تو ضرور
اس انقلاب میں تھا مگر وہ (رنگ) جو ہر صحابہ و تابعین کا عکس تھا اور ظاہر ہے
کہ اصل و عکس میں بڑا فرق ہوتا ہے اب یہ تمدن عظمیٰ اپنا محافظ نہ ہونے کی وجہ سے
مدینہ فاضلہ کی جانب مائل و نازل ہوا مگر اس تنزل میں بھی اس کا کوئی مقابل
وہمسر نہ ہو سکا کیونکہ مدینہ فاضلہ ہر جگہ اس تمدن عظمیٰ کی شاخ تھی لہذا اس میں
اپنی اصل کے اثر ضرور ہوتے تھے جس کی وجہ سے اوروں کو ان کے روبرو
ٹھہرنے کی تاب و طاقت نہیں ہو سکتی تھی خلاصہ یہ کہ اس تمدن عظمیٰ کے بعد اب
کمال تمدن کا دارومدار مدینہ فاضلہ پر ہے اور جس ملک کے باہمی اجتماع واتفاق
کا مقصد یہ ہو کہ اس اجتماع واتفاق سے وہ لوگ علمی اور عملی کمالات وسعادات
کی تحصیل وتکمیل میں ایک دوسرے کی اعانت کریں تو اس کو مدینہ فاضلہ کہتے
ہیں اور اس اجتماع کو اجتماع فاضل اور اس ملک کے تمام شہروں کی اس امت کو
جو سب کی سب یکدل ہو کر اس طرح کی باہمی اعانت کرتی ہے امت فاضلہ کہتے
ہیں اب اس کے بعد ایک بہت بڑی اصولی اور نافع و مفید بات قابل
اظہار ہے وہ یہ کہ اسلام سے بڑھ کر کوئی سامان دنیا میں مدینہ فاضلہ کے حاصل
ہونے کا نہیں ہو سکتا اسلئے کہ آنحضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی بعثت کا مقصد خود یہی ہے کہ آپ اخلاق کو (عام ازینکہ وہ فرداً فرداً اشخاص
سے متعلق ہوں جس کو تہذیب اخلاق کہتے ہیں یا گھر کے چند مجتمع افراد سے

خلفائے راشدین کے بعد تمدن عظمیٰ کا تبادلہ مدینہ فاضلہ سے ہوگیا

مدینہ فاضلہ وغیرہ کی تعریف

مدینہ فاضلہ کے حصول کا ۱۱

جس کو تدبیر منزل کہتے ہیں یا اُن کے اجتماع نوعی سے گو وہ کسی تعداد میں ہو جس کو تمدن کہتے ہیں) ان کے انتہائی کمال پر پہنچادیں چنانچہ خود آپ نے حدیث بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ میں اسکی خبر دی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آیت وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ۔ ظاہر فرمادیا ہے کہ آپ کے اخلاق صرف مدینہ فاضلہ کے نہیں بلکہ تمدن عظمیٰ کے جاذب تھے آپ کے لئے اس تمدن کے حاصل کرنے کا بہت بڑا ساز و سامان یہی اخلاق نبوی تھے جس کے رو برو عرب جیسی خونخوار اور جنگ جو اور سنگ دل قوم مطیع و مسخر بن کر اپنی قوم بلکہ اپنے ماں باپ کو آپ پر فدا کردیا۔

غرض یہ کہ آپ خود اپنی بعثت میں تمدن عظمیٰ اور مدینہ فاضلہ لے آئے تھے۔ جس کو ظاہر فرمادیا اور ثانیاً آپ کی شریعت جن جن مقاصد و علوم کو حاوی ہے اُن میں اخلاق اور تدبیر منزل اور تمدن کی وضع بالکل فطرت کی موافق ہے جس سے عند المقابلہ مخالف کو بھی ہرگز انکار کی گنجایش نہیں ہوسکتی اس صورت میں مدینہ فاضلہ کا حصول اور بعد حصول اس کی بقا اور اُس کا استحکام جس طرح کہ بذریعہ اسلام نہایت عمدگی اور پائداری سے حاصل ہوگا اس طرح کسی اور ذریعہ سے حاصل نہیں ہوسکتا اور اگر کسی نے حاصل کیا ہے تو وہ بھی اسی اسلامی اخلاق کے ذریعہ حاصل کیا ہے (اس طور پر کہ انکے اخلاق بھی اسلامی اخلاق کے مطابق ہوں) اس لئے کہ اُن اسلامی اخلاق کا حاصل کرنا جو معاشرت سے متعلق ہوں بلا اسلام بھی ممکن ہے اور ثالثاً مقاصد مدنیت آپ کی نبوت کے جزو اعظم تھے آپکی

تمدن عظمیٰ اور مدینہ فاضلہ خود بعثت نبوی کا نتیجہ تھا

تمدن کا حصول بغیر اسلامی اخلاق کے ناممکن ہے

لے میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ تا عمدہ اخلاق کی تکمیل کروں ۲ے بلاشبہ آپ عظیم الشان اخلاق پر قائم ہیں

نبوت ایسی نہیں تھی جو کسی سلطنت کو اپنا باز وئے تبلیغ بنائے ہوئے تبلیغ کرتی ہو بلکہ خود سلطان السلاطین بنکر احکام آلہی کی تبلیغ اور ان کا نفاذ فرماتی تھی بناءً علیہ یہ ہمہ جو وہ تمدن عظمیٰ اس نبوت مبارک کے گھر کا سامان تھا۔

اب اس اصول سے ہم کو یہ نتیجہ نکالنا ہے کہ تمدن ہمارے دینی گھر کا اصلی سامان ہے لہذا ہم کو اُس کے حاصل کرنے میں اور کہیں جانے کی مطلق ضرورت نہیں اوروں نے خود اس کا سبق ہم سے سیکھا ہے پھر افسوس ہے کہ ہم اپنے تعلیم یافتہ سے تعلیم پائیں اور اپنے گھر کے سامان سے اجنبی بن جائیں۔

ہماری اسلامی تالیفات کے سلسلہ میں تمدن فاضل پر جو تالیفات ہوئی ہیں وہ ہمارے لئے بالکل کافی ہیں ہم اُن کی رہبری سے تمدنی معاملات میں جو چاہیں کرسکتے ہیں یہاں تک کہ مدینۂ فاضلہ کو اپنے جیب و گریباں میں لے سکتے ہیں

باب (۴)

حکمت عملی اور اُس کے تینوں اقسام (یعنی تہذیب اخلاق و تدبیر منزل و تمدن) کی تعریف و ترتیب میں

تہذیب اخلاق اور تدبیر منزل اور تمدن کے بیان کا آغاز

اس مقصد کیلئے پہلے تہذیب اخلاق کا اُس کے بعد تدبیر منزل کا پھر تمدن کا نہایت مختصر نمونہ عرض کیا جاتا ہے یہ تینوں حکمت عملی کی قسمیں ہیں اور حکمت عملی نفس ناطقہ کے احوال معلوم کرنے کو کہتے ہیں تا اُس علم کے ذریعہ آدمی بُرے اخلاق و اطوار سے اجتناب کرے اور عمدہ اخلاق و اوضاع کا پابند رہے اور اُسکی دنیا و آخرت خوب سنور جائے اگر اس حکمت کا تعلق فرداً فرداً ایک ایک

حکمت عملی کی تعریف

تہذیب اخلاق وغیرہ کی ترتیب

ذات سے ہوگا تو اُس کا نام تہذیبِ اخلاق ہوگا اور اگر وہ شرکت کے
ساتھ ایک جماعت سے متعلق ہوگی تو اس کو تدبیرِ منزل اور سیاستِ مدن
یا تمدن کہینگے مگر تدبیر منزل صرف ایک گھر کے اشخاص سے متعلق ہوگی
اور تمدن تمام ملک کے اشخاص سے اور تمدن کے تعلقات اور اسکے کاروبار
نہایت وسیع ہونگے اور چونکہ تمدن ایک بہت بڑی شرکت اور باہمی تعلقات
کا نام ہے لہذا ضرور ہے کہ پہلے شرکاء اور متعلقین فرداً فرداً شایستہ اور مہذب
ہوجائیں تاکہ تدبیر منزل اور تمدن کا شیرازہ مضبوط اور مربوط اور حالت منتظمہ میں ہو
اس بناء پر محافظ تمدن کی پہلی نظر تہذیب اخلاق پر ہوتی ہے تا اُس سے
لوگوں کی خانگی معاشرت درست ہے اور نیز آئندہ نسلوں کو تعلیم اخلاق دینے
والی ہو اور اس سے مہذب طبقات تیار ہوں اور ملک مامون اور ملک
کے سیاستی صیغہ کی مصروفیت اکثر و اغلب صرف آئندہ محافظت کی تدابیر
میں ہو اور جرائم کی کثرت وقوع سے وہ مطمئن اور فارغ ہو اور یہ مہذب
طبقے ادھر اپنے وعظ و نصیحت و تعلیم سے ملک و ملت کے ہادی بنیں اور
اودھر سلطنت کے خادم و معاون رہیں جب یہ تہذیب شائع ہوگی تو اس
سے خواہ مخواہ ان مہذب طبقات میں اپنی قوم و سلطنت کے لئے بہت
بڑی غیرت و حمیت قائم ہوجائے گی جس کے متعدد کام ہوں گے اور ان
سب کا اصول یہ ہوگا کہ ملکیوں کو وہ بالکل اپنا بھائی سمجھیں گے اور
سلطنت کو (جسکے آغوش تربیت میں وہ پرورش پا رہے ہیں) اپنا باپ
اور مربی جانیں گے اور احاطۂ ملک کو اپنا گھر اور بالفعل اور آئندہ کیلئے

اس (غیرت وحمیت) کے جو فوائد ہونگے منجملہ اُن کے ایک بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ ملک کے بدخواہوں اور بد اندیشوں کی ہمتیں ہمیشہ کے لئے پست رہینگی۔

تہذیب اخلاق کا مختصر نمونہ

خلاصہ یہ کہ تہذیب اخلاق سے تدبیر منزل کی جانب ترقی ہوتی ہے اور وہاں سے قصر تمدن پر عروج ہوتا ہے اور اس عروج و ترقی سے نفس کو اس کا کمال مطلوب حاصل ہو جاتا ہے اب اس کے بعد پہلے تہذیب اخلاق کا مختصر نمونہ عرض کیا جاتا ہے۔

باب (۵)

تہذیب اخلاق کے تمہیدی مضمون میں

تہذیب اخلاق

نفس ناطقہ کی دو قوتیں

حکمت طبعی کے بہت سے مباحث میں سے ایک بحث علم نفس کی ہے جس میں یہ امر طے ہو چکا ہے کہ انسان کی نفس ناطقہ کو خدائے تعالیٰ نے دو قوتیں دی ہیں ایک قوت ادراک دوسری قوت تحریک اور ان دونوں قوتوں میں سے ہر ایک قوت میں دو شاخیں رکھی ہیں۔

قوت ادراک کی دو شاخیں

قوت ادراک کی ایک شاخ تو عقل نظری ہے جو تحصیل علوم کا ذریعہ ہی اور اس کی دوسری شاخ عقل عملی ہے جو عقل نظری کے حاصل کئے ہوئے علم پر عمل کرنے کی تحریک اور تائید کرتی ہے اور اسی طرح قوت تحریک میں دو شاخیں رکھی ہیں ایک قوت غضبی جس سے تمام غیر مناسب اور غیر موافق اُمور کی

قوت تحریک کی دو شاخیں

مدافعت ہوتی ہے اور دوسری قوت شہوانی جس سے تمام موافق اور قابل پسند امور کا جذب ہوتا ہے۔ جتنی جسمانی قوتیں ہیں چاہیئے کہ وہ سب قوت ادراک کے ماتحت اور اُس کے محکوم رہیں اور یہ قوت جس کام کو عمل کے لئے پسند کرے تمام قوائے جسمانی اس کام پر پیش قدمی کریں اور اُس کے ناپسندیدہ امر سے دور رہیں جب تمام قوائے جسمانی اس طرح سے قوت ادراک کے ماتحت ہونگے تو مملکت وجود انسانی کے تمام کاروبار انتظام کے ساتھ جاری رہیں گے اور جب قوائے جسمانی سے کسی قوت نے قوت ادراک کی عدول حکمی کی تو اس مملکت کے انتظام میں خلل واقع ہو جائے گا **غرض** یہ کہ قوت ادراک اور قوت تحریک کی تہذیب واصلاح پر انسانی کمال کا مدار ہے جس کا مختصر بیان یہ ہے کہ عقل نظری کی تہذیب سے (جو قوت ادراک کی پہلی شاخ ہے حکمت حاصل ہوتی ہے اور عقل عملی کی تہذیب سے (جو اسی قوت کی دوسری شاخ ہے) عدالت پیدا ہوتی ہے اور قوت غضبی کی تہذیب سے (جو قوت تحریک کی ایک شاخ ہے) شجاعت کا اور قوت شہوانی کی تہذیب سے (جو اسی قوت کی دوسری شاخ ہے) عفت کا وجود ہوتا ہے۔

تمام جسمانی قوتوں کی تہذیب سے حکمت اور عدالت وغیرہ کا ظہور

حکمت عملی کی پہلی قسم (یعنے علم اخلاق) انھیں چار فضیلتوں پر (جو تمام اخلاق کے اصول اور منشا ہیں) مشتمل ہے یہ چاروں فضیلتیں اخلاق کے جنس واصول ہیں جن میں سے ہر ایک کے تحت میں بہت سے انواع وفروع ہیں مگر ان انواع وفروع کے ذکر سے پہلے ان چاروں میں سے ہر ایک کی ماہیت وحقیقت لکھنی ضروری ہے لہذا حسب نقشہ ذیل انکی ماہیت عرض کیجاتی ہے

اصول اخلاق

تمام اخلاق حسنہ کے اصول چار ہیں

حکمت ۱ شجاعت ۲ عفت ۳ عدالت ۴

حکمت کی تعریف

حکمت اُس فضیلت نفسانیہ کا نام ہے جس سے بقدر طاقت بشری موجودات کے واقعی احوال معلوم ہوں اور افعال و اعمال و اقوال کمال اعتدال پر قائم ہو جائیں

شجاعت کی تعریف

اور **شجاعت** وہ ہے کہ قوت غضبی نفس ناطقہ کی محکوم اور مسخر بن جائے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ غضب کی یہ مہذب قوت تنزل و انحطاط سے اپنے کو بچا کر اندیشناک مقامات میں ثابت قدم رہتی ہے اور ہرگز متزلزل نہیں ہوتی اور اسی طرح افراط و غلو سے بھی اپنے کو محفوظ رکھ کر پختہ رائے کی پابند اور اسی کے موافق عمل آور رہتی ہے اور کبھی بے محل جراءت اور بے جا پیش قدمی نہیں کرتی۔

عفت کی تعریف

اور **عفت** وہ ہے کہ شہوانی قوت نفس ناطقہ کی مطیع ہو جائے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس اطاعت سے قوت شہوانی کا تصرف بالکل عقل کے موافق ہوگا اور ہوا پرستی کی قید سے آزادی کا اثر اس میں ظاہر ہوگا۔

عدالت کی تعریف

اور **عدالت** وہ ہے کہ یہ سب قوتیں باہم متفق ہو کر قوت ممیزہ عقلیہ کے امتثال حکم کریں جس کا ثمرہ یہ ہے کہ مختلف قوتوں کی باہمی کشش اور طرح طرح کی نفسانی خواہشوں سے آدمی متحیر و پریشان نہیں ہوتا بلکہ جب اسکی سب قوتیں قوت عقلیہ کی تابع ہونگی تو بھلی اور بری میں وہ تمیز کریگی جس کی وجہ سے آدمی کے تمام کام انصاف اور اعتدال کی رو سے صادر ہونگے اور ہمیشہ اسکو سکون اور اطمینان حاصل رہے گا۔

باب (٦)

اُصول اخلاق کے فروع میں

اب ان اصول اخلاق میں سے ہر ایک کے تحت میں بہت سی فروع ہیں مثلاً حکمت کے تحت میں بہت سی انواع ہیں جن میں سے سات نوع بہت مشہور ہیں ان سات نوع کی تفصیل نقشہ ذیل میں ہے:-

ذکاوت	سُرعتِ فہم	صفائی ذہن	سہولت تعلّم
حسن تعقّل	تحفّظ	تذکّر	

سہولت تعلم یعنی آسانی سے کسی بات کا پالینا حسن تعقل یعنی ہر مطلب کے سمجھ لینے میں نہ اُس مطلب کے مقررہ حدود سے گھٹے اور نہ بڑھے تحفظ یعنی علم کا خوب منضبط کرلینا اس طور پر کہ اس کی صورتیں ذہن سے فوت نہ ہو جائیں تذکر یعنی علم حاضر اور شجاعت کے تحت میں حسب نقشہ ذیل گیارہ اخلاق ہیں

کبرِ نفس	نجدت	عُلوِّ ہمت	ثبات
حِلم	سکون	شہامت	تحمّل
تواضع	حمیت	رقّت	

کبر نفس نفس کی سیری اور بے پروائی کا نام ہے نجدت یعنی بڑی بڑی سختیوں

میں نفس کی ثابت قدمی کا پورا بھروسہ علوئے ہمت اس کو کہتے ہیں کہ محبوب حقیقی اور کمال نفسانی کی طلب میں دنیا کے منافع اور مصائب کا ہرگز خیال نہ ہو حتی کہ موت سے بھی نہ ڈرے ثبات یعنی مصیبتوں اور سختیوں کے ساتھ مقابلہ کی قوت حلم یعنی نفس کا سکون جس سے آدمی کبھی مغلوب الغضب نہ ہو سکون لڑائیوں کے موقعہ پر وقار کے استعمال اور سبکی سے اجتناب کرنے کو کہتے ہیں شہامت یعنی دنیا کی نیکنامی اور آخرت کی کثرت ثواب کے حاصل اور قائم کرنے کی غرض سے بڑے بڑے سنگین امور کے حاصل کرنے پر نفس کی حرص تحمل یعنی فضائل و کمالات حاصل کرنے کے لئے آلات جسمانی کی مشقت گوارا کرنے کی قوت تواضع وہ ہے کہ اپنے سے کم مرتبہ لوگوں پر اپنے کو فضیلت نہ دے حمیت وہ ہے کہ حرمت دین کی حفاظت میں سستی جائز نہ رکھے رقت یعنی بلا ظاہری اضطراب اور جزع و فزع کے ہم جنسوں کی غمگینی سے متاثر ہونے کی استعداد۔ اور عفت کے تحت میں حسب ذیل بارہ اخلاق ہیں:۔

حیا	رفق	حسن ہدیٰ	مسالمت	دعت	صبر
قناعت	وقار	ورع	انتظام	حریت	سخاوت

حیا یعنی شرم رفق یعنی مدارات اور نیکی کرنے سے نفس کا انکار نہ کرنا بلکہ مدامی طور پر اس کا مداراتی عمل جاری رکھنا حسن ہدیٰ یعنے عمدہ روش کے لئے نفس کی کامل رغبت مسالمت اولوالعزمی کے ساتھ فیمابینی اختلاف کی برداشت کرنے کو کہتے ہیں دعت یعنی شہوت کے وقت نفس کا سکون صبر یعنے غیر

مناسب طلب کے ساتھ نفس کا مقابلہ اور اس کی مدافعت **قناعت** یعنی کھانے پینے اور پہننے اور اُن کے علاوہ اور تمام دنیوی لذتوں کو خوار و حقیر جانکر صرف قدر ضرورت پر اکتفا کرنی۔ **وقار** یعنی مضطربانہ حرکت سے اِجتناب **ورع** یعنی نیک کاموں پر مداومت کرنی **انتظام** یعنی قابلیت اور مصلحت کے موافق تمام امور کو معین کرنے کی استعداد **حریت** یعنی عمدہ صورتوں سے مال حاصل کرنے اور عمدہ مقامات میں اُس کے صرف کرنے کی قدرت اور مال پیدا کرنے کی بُری صورتوں سے اور اس کو بُری جگھوں میں خرچ کرنے سے رُکنا **سخاوت** مال کے بر محل خرچ کرنے سے مطلق بار نہ ہونے کو کہتے ہیں۔

شجاعت سے سخاوت کا پیدا ہونا

ہر چند سخاوت خود عفت کی ایک نوع ہے مگر باوجود اس کے اُس کے تحت میں بھی بہت سے انواع ہیں جس کے ذکر سے طوالت ہوتی ہے اور اس مقام میں اختصار منظور ہے اور چونکہ شجاعت میں آدمی کے نزدیک جان کی (جس سے بڑھ کر کوئی چیز عزیز و نفیس نہیں) قدر نہیں ہوتی لہذا مال کی (جو جان کے برابر عزیز و نفیس نہیں) اُس کے پاس کب قدر ہوگی۔ اس لئے اخلاق کی معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ شجاعت سے اکثر و اغلب سخاوت کا ملکہ پیدا ہوتا ہے اور اس کا خلاف بالکل نادر یعنی قلیل الوقوع ہے اور عدالت کی بھی حسب نقشہ ذیل بارہ نوع ہیں۔

عدالت کی بارہ نوع

صداقت	الفت	وفا	شفقت
صلہ رحم	مکافات	حسن شرکت	حسن قضا
تودد	تسلیم	توکل	عبادت

صداقت اُس سچی خالص اور بے غرض دوستی کو کہتے ہیں جس میں از روے معاملہ دوئی اور مغائرت باقی نہ رہے۔ الفت باہمی اعانت پر پورے اتفاق اور اوس (اعانت) کی عادت طبعی بن جانے کا نام ہے وفا ہمدردی اور ادائے حقوق کو کہتے ہیں شفقت کسی کی تکلیف سے خود متاثر اور رنجیدہ ہونے اور اس کی تکلیف دور کرنے پر اپنی پوری ہمت صرف کرنے کو کہتے ہیں صلہ رحم اپنی ثروت وراحت میں قرابت داروں کو شریک کرنے کا نام ہے مکافات کسی کے احسان کا عوض اوس کے برابر یا اوس (احسان) سے زیادہ کرنے کو اور کسی کی برائی کا بدلہ اوس کی بُرائی سے کم کرنے کو کہتے ہیں حسن شرکت شرکاء کو اپنے معاملات سے تاامکان راضی رکھنے کا نام ہے مگر شرط یہ ہے کہ معاملات قانون عدالت کے موافق ہوں حُسن قضا عمدگی کے ساتھ حقوق ادا کرنے کو کہتے ہیں تودد مناسب اور عمدہ ذرائع (جیسے خوش کلامی اور مدارات وغیرہ) سے (جو جذب محبت کے اسباب ہوں) لائق لوگوں کو دوست بنانے کا نام ہے تسلیم احکام الٰہی اور سنت نبوی پر اور ائمہ شریعت اور مشائخ طریقت کے عادات واوضاع پر راضی ہونے کو اور اون کے بدل قبول کرنے کو کہتے ہیں گو وہ اپنی طبیعت کے موافق نہ ہوں توکل اوس کو کہتے ہیں کہ جو امور قدرت انسانی کے تفویض نہیں ہوے ہیں اور اون میں کسی طرح انسانی تصرف کو گنجائش نہیں ہو سکتی اون امور میں اپنی طرف سے زیادتی اور کمی اور جلدی اور دیری کی خواہش نہ ہو بلکہ اس طرح کے فضول خیالات کو دور کر کے ان امور کو بالکل خدائے تعالیٰ کے تفویض کر دے عبادت یعنی اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اسی طرح اس کے مقربوں (جیسے حضرت انبیا علیہم السلام اور ملائکہ

وصحابہ وتابعین واولیائے کرام کی تعظیم کرنی اور شریعت کے تمام احکام ماننے کو اپنا ملکہ بنالینا اور تقویٰ کو اور گناہوں سے بچنے کو اپنا لباس کرلینا۔

باب (۷)

فروعی اخلاق کے مجموعہ اور اصول اخلاق کے تصنع میں

اب اخلاق کے اصول چار اور اوس کے فروع تعداد مذکور الصدر کے حساب سے بیالیس (۴۲) ہوئے جن سے انسانی تکمیل ہوتی ہے اور جب سات سے سوا حکمت کی اور بہت سی انواع اور نیز سخاوت کی انواع کثیرہ جمع کی جائیں تو اخلاق کی تعداد بہت بڑھ جائیگی مگر یہ بیالیس جامع اخلاق ہیں جن کے ذیل میں تمام اخلاق آجاتے ہیں صرف ان بیالیس اخلاق میں انسان کا پختہ ہوجانا اوس کی تکمیل کے لئے کافی دوسرے تمام اخلاق جزئیہ کا محصل (یعنے حاصل کرنے والا) ہے یہ بیالیس (۴۲) ایسے ہیں کہ انھیں کے امتحان میں آدمی کامیاب ہوجاے تو وہ حکمت عملی کے انتہائی درجہ کا کامیاب مانا جائیگا اور اوس کو اولوالعزمی کا تمغہ دیا جائیگا یہ تعداد (یعنے بیالیس (۴۲) تو) گویا اخلاق کا ایک اصولی تعین ہے جس پر اخلاقی اعمال کا مدار ہے اور جس کے بغیر قصر عمل کا پایہ قائم نہیں ہوسکتا مگر حکماء نے لکھا ہے کہ جیسے اشخاص میں مزاج متفاوت ہوتے ہیں اور دو شخصوں کا ایک مزاج نہیں ہوسکتا بلکہ ہر ایک کا مزاج دوسرے سے خواہ مخواہ مخالف ہوتا ہے اسی طرح اخلاق بھی باہم مخالف ہوتے ہیں یعنی دو نفس کا ایک خلق نہیں ہوسکتا اس بناپر یہ

اخلاق جب ایک دوسرے کے ساتھ ملائے جائیں تو بے شمار اخلاق پیدا ہوں گے اخلاق کے یہ چار (مذکورہ) اصول گویا بحر محیط ہیں جن سے تفریع در تفریع کے بعد اخلاق کی بے شمار نہریں اور چشمے نکلتے ہیں اور چونکہ اصولاً وسعت میں بہت سی بناوٹوں اور نمائشوں کو پناہ گزیں ہونے کی گنجائش مل جاتی ہے لہذا اخلاق کے ان اصول اربعہ وسیعہ میں بھی بناوٹوں نے پناہ لی ہے اور اپنی نمائش آرائش و پیرائش مثل ان اخلاق کے کی ہے اور حالانکہ وہ صرف نمائش ہی نمائش ہی اور حقیقت سے بالکل عاری ہے جس سے علم اخلاق کے نہ جاننے والوں کو سخت دھوکہ ہوتا ہے لہذا ایسے اخلاق کا لکھنا بھی علم اخلاق کی تکمیل میں داخل ہے مثلاً فضیلت حکمت میں اس طور پر بناوٹ اور نمائش میں پناہ گزیں ہوتی ہے کہ بعض اشخاص بغیر تہذیب نفس کے صرف علوم کے مسائل و مطالب یاد کر لیتے ہیں اور جمع کیے ہوے نکات و دلائل اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جس سے وہ گروہ جو فراست سے عاری ہے تعجب کرنے لگتا ہے اور اون کا شیفتہ اور فریفتہ ہو جاتا ہے اور اون کو حکیم اور عالم سمجھتا ہے حالانکہ اون کا وہ بیان صرف زبانی جمع و خرج ہوتا ہی اور اون کے حال و قال میں حکماء اور علماء کی صرف نقل ہی نقل ہوتی ہی جیسے بندر اور طوطی کے افعال و اقوال میں آدمی کے افعال و اقوال کی محض نقل ہوتی ہے آج کل کے ریفارمر اور لکچرار اکثر اسی قسم کے ہیں جو اشاعت اسلام اور تہذیب اخلاق کی آڑ میں اپنے مقاصد پورے کرتے ہیں اسی طرح وسعت عفت میں بھی بناوٹ اور نمائش پناہ گزیں ہوتی ہے مثلاً نفسانی اغراض کیلئے دنیا کی لذتوں سے اعراض کر کے اپنے کو زاہد بنا لیتے ہیں اور اس بناوٹ کے علاوہ یوں بھی ہوتا

ہے کہ لذت دنیویہ سے واقف نہ ہونے (جیسے کہ پہاڑیوں کے رہنے والوں یا شہر سے بالکل دور دراز کے مقام والوں کا حال ہے) یا ان لذات سے انکو ضرر پہنچنے یا اون کے سوا اور ...... وجوہ سے وہ لذات دنیویہ سے باز رہتے ہوں ایسے لوگ عفیف (یعنے صاحب عفت نہیں) ہوسکتے علی ہذا وسعت سخاوت میں بھی نمایش ہوتی ہے اس طرح پر کہ صرف نفسانی خواہشات سے محظوظ ہونے کی غرض سے یا ظاہرداری اور دکھاوٹ کے لئے یا جاہ وجلال کے بڑھانے اور مشہور کرنے کے لئے یا دفع ضرر کے لئے مال خرچ کیا جائے یا بے محل خرچ کیا جائے یا مال کی بیقدری کی وجہ سے مال اڑادیا جائے یہ سب صورتیں صرف از روئے صورت سخاوت ہیں نہ از روئے حقیقت حقیقتِ سخاوت تو وہ ہے کہ اوس میں کوئی غرض نہ ہو بلکہ اوس (سخاوت) کا صدور ایک عمدہ استعداد کی وجہ سے ہو جو بذاتہ مطلوب ہے اسی طور پر شجاعت کی وسعت میں بھی بناوٹ کو مداخلت ہوتی ہے مثلاً ڈاکو اور شہدے جو بے حیائی سے رات دن بازاری لڑائیوں میں مصروف رہتے ہیں اور اسی طرح وہ لوگ جو صرف کسی حرص اور طمع کی وجہ سے خطرناک لڑائیوں اور اندیشناک کاموں پر اقدام کرتے ہیں تا اپنے سفلہ اور رذیل ہم جنسوں میں نام پیدا کریں اس قسم کے لوگ شجاع نہیں ہوسکتے ان نمائشوں اور ان بناوٹوں نے اخلاق اربعہ کی وسعت میں اپنی کامیابی جو چاہی ہے وہ ایک عداوت مخفیہ ہے جو نہایت دھوکہ دینے والی ہے اور جس کا ضرر اخلاق اربعہ تک سرایت کرتا ہے اور گویا اخلاق اربعہ میں یہ خفیہ مداخلات ہیں مگر ان مداخلات کے علاوہ خود ظاہر طور پر اخلاق اربعہ میں سے ہر ایک کے مطابق علیحدہ علیحدہ ایک ایک خُلق رذیل ہے۔

اصول اخلاق کے نقیض الخ

باب (۸)

اخلاق حمیدہ کے نقیض اخلاق ہیں

چنانچہ حکمت کے مقابل جہل اور شجاعت کے مقابل جبن یعنی نامردی اور کم ہمتی اور عفت کے مقابل شرہ یعنے غایت حرص اور عدالت کے مقابل جور یعنی ظلم اور حد سے تجاوز کر جانا اخلاق رذیلہ کی یہ تعداد ظاہری طور پر ہے مگر بخلاف اسکے باریک بینی سے ظاہر ہوتا ہے کہ فضائل اربعہ میں سے ہر ایک فضیلت کیلئے ایک حد ہے جب اوس حد سے بڑھیں یا گھٹیں تو وہ فضیلت رذیلت (یعنی خصلت بد) بنجاتی ہے اس بنا پر فضائل اخلاق اوساط (یعنی متوسط و معتدل امور) کے مرتبہ میں اور رذائل اخلاق اطراف (یعنے حد سے بڑھے ہوے یا گھٹے ہوے امور) کے درجہ میں ہیں اور اطراف کا کوئی حد نہیں اسلئے چاروں اخلاق میں سے ہر ایک خلق کے مقابل بے انتہا اخلاق رذیلہ ہونگے مگر چونکہ حد کی دو جانب ہوتے ہیں ایک جانب افراط اور ایک جانب تفریط لہذا ہر ایک جانب کیلئے ایک خلق رذیل کا تعین کرنا ضروری ہے مگر یہ تعین ہر ایک جانب کی بے انتہائی کا مانع نہیں اس لئے کہ ان دو (افراط و تفریط کی) جانب میں سے کوئی جانب محدود نہیں مگر البتہ جیسے کہ فضائل اربعہ اخلاق فاضلہ کے اصول ہیں اسی طرح ہر فضیلت کے مقابل دو دو اخلاق رذیلہ کے حساب سے فضائل اربعہ کے مقابل آٹھ اخلاق رذیلہ جو ہوں گے وہ بھی اخلاق رذیلہ کے اصول ہونگے جن کی تفصیل یہ ہے

فضیلت حکمت کے مقابل دو اخلاق رذیلہ ہیں ایک سفہ دوسرا بلہ
حدود حکمت سے جب افراط کی طرف تجاوز ہوتا ہے تو اوس کو سفہ کہتے ہیں
یعنی قوت فکر کو بیجا استعمال کرنا یا جہاں تک اس کے استعمال کی حد ہے اوس سے
قوت فکر کو بڑھا دینا اور جب حدود حکمت سے تفریط کی طرف گھٹاؤ ہوتا ہے تو
اوس کو بلہ کہتے ہیں یعنی قوت فکر کو بالکل بیکار کر دینا اور جہاں قوت فکر کا
استعمال لازمی ہے وہاں اس کا استعمال ترک کر دینا یا جس مقدار میں اس کا استعمال
کرنا ہے اوس میں کوتاہی کرنی۔ اور اسی طرح فضیلت شجاعت کے مقابل دو رذیلہ
اخلاق ہیں ایک تہور اور ایک جبن۔ تہور (یعنے بے دھڑک پیش قدمی کرنی)
شجاعت کی افراط سے پیدا ہوتا ہے اور جبن (یعنے بزدلی) اوسکی تفریط سے اور
علیٰ ہذا فضیلت عفت کے مقابل بھی دو بُرے اخلاق ہیں ایک شرہ اور
ایک خمود۔ شرہ یعنے شہوتوں کی طرف بے اندازہ میلان اعفت کی حد سے بالکل
متجاوز و خارج ہو جانے سے ...... اور خمود (یعنے نفس کو اوس کی طلب جائز سے
بھی روک دینا) وسط عفت سے بڑھ جانے کے باعث پیدا ہوتا ہے اور فضیلت
عدالت کے مقابل بھی دو مذموم اخلاق ہیں ایک ظلم (یعنے لوگوں کے حقوق
واموال میں تصرف کرنا) جو عدالت کو چھوڑکر جانب افراط بڑھ جانے سے پیدا ہوتا ہی
اور دوسرا انظلام (یعنے ظالم کو ظلم کا موقعہ دینا اور پستی طبیعت سے اسکی خواہش
کو تسلیم کرنا) جو اوج عدالت سے جانب تفریط مائل ہونے کو کہتے ہیں جیسے عدالت
تمام کمالات کی جامع ہے اوسی طرح ظلم بھی جو مقابل عدالت ہے تمام عیوب کا
حاوی ہے۔

باب (۹)

عدل کی عمومی اور خصوصی ضرورت اور تمدن کے اصول ثلاثہ میں

اور ہر چند عدالت علی العموم انسان کی ہر ایک فرد سے متعلق اور اوس کا فرض ہی اس لئے کہ ہر ایک فرد کو اپنے نفس کے ساتھ تو (جس کے افعال و حرکات کا دولاب ہمیشہ گردش میں رہتا ہے) دائمی تعلق ضروری ہے جس کی وجہ سے اوس کو اپنے تمام افعال و حرکات نفسانی میں عدل کی ضرورت ہے اور علاوہ اس اندرونی تعلق کے کچھ نہ کچھ بیرونی تعلقات بھی اوس کے ساتھ ہوتے ہیں اور اون میں بھی اوس کو عدل کی ضرورت ہے لہذا کوئی فرد استعمال عدل سے خالی نہیں ہوسکتی مگر حضرات سلاطین کو سب سے زیادہ اوس کی ضرورت ہے جس کا مختصر بیان یہ ہے کہ حضرت سلطان بہ حیثیت نفس تمام نفوس میں منتخب اور ہر ایک نفس سے افضل و اکمل ہوتے ہیں کیونکہ جب تک یہ انتخاب نہیں ہوتا اوس وقت تک نفوس پر اُن کی فوقیت اور استیلا اور اُن کی مربیانہ افسری نہیں ہوتی صرف ایک چھوٹے سے گھر کا مربی اور سرپرست اور اوس کا محافظ و نگہبان جب اوس گھر کے تمام نفوس میں منتخب ہوتا ہے تو مملکت کے ایسے وسیع گھر کا محافظ و مربی (یعنی حضرت سلطان) خانہ مملکت کے تمام نفوس میں کیسے منتخب نہ ہوگا اس صورت میں صرف اوس کے نفسانی تعلق کا پایہ بھی تمام نفوس کی نفسانی تعلقات سے

عام طور پر عدل کی دائمی ضرورت اور خاص کر حضرات سلاطین کیلئے اسکی سخت ضرورت

بدرجہا زیادہ ہوگا بناءً علیہ حضرت سلطان کو اپنے نفس کے ساتھ اوروں سے زیادہ عدل کی ضرورت ہے یعنی اون کو اپنے نفس کی ذرا ذرا سی حرکت میں عدل کی ضرورت ہوتی ہے اونکی ذرا سی حرکت تمام نفوس کی پیشوا مانی جاتی ہے چنانچہ اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ کا یہی مضمون ہے لہذا جب اون کے نفس کی حرکت عادلانہ ہوگی تو بہت سے نفوس اُس کی پیروی کرینگے اور عدل کی عام اشاعت ہوگی اور مَنْ سَنَّ سُنَّۃً حَسَنَۃً فَلَہٗ اَجْرُھَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ[1] کی رو سے حضرت سلطان ان بے شمار نفوس کے عادلانہ افعال واقوال کے بانی اور دین و دنیا کے باعث انتظام ٹھیرینگے اور حضرت احکم الحاکمین جل شانہ کی بے حساب عطیات اور اوس کے بے شمار صلوں سے اونکی سرفرازی ہوگی یہ تو حضرت سلطان کے اوس عدل کی عظمت کا مختصر بیان ہے جو اون کے نفس مبارک سے متعلق ہے اب رہے اون کے بیرونی بے شمار تعلقات میں اون کے عدل کی عظمت وضرورت تو اوس کا مختصر بیان یہ ہے کہ عدل کا مدار (خواہ وہ اپنے نفس سے متعلق ہو خواہ خارج نفس سے) مناسبت کی حفاظت پر ہے جس کو اعتدال کہتے ہیں اور مناسبت کا قیام وحدت سے ہوتا ہے جب تک مناسبت کی رعایت نہ کی جائے اس وقت تک عدالت کا وجود ممکن نہیں چنانچہ تمدنی انتظام کے اصول کو اسی مناسبت کی رعایت سے

---

[1] جس نے نیک طریقے کی بنیا ڈالی ہو اوس (بنیاد ڈالنے والے) کیلئے خود اوس نیک طریقے کو عمل کا ثواب بھی ہوگا اور نیز (اس ثواب کے ساتھ) اون سب لوگوں کا ثواب بھی جو اوس کے قائم کیے ہوے نیک طریقے پر قیامت تک عمل کیا کریں۔

فروغ ہوتا ہے اور ان (اصول) کے تحت میں اون کے تمام فروع و جزئیات رونق کے ساتھ جاری رہتے ہیں تمدن کے اصول ثلاثہ یہ ہیں بلا کسی عوض کے اموال و عطیات اور مناصب و مراتب کی تقسیم (جیسے متروکہ کا وارث کرنا یا ہبہ کرنا یا انواع و اقسام کے انعام جیسے منصب اور یومیہ اور جاگیر اور دوسری قسم کے عطیات یا انواع و اقسام کی خیرات و مبرات) معاملات و معاوضات (جیسے بیع اور رہن اور ماہوار مشروط الخدمت اور مزدوری وغیرہ) تادیبات (یعنے تعلیمات) و سیاسیات (جیسے تعزیرات اور حدود وقصاص وغیرہ) ان اصول میں ہر ایک اصل کی تمام جزئیات میں عدل جب ہی ہوگا کہ اون میں مناسبت کا لحاظ رکھا جائے چنانچہ اموال و عطیات اور مناصب و مراتب سے جب سرفرازی ہو تو وہ اسی مناسبت کے لحاظ سے ہو جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ اموال و عطیات اور وہ مناصب و مراتب اپنی مقدار و حیثیت کی رو سے بالکل مساوی طور پر اوس کے ساتھ (جس کی اون مناصب و مراتب سے سرفرازی ہو رہی ہے) نسبت رکھتے ہوں اگر کسی کے حق میں مساوات کے خلاف اس نسبت سے زیادہ یا کم مراعات کی جائے تو مساوات کرنی لازم ہوگی ورنہ عدل نہ ہوگا اسی طور پر اور دو اصول باقیہ میں بھی اسی نسبت کا لحاظ مساوات کے ساتھ رکھنا چاہیئے تا عدل قائم رہے اور چونکہ اعتدال کی حفاظت اور اوس کا لحاظ جب تک کہ وسط کو نہ جانیں ممکن نہیں اور وسط حقیقی کا ادراک نہایت دشوار ہے لہذا میزان شریعت کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہے اس لئے کہ حضرت حق تعالیٰ و تقدس منبع وحدانیت

تمدن کے اصول ثلاثہ

شریعت کی ضرورت

جہاں سے تمام مناسبتیں پیدا ہوتی ہیں پھر جب اسی وحدت ومناسبت سے عدل کا قیام ہے تو خدائے تعالیٰ کے سوا کس کو وضع شریعت کی قابلیت ہوسکتی ہے اور اوس کی شریعت مقدس کے سوا کس قانون میں عدل ہوسکتا ہے مگر مالکُ الملکُ تعالیٰ شانہ نے اپنی مملکت الارض کے قیام کا سلسلہ یوں مقرر فرمایا کہ پہلے انسانی معیشت کا دارومدار باہمی اعانت وشرکت پر رکھا اور اعانت وشرکت کے لئے عوض کی ضرورت ہے جیسے کہ باورچی مزارع کے لئے روٹی پکاتا ہے اور مزارع باورچی کے لئے کسکاری کرتا ہے پس باورچی مزارع کا اور مزارع باورچی کا باہم شریک ومعین ہوا اسی طرح درزی جولاہہ کے لئے لباس تیار کرتا ہے اور جولاہہ درزی کے لئے کپڑا بنتا ہے تا درزی اوس کے لئے سئے اور اسی طور پر ہر ایک پیشہ اور ہر ایک کام میں باہمی اعانت وشرکت ہے ایک شخص ایک شخص کے لئے کام کرتا ہے تو وہ شخص بھی اوس کی اعانت کرتا ہے اور اسی پر دنیا چل رہی ہے مگر چونکہ زندگی کے کاموں کی ماہیت ایک ہی نہیں ہے بلکہ مختلف ہیں مثلاً جولاہہ کے پیشہ کی ماہیت اور ہے اور پیشہ خیاطت (یعنی درزی گری) کی ماہیت اور وعلیٰ ہذا اس لئے ایسی مختلف ماہیتوں کے کام صرف باہمی معاوضہ بالخدمت سے نہیں چل سکتے کیونکہ دونوں مختلف پیشوں کے کام مساوی نہیں کہ باہمی معاوضہ میں مساوات کا خیال ہو بلکہ دونوں کی ماہیت مختلف ہونے سے یہ خیال ہوتا ہے کہ وہ اس کا اور یہ اوس کا معاوضہ نہ ہو اور ہر ایک جانب کو اپنی اعانت وکسب کی ترجیح کا خیال

ہو۔ اسی بنا پر ایسے مختلف الماہیت امور کی باہمی نسبت اور جوڑ اوسی صورت میں قائم رہے گی کہ جب ایک خاص مقبولہ جانبین معاوضہ باہم قائم رہے وہ معاوضہ کیمت ہے جو چاندی اور سونے وغیرہ کے مسکوک ہونے سے قائم ہوتی ہے اب یہاں تک خدائے تعالیٰ نے باہمی اتفاق اور باہمی معاملات کی بقا کا سلسلہ اس طرح قائم فرمایا جو بالکل انسانی فطرت اور اوس کے طبعی رضا کے موافق تھا مگر جب اس رضا سے بھی تمرد و تعدی ہو تو اوس کو دفع کرکے اوسی طبعی رضا پر قائم رکھنے والا کون تھا اس معاوضہ کی تو بنفسہ یہ حیثیت نہیں تھی کہ جس سے یہ مدافعت و سیاست قائم ہو۔

باب (۱۰)

ملک و ملت کیلئے سلطنت کی مخالفت کے برے نتائج ہیں

لہذا اب سلسلۂ معیشت کی انتہا خدا تعالیٰ نے بادشاہ پر فرمائی تا اوس کی ہیبت انسان کو اپنی طبعی رضا اور عدل سے باہر نہ ہونے دے خلاصہ یہ کہ خدائے تعالیٰ نے اپنی ہر خلقت و تکوین میں (خواہ علیحدہ علیحدہ خواہ مجموعی طور پر) عدل (یعنی تسویہ یا موزونیت) کو خواہ مخواہ ملحوظ رکھا ہے چنانچہ فرمایا ہے خَلَقَ فَسَوّٰی اسی طرح تمدن کی خلقت و تکوین کا سلسلہ مذکورہ بھی نہایت عادلانہ وضع پر قائم فرمایا ہے چنانچہ اسی سلسلہ میں شریعت کو حفاظت عدل کا بڑا سامان بنایا ہے اور پھر بادشاہ کے ہاتھ میں شریعت

بادشاہ کی ضرورت

حفاظت عدل کا بڑا سامان

دیگر باجرائے شریعت اوس کو محافظ عدل ٹھیرایا ہے اور روپیہ کو تیسرے درجہ کا محافظ قرار دیا ہے۔ شریعت آلہی متبوع اور حضرت سلطان اوس کے تابع بنائے گئے ہیں اور حضرت سلطان کا تابع بنایا گیا ہے۔ حضرت سلطان تو خواہ مخواہ بدل وجان شریعت آلہی کے مطیع و منقاد ہوں گے مگر جن متمردوں اور کافروں نے شریعت کی اطاعت نہیں کی اون کو جائر اعظم وکافر فاسق کہتے ہیں اور جن اشقیا نے بادشاہ وقت کی اطاعت سے انحراف کیا اون کو جائر دوم اور باغی وطاغی کہتے ہیں اور جنہوں نے عادلانہ معاملہ کی خلاف ورزی کی اون کو جائر اصغر اور خائن وسارق کہتے ہیں اس تیسری قسم کے جائر سے جائر اعظم اور جائر اوسط کا فساد بہت کچھ بڑھا ہوا ہے اور اوس کے برے نتائج ملک وملت کے حق میں نہایت مضر ہیں محققوں نے لکھا ہے کہ جو بدبخت بادشاہ وقت کا مخالف ہو تو وہ آیۃ کریمہ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ کی رو سے بادشاہ حقیقی جلت عظمتہ کا مخالف ہوگا اور اوس سے ہر قسم کی خرابی کا اندیشہ ہے لہذا تمام اہل ملک پر اپنی اپنی قدرت کے موافق ایسے مخالف بدبخت کے دفع کرنے کی کوشش لازم ہے محققوں کی اس تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ حکومت کی مخالفت تمام برائیوں کی جامع ہے اس مخالفت کو یوں نہ سمجھنا چاہئے کہ مثل اور برائیوں کے وہ بھی صرف ایک قسم کی برائی ہے نہیں بلکہ وہ انواع واقسام کی برائیوں پر حاوی ہے اور تمدن پر اوس کا

فرماں برداری کرو اللہ کی اور فرماں برداری کرو اوس کے رسول کی اور اہل حکومت کی

شریعت کے نسک و انحراف
کافر فاسق کہلاتے ہیں
سلطان کی مخالفت و انحراف
ملک وملت کے حق میں سخت مضر ہیں
سلطنت کی مخالفت تمام برائیوں کی جامع ہے

مخالف سلطنت اپنی اور اپنی قوم کا قاتل ہے

دعاگو کی کتاب منتہی الکلام

بہت بُرا اثر پڑتا ہے اور ایسا مخالف اپنا اور اپنی قوم کا قاتل ہوتا ہے
اس لئے جب اہل ملک ایسی مخالفت کا احساس کریں تو اون کا فرض
ہوگا کہ ہمہ تن اوس کے مٹنے میں مصروف رہیں اور جب تک ایسی
مخالفت کو بقوۃ اللہ فنا نہ کردیں خواب و خور کو اپنے اوپر حرام کرلیں اسی
فرض کے ادا کرنے کے لئے دعاگو نے مخالفت بندگانعالی کے مضار اور اطاعت
اعلیٰ کی ضرورت میں بہ خلوص و عقیدت ایک مستقل و مفصل کتاب مسمی بہ منتہی الکلام
فی اطاعتہ حضرت النظام مع ایک بسیط اور مستقل مقدمہ کے لکھی اور پیشگاہ اعلیٰ
میں معہ کتاب قوانین الاستظام لممالک النظام گذرانکر اونکی قبولیت کا اور
حسب فرمان اسم گرامی پر معنون کرکے اون کو شائع کرنے کا فخر حاصل کیا اور
دعاگو نے اس اہم کام کی جو ہمت کی وہ صرف حضرت اعلیٰ کی آفتاب
ہمت کا ایک پرتو ہے جس نے دعاگو کی مردہ ہمت میں جان پھونکی
اور اوس کے افسردہ باطن میں حرکت و اہتزاز پیدا کی یہاں تک کہ
اس آفتاب ہمت کی نورانیت نے اس کو نہایت باریک اور مخفی باتیں
دکھائیں جس کے بعد دعاگو نے اس کتاب مذکور کی تالیف سے اپنی قوم
و ملک کو اطاعت اعلیٰ کے قصر دارالسلام کا مشاہدہ کرایا اور اون بیابانی
غولوں (یعنے مخالفان و بدخواہان سلطنت کی) سرگردانی دکھائی جو اس
دارالسلام اُلفت و اطاعت و بندگانعالی متعالی مدظلہ العالی) سے بیابان
وحشت و بغاوت کے طرف بھٹک رہے ہیں فَتَقَبَّلَ اللّٰہُ مِنِّیْ
حِمَایَتِیْ لِھٰذِہِ الدَّوْلَۃِ الْاِسْلَامِیَّۃِ النِّظَامِیَّۃِ وَالْحُکُوْمَۃِ

الاِیْمَانِیَّۃِ العُثْمَانِیَّۃِ جس حکومت مبارک کے زیر سایہ ہم اپنی ملت و معیشت سے حسب دلخواہ محظوظ و بہرہ ور ہوں تو کیا ہم انسان ہونگے جو ایسی نعمت کی قدر نہ جانیں نہیں بلکہ حیوان و بدتر از حیوان ہونگے۔

باب (۱۱)

سُلطانی منزلت اور اعلیٰحضرت کے برکات عدل میں

ملک الملوک شہنشاہ حقیقی جلت عظمتہٗ نے بقائے انسان کے لئے جس حکیمانہ تکوین کا سلسلہ قائم فرمایا بادشاہ کو اوس سلسلہ کے وسط میں جگہ دی کیونکہ نبوت کی جانب اوس (بادشاہ عالیجاہ) کو استمداد و استفاضہ ہونے کے باعث جانب خلق میں اسی استمداد و استفاضہ یعنی نبوت کی مدد اور اوس کے فیض حاصل کرنے کی برکت) سے اوس (بادشاہ عالیجاہ) کی امداد اور فیض (بحق رعایا) جاری رہتا ہے پھر کون مہذب ہوگا جو ایسی مبارک توسط سے راضی نہ ہو اور اپنے خانۂ ملت و معیشت کے درپے تخریب ہو خیر خدائے تعالیٰ کے راحمانہ عدل اور عادلانہ فضل سے ہماری یہ التجا ہے کہ وہ اپنی رحمت و ہدایت سے ہمارے قلوب میں اس حکومت مبارک کے لئے خلوص عطا فرمائے اور ہمیں اوس کی پیشگاہ میں مؤدب رکھے اب اسکے بعد دعا گو پھر مضمون سابق سے مضمون لاحق کو مربوط کرتا ہے وہ یہ کہ ارسطو نے

پس قبول کرے اللہ تعالیٰ مجھ سے میری اس حمایت کو جو میں نے اس دولت نظامیہ اسلامیہ اور حکومت ایمانیہ عثمانیہ کے حق میں بجالائی ہے

کہا ہے کہ عدالت منجملہ فضائل جزو فضیلت نہیں ہے بلکہ وہ خود سراپا فضیلت
اور تمام فضیلتوں کی جامع وحاوی ہے کیونکہ جب نفس ناطقہ میں عدالت
کا ملکہ راسخ ہو جاتا ہے تو اوس سے تمام فضیلتوں کی تراوش ہوتی ہے
اور اسی طرح ظلم جو عدالت کے مخالف ہے منجملہ اخلاق رذیلہ جزو رذالت
نہیں ہے بلکہ وہ خود سراپا رذالت اور تمام اخلاق رذیلہ کو حاوی ہے اور
عدالت کا پہلا تعلق خود اپنے نفس سے ہے (یعنے سب سے پہلے تہذیب
نفس کا درجہ ہے) اور اوس کا دوسرا تعلق اپنے اون شرکا سے ہے
جو منزلی یا تمدنی شرکت رکھتے ہوں جب خدائے تعالیٰ نے انسان کو
اوس کے تمام قوی اور اعضا پر قبضہ عطا فرمایا ہے تو اوس پر لازم ہے کہ
ان سب قویٰ اور اعضا کے ساتھ اوس کا معاملہ عادلانہ ہو یعنے اون کی
حفاظت ونگہداشت قانون عدل کے موافق کرے اور جا و بے جا اونکو
نہ لگاوے جب انسان اپنے نفس کی اصلاح اور اوس کے ساتھ عدل
کریگا تو اوس سے منزلی (یعنے خانگی) اور تمدنی اصلاح اوس پر آسان
ہو جائے گی حکمانے کہا ہے کہ جو نفس اپنی اصلاح نہ کر سکے اور اپنے
بدنی قویٰ اور جسمانی آلات واعضا کے ساتھ عادلانہ معاملہ کرنے سے عاجز
ہو تو اوس سے اپنے گھر والوں اور اپنے شہر والوں کے ساتھ عادلانہ معاملہ
کی کب امید ہو سکتی ہے جیسے کہ چراغ جب اپنے نزدیک اور اپنے
ارد گرد مقام کو روشنی نہیں پہنچا سکتا تو دور و دراز تک کب اوسکی
روشنی پہنچ سکے گی بہرحال تہذیب اخلاق سے تدبیر منزل اور تدبیر مدن

تہذیب اخلاق کی تدبیر منزل

سے تمدن کی قابلیت پیدا ہوتی ہے اور اسی ترقی سے انسان خدائے تعالیٰ کا نائب بنتا ہے اور جب ایسی ترقی یافتہ فردمند حکومت پر جلوہ گر ہوتی ہے تو زمانہ اوسکی برکت سے نورانی ہوتا ہے الحمدللہ کہ ہمارے بادشاہ دین پناہ کی برکات عدل نے تمام ملک کو سرسبز و شاداب کردیا ہے اور آپ کی اخلاقی اور تمدنی ترقی نے تمام رعایا کو مرفہ الحال و فارغ البال کر رکھا ہے اور اون میں علمی اور عملی ترقیات کی روح پھونکدی ہے

عظمت کی برکات عدل

یارب پناہِ خلق جہانش تو کردہ   اندر پناہ خویش بدار ایں پناہ را

اگر اس پر بھی کسی کور باطن کا باطن تاریک رہے تو یوں سمجھنا چاہئے کہ قسمت نے اوس کو خود شقی ٹھیرادیا ہے جس کا تبدل خود قسمت کے قبضہ میں ہے یَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ۔

باب (۱۲)

عدالت و اصلاح نفس کے مدارج ثلاثہ میں

الغرض انسان کو چاہئے کہ سب سے پہلے اپنے نفس کی تہذیب و اصلاح میں کوشش کرے اور اصلاح نفس کا پہلا درجہ یہ ہے کہ واہب الوجود جل شانہ کی بندگی کا حق ادا کرے عدالت کی پہلی قسم (جو نہایت اہم اور ضروری ہے) یہی بندگی ہے جس سے دوسری قسم کی عدالتیں بھی حاصل

عدالت و اصلاح نفس کا پہلا درجہ

؎ اللہ تعالیٰ جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے بحال رکھتا ہے

ہو جاتی ہیں۔

خدا تعالیٰ کی عبادت و اطاعت حکمت و فلسفہ کی جان ہے جب تک
خدا تعالیٰ کی عبادت و اطاعت حاصل نہ ہوگی حکمت و فلسفہ بے جان ہوگی
اسی لئے انبیا علیہم السلام اور اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے سامنے حکما اور فلاسفہ
(جو شریعت سے بے تعلق تھے) ہمیشہ عاجز رہے اور کبھی سرسبز نہ ہو سکے اس کا
ثبوت ہماری اسلامی کتابوں میں موجود ہے جو بوجہ طوالت یہاں عرض نہیں
کیا گیا اس بنا پر حکمت و فلسفہ کی سچائی اور اوس کی تکمیل عبادت آلہی سے
ہوتی ہے اس کی وجہ موجہ (جو بالکل حکیمانہ اور فلسفیانہ اور اصول فطرت پر
مبنی ہے) یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے جتنی قوتیں انسان میں رکھیں اور جس قدر
اعضا اوس کو دئے اون میں سے ہر ایک قوت اور ہر ایک عضو کے لئے ایک
غایت رکھی بناءً علیہ عبادت اور عدالت اور شکر وہی ہے کہ ان قویٰ
اور ان اعضا میں سے ہر ایک قوت اور ہر ایک عضو اپنی اپنی غایت معینہ
میں برتی جائے اور اگر اس قوت اور اوس عضو کا برتاؤ اوسکی مخالف غایت
میں ہو تو وہ معصیت (بہ مقابل عبادت) اور ظلم (بہ مقابل عدالت) اور
کفران (بہ مقابل شکر) ہوگا۔ سچا فلسفی اور اصلی حکیم وہ ہے کہ جو اپنے
قویٰ اور اعضا کو اون کی مقررہ غایت میں لگائے نہ وہ کہ صرف زبانی
جمع و خرچ پر اوس کا دار و مدار ہو اور عدالت کی دوسری قسم یہ ہے کہ اپنے
نوعی روابط حقوق بجا لائے جیسے رعایا کو بادشاہ کے ساتھ جو رابطہ اور وابستگی
ہے اوس رابطہ اور وابستگی کا حق یہی ہے کہ حضرات سلاطین کی تعظیم بجا لائیں

خدا تعالیٰ کی اطاعت فلسفہ کی جان ہے

سچا فلسفی

اصلی عدالت کا دوسرا درجہ

اصلاح کا تیسرا درجہ

اور اون کا ادب ملحوظ رکھیں اور علمائے دین کے ساتھ جو دینی رابطہ ہے اوس کا حق یہ ہے کہ ہمیشہ اون کی عظمت کیا کریں اور عام طور سے اولاً باہمی اسلامی رابطہ اور ثانیاً نوعی رابطہ کا حق یہ ہے کہ اپنے تمام معاملات کی بنیاد انصاف پر رکھیں اور امانتیں پوری طرح ادا کریں اور عدالت کی تیسری قسم یہ ہے کہ اپنے بڑے جو دنیا سے گزر گئے ہیں اون کے حقوق ادا کریں جیسے کہ اون کے ذمگی قرض ادا کریں اور اونکی وصیتیں جاری کریں اور اسی طرح اون کے اور حقوق بھی پورے کریں ان تینوں قسم کی عدالتوں کے احکام نہایت بسط و تفصیل سے شرع شریف میں طے ہو چکے ہیں اور اسی (طے ہونے کی) بنا پر فیصلہ ہو چکا ہے کہ شریعت اسلامیہ حکمت عملیہ کے تمام کلیات و جزئیات پر حاوی ہے جس کی وجہ سے اب ہم کو اپنی تہذیب و اصلاح کے لئے کسی حکمت و فلسفہ کی ضرورت نہیں۔

شریعت ان تینوں اصلاحات پر حاوی ہے

باب (۱۳)

عدالت سلطانی کی عام تاثیر اور تحصیل اخلاق کی ترتیب میں

عدالت سلطانی کے اہم و اعم ہونے کا بیان

اب ایک مسئلہ یہ باقی ہے کہ عدالت تو سب کے لئے ضروری ہے مگر ان سب میں وہ کس کی عدالت ہے جو تمام عدالتوں کی باعث و جاذب ہے اور سب سے زیادہ اہم۔ یہ مسئلہ تحقیق کامل کے بعد یوں طے ہوا ہے کہ تمام عدالتوں میں حضرت سلطان کی عدالت کے برابر کوئی عدالت اہم و اعم (یعنی

نہایت ضروری اور عام فائدہ بخش نہیں ہوسکتی اور سلطانی عدالت تمام عدالتوں کی حاوی اور محیط ہے کیونکہ جب تک بادشاہ کا عدل نہ ہو کسی کو اصلاح وتہذیب اور عدل وانصاف پر قدرت نہیں ہوسکتی اور اگر ہو تو نہایت دشواری کے ساتھ اس لئے کہ تہذیب اخلاق اور تدبیر منزل امن وانتظام سے مربوط ہے اور جب عام طور پر بدامنی اور بے انتظامی ہو تو آدمی کو پریشانی لاحق ہوجاتی ہے جس کی وجہ سے تحصیل کمال کی طرف توجہ نہیں ہوسکتی اس لئے کہ انسان کی فارغ البالی پر تمام کمالات کا دار ومدار ہے اسی بنا پر بہت سی حدیثیں سلطانی عدالت کی اور اسی طرح اور اوس کے ظلم کی عام تاثیر میں وارد ہیں ان احادیث شریفہ میں بیان فرمایا گیا ہے کہ جب بادشاہ عادل ہو تو تمام رعایا کی اطاعت وعبادت کے ثواب میں بادشاہ بھی شریک ہوگا اور اگر ظالم ہو تو اون (رعایا) کے ہر گناہ کے وبال میں اون (رعایا) کا ساتھی ہوگا اس کی وجہ بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ عدل شاہی (بوجہ حصول امن) تمام خلائق کے عادلانہ معاملات کا باعث اور ظلم شاہی بوجہ اشاعت بدامنی تمام رعایا کی گوناگوں تقصیرات کا موجب ہوتا ہے مگر طرفہ یہ کہ بادشاہ کے ساتھ رعایا کی وابستگی اس ظلم کی حالت میں بھی زائل نہیں ہوتی چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مبارک رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اگر یقین کے ساتھ مجھے معلوم ہوجائے کہ میری ایک ہی دعا خدائے تعالیٰ کے پاس ضرور قبول ہوگی تو میں ایسی مغتنم دعا صرف بادشاہ کے لئے کرونگا تاکہ اوس کا نفع تمام خلائق کو پہونچے حضرت عبداللہ کے اس قول سے بادشاہ کی اور

حالت ظلم میں بھی شاہی وابستگی

اخلاق کی تحصیل کے لئے تعلیم کی ضرورت

اوس کے ساتھ وابستگی کی ضرورت ثابت ہوتی ہے اور اس ضرورت کا اجمالی مضمون اپنے اندر بہت بڑی تفصیل رکھتا ہے جو دعاگو کی کتاب منتہی الکلام فی اطاعتہ حضرت النظام میں تفصیل سے لکھا گیا ہے جب اخلاق فاضلہ اور اخلاق رذیلہ کے اصول وفروع اور اون کی حقیقت و ماہیت کا مختصر بیان عرض کیا گیا تو اب بطور نمونہ اون اخلاق فاضلہ کے حاصل کرنے کی ترتیب عرض کی جاتی ہے جس کی تمہید یہ ہے کہ انسانی حرکات کا صدور (جن سے کمالات حاصل ہوتے ہیں) یا تو طبیعت سے ہوگا یا صناعت یعنے عمل اور کسب سے پہلی حرکت (یعنی حرکت طبعیہ کی مثال حرکت نطفہ ہی جو رفتہ رفتہ خود بخود کمال حیوانی تک پہونچتی ہے اور دوسری حرکت (یعنی حرکت صناعی) کی مثال لکڑی کی حرکت ہے جو کئی طرح کے آلات سے بذریعہ صنعت نجاری کمال تخت (یعنے تخت مصنوع) تک منتہی ہوتی ہی (یعنی اس صنعتی حرکت سے تخت تیار ہوتا ہے) اور طبیعت صنعت پر مقدم ہے کیونکہ طبیعت کی نسبت بلند مبادی کی طرف ہے اور انسانی ارادہ کو اس میں کچھ مداخلت نہیں ہے اور ہرچند صنعت کا مبدء بھی وہی بلند مبادی ہیں مگر یہاں اس کے ظہور میں انسانی ارادہ کی مداخلت رکھی گئی ہی اس بنا پر وجود کا قیام بلا ارادہ انسانی طبیعت سے ہوتا ہے اور اوس کے بعد صنعت کی قابلیت پیدا ہوتی ہے لہذا صنعت کے حق میں طبیعت اوستاد اور معلم کے قائم مقام ہے اور صنعت کا کمال اسی میں ہے کہ وہ اپنے فعل میں فعل طبیعت کے متشابہ ہو کیونکہ خداے تعالی نے طبیعت سے بتدریج

وترتیب وجود کا نشوو نما اور اُس کا کمال ٹھیرایا ہے پھر صنعت بھی اپنے فعل میں ترتیب الٰہی کو ملحوظ رکھے تو اوس کو بھی اوسی طرح کمال حاصل ہوگا۔

باب ۱۴

تحصیل اخلاق کی ترتیب کی تقریر میں

اب اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ جب تہذیب اخلاق میں ارادہ کو دخل ہے تو وہ (یعنے تہذیب اخلاق) امر صناعی ہوا لہذا ضرور ہوا کہ تہذیب اخلاق کی ترتیب میں طبعیت کی اقتدا کی جائے یعنی وجود کی ترتیب میں جو امر طبعًا مقدم ہو تہذیب میں بھی اوس امر کو مقدم رکھیں چنانچہ طبعی قوتوں کے مراتب میں غور کیا جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ لڑکے میں سب قوتوں سے پہلے طلب غذا کی قوت پیدا ہوتی ہے اور جب تدریج اس کی اس قوت میں ایک حد تک کمال پیدا ہوتا ہے تو اوس کے بعد قوت غضبی نمودار ہوتی ہے تا اس وقت سے ضرر دفع کرے اور اپنے مقاصد میں جو امر حائل و مزاحم ہو اوس کا احساس کرکے اگر خود اس حائل و مزاحم کی مدافعت پر قادر ہو تو بہتر ورنہ دوسرے کی پشت پناہی سے اس کی مدافعت کرے اور جب اس قوت غضبی میں ایک طرح کا کمال حاصل ہو جاتا ہے تو اب یہاں سے نفس ناطقہ کے آثار خاصہ کی بنیاد قائم ہوتی ہے چنانچہ قوت تمیز (جو نفس ناطقہ کا ایک خاص اثر ہے) اس وقت پیدا ہوتی ہے اور

قوت تمیز کا پہلا اثر حیا ہے جو بھلے اور برے میں تمیز کرنے کو کہتے ہیں۔
یہ قوت بھی بتدریج کامل ہوتی ہے اور جب قوت شہوانی اور قوت غضبی
رفتہ رفتہ انسان کو ایسے کمال تک (جو اوس کے مناسب حال ہے) پہنچاتی
ہیں تو اب یہ دونوں قوتیں نوعی حفاظت کی طرف متوجہ ہوتی ہیں چنانچہ
قوت شہوانی جب تغذیہ اور تنمیہ (یعنے غذا اور نشو و نما) سے انسان کو اوس
کے کمال مناسب تک پہنچاتی ہے تو اب اوس قوت کے باطن میں اوس نوع
کے دوسرے شخص کی طلب شروع ہوتی ہے تا اوس کے ذریعہ سے اس نوع
کا سلسلہ باقی رہے اس ضرورت کے لئے اس میں منی کا مادہ پیدا ہوتا ہے
جس سے نکاح کی خواہش ہوتی ہے اور اسی طرح جب قوت غضبی شدہ شدہ
شخصی حفاظت میں مضبوط ہو جاتی ہے تو اون سب امور کے دفع پر (جو
اوس کی عزت و حرمت کے منافی ہوں) پیش قدمی کرتی ہے اور قوت تمیز
جزئیات کا ادراک کرتے کرتے کلیات کا سمجھنا شروع کرتی ہے حاصل یہ کہ یہ
تینوں قوتیں کمال جزئی حاصل کرنے کے بعد اپنی توجہ کلیات کی طرف کرتی
ہیں اور جس قوت سے وہ کلیات کا تصور کرنے لگتی ہیں اوسی وقت سے
اون کے اوپر عقل کا اطلاق ہوتا ہے اور اوسی زمانہ سے خاص انسانی کمالات
کا ظہور شروع ہوتا ہے اور وہی تدبیر طبعی اور تدبیر صناعی کا حد فاصل ہے
جس (حد) پر کمال طبعی (یعنے جس کا حصول تدبیر طبعی سے مربوط ہے) منتہی
ہو کر وہاں سے تدبیر صناعی کا آغاز ہوتا ہے تاکہ اس تدبیر صناعی سے انسان
اپنے کمال حقیقی کو (جو انسان کا انتہائی درجہ ہے اور جس کا نام خلافت الٰہی ہے)

پہنچ جائے **الحاصل** طالب کمال کو لازم ہے کہ اپنی تہذیب و اصلاح میں یہی مذکورہ ترتیب ملحوظ رکھے یعنے پہلے قوت شہوانی کی اصلاح کر کے عفت حاصل کرے اس کے بعد قوت غضبی کی تہذیب کر کے شجاعت پیدا کرے اور پھر اوس کے بعد قوت تمیز کی تکمیل میں مصروف ہو کر حکمت حاصل کرے۔ **حکمت حاصل کرنے سے غرض** یہ ہے کہ اپنے تمام قویٰ اور اعضا اور اپنے تمام حرکات و سکنات کو اون کی غایتوں میں برتنے کا ملکہ پیدا کرے۔ اگر اتفاقاً ابتدا ہی میں اوس کی تربیت قانون حکمت پر ہوی ہے تو اوس کو خدائے تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت سمجھنی اور اوس کی حفاظت کرنی چاہیئے اور اگر قانون حکمت کے موافق اوس کی نشو و نما نہیں ہوی تو تہذیب و اصلاح سے مایوس نہ ہونا چاہیئے اور جاننا چاہیئے کہ بجز انبیا علیہم السلام کے کوئی شخص ماں کے پیٹ سے فضیلتیں لیکر نہیں آتا کہ جس سے اوس کو تحصیل فضائل کی ضرورت نہ ہو (بلکہ منجملہ خاصان خدا جو مادر زاد ولی ہوے ہیں اور شکم مادر سے خدائے تعالیٰ نے فضائل اون کے ساتھ رکھے ہیں انھوں نے بھی ذوق و شوق سے مجاہدہ کیا ہے) البتہ قابلیتوں کے تفاوت سے اصلاح و تہذیب کی سہولت اور صعوبت کا فرق ضرور ہے مگر اس فرق پر ہمت پست نہ کرنی چاہیئے اور تہذیب نفس میں جان توڑ کر کوشش کرنی چاہیئے خلاصہ یہ کہ اگر تہذیب حاصل ہے تو اعتدال و صحت خلقی موجود ہے۔ اس صورت میں اس اعتدال و صحت کی حفاظت لازم ہے اور اگر (تہذیب) حاصل نہیں ہے تو مزاج روحانی صحت و اعتدال سے منحرف ہے لہذا اس

صحت ذائلہ کے اعادہ کی کوشش ضروری ہے۔

باب (۱۵)

نفس ناطقہ کے حفظ صحت کے سات طریقوں میں

نفس ناطقہ کی موجودہ صحت واعتدال کی حفاظت کا طریقہ یہ ہے کہ ہمیشہ اپنے اخلاقی استعداد کا استعمال کیا کریں اور اچھی صحبتوں کو اختیار کرکے بُری صحبتوں سے احتراز کریں اور جیسے بُری صحبتوں سے احتراز لازم ہی ویسے ہی بُرے لوگوں کے قصّے سننے سے بھی بچنا ضروری ہے خصوصًا اوس صورت میں جبکہ تکلف اور بناوٹ سے اون بُروں کے احوال قبیحہ کو مزین کردیا ہو ایسی غیر واقعی اور بناوٹی ایک شعر کے سننے سے نفس میں جو بُرائی جم جاتی ہے وہ بجز ایک مدت دراز کے بہت سے معالجات اور دشواریوں کے بعد بھی زائل نہیں ہوتی اور بسا اوقات خود علمائے صاحب بصیرت کی گمراہی کا سبب ہوجاتی ہے پھر مبتدیوں کا کیا پوچھنا چاہیے مگر اچھی صحبتوں کی دوستی میں بھی اعتدال لازم ہے کیونکہ جب ایسی صحبتوں میں اعتدال ملحوظ ہوگا تو اوسی سے اُنست والفت میں ترقی ہوگی۔ اور محبت کا رابطہ ہمیشہ قائم رہیگا اور جیسے تمام اخلاق کے دو جانب ہیں ویسے ہی اچھی صحبت کے بھی دو جانب ہیں ایک جانب افراط یعنے دوستی کو بڑھا کر اس قدر پردہ اٹھا دینا کہ جس سے باہم شوخی اور تمسخر اور فحش کی نوبت پہنچے اور دوسری جانب

نفس ناطقہ کی صحت موجودہ کی حفاظت کے سات طریقے

دوستی میں اعتدال

دوستی کی افراط وتفریط

تفریط یعنے دوستی اس قدر گھٹا دینی کہ جس سے بہ مقابل دوست ترشروئی اور اینٹھ اور بدخلقی پیدا ہو پھر جیسے تمام اخلاق میں اوسط محمود اور افراط و تفریط مذموم ہے اوسی طرح دوستی میں بھی درجہ اوسط کی رعایت لازمی اور اوس کی افراط یا تفریط سے پرہیز کرنا ضروری ہے **دوستی کا** اوسط درجہ یہ ہے کہ اوس میں خوش طبعی اور خوش روئی اور کشادہ پیشانی اور خوش کلامی سے دوست کے ساتھ مصاحبت و معاشرت ہو اور **صحت** نفس و اعتدال خلق کی حفاظت کے جو اسباب ہیں منجملہ اون کے ایک سبب یہ بھی ہے کہ قوتوں کا استعمال (خواہ قوت نظری خواہ قوت عملی) عمدہ کاموں میں کیا کرے کیونکہ اصولاً عمل سے قوت کا استحکام ہوتا ہے اور بیکاری سے اس قوت میں فتور آجاتا ہے یہاں تک کہ وہ بر سر زوال ہو جاتی ہے اور کسی طرح اپنے عمل سے قوت غضب اور قوت شہوت کا ہیجان نہ کرائے بلکہ ان دونوں قوتوں کی حرکت کو بالکل طبیعت پر محوّل کر دے اور جب اقتضائے طبیعت سے خود بخود ان قوتوں کا ہیجان ہو تو اوس وقت عقلی موازنہ سے اسکی اعتدال مقدار پر عمل کرے اور افراطی یا تفریطی مقدار سے بالکل محترز رہے تا غضب کی اعتدالی مقدار سے شجاعت اور شہوت کی اعتدالی مقدار سے عفت حاصل ہو اور ہمیشہ اپنے اقوال و افعال اور اپنی حرکات و سکنات اپنے زیر نظر رکھے تا صرف عادتی طور پر مخالف عقل کوئی امر صادر نہ ہو اور اگر احیاناً ایسا موقع در پیش ہو تو فوراً اوس کا تدارک ایسی سزا سے کرے جس سے زجر و توبیخ حاصل ہو مثلاً اگر خلاف مصلحت عقل کوئی چیز کھالی ہو تو اوس کا

تدارک یہ ہے کہ کھانے سے اپنے کو روک لے اور روزے کو اپنے اوپر لازم کرلے۔ اور حسب مناسب دوسری تدبیروں سے بھی نفس کی زجر و ملامت کے اعمال بجالائے اور اگر بیجا غصہ صادر ہوا ہو تو اوس کے تدارک کا اصول یہ ہے کہ کسی جاہل و کم ظرف کو اپنا متعرض کرکے اوس کو اپنی اہانت کرائے یا کوئی ایسی مالی یا بدنی عبادت (جو دشوار اور خلاف اقتضائے نفس ہو) اپنے اوپر لازم کرلے چونکہ یہ دونوں مذکورہ اصول ہیجان نفس کو فرو کرنے اور توڑنے کے اصول ہیں لہذا اوس سے نفس کی تأدیب ہوگی۔

اور اگر اپنے نفس سے سستی کا احساس کرے تو فوراً اعمال صالحہ کی ایسی مشقت کو (جس کا وہ عادی نہ ہو) گوارا کرلے۔ مثلاً فرائض اور واجبات نماز کے ادا کرنے میں نفس کی سستی محسوس ہو تو فوراً فرائض کے ادا کرنے کے بعد نوافل میں مشغول ہوجائے تا اوس سے اس سستی کا علاج ہوجاوے اور بُرے کاموں کو (اگرچہ وہ چھوٹے ہوں) حقیر نہ جانے کیونکہ اس حقیر جاننے سے نفس کی امتناعی قوت میں نمایاں فتور واقع ہوگا۔ اور رفتہ رفتہ اس سے بڑے بڑے گناہ صادر ہوں گے اور اپنے عیوب کی تلاش میں نہایت کوشش کرے حتی کہ اپنے عیوب کی تلاش کے لئے ایک دانا شخص کی دوستی اختیار کرے اور جب اس دوستی پر ایک مدت گزر جائے تو اوس وقت رکاوٹ کا پردہ اٹھ جائے گا اور اس دوست میں صدق پیدا ہوجائے گا پھر اس سے نہایت اصرار کے ساتھ اپنے عیوب کی دریافت کرے اور اس کی (یعنی اس) دریافت پر) اپنی اصلاح مرتب کرے یہ سب صحت روحانی

علاج کاہلی نفس

علاج تحقیر نفس

تلاش عیوب نفس

اور اعتدال خلقی کی حفاظت کے اسباب ہیں۔

باب (۱۶)

منجملہ امراض روحانی قوت تمیز کے اصولی امراض ہیں

اب اس کے بعد ذیل میں امراض روحانی کے معالجات کا مختصر نمونہ عرض کیاجاتا ہے پہلے اس امر کا جاننا ضرور ہے کہ ہرچند خلقۃً وطبعاً قوت تمیز قوت شہوت اور قوت غضب سے پیچھے ہے مگر جب قوت تمیز سے انسانیت کی تکمیل ہوجاتی ہے تو اب تکمیل صناعی کے بعد تہذیب واصلاح کا پہلا آلہ وہی (قوت تمیز) ہوتی ہے اور وہی تمام قوتوں کی حاکم ومتبوع ٹھہرتی ہے اور سب قوتیں اوس کی محکوم اور ماتحت بنتی ہیں ابتداے خلقت میں تنزل سے ترقی اور نقص سے کمال اور ضعف سے قوت کی طرف پہنچانا مقصود تھا اور یہی ترقی اور کمال اور قوت خلقت کی غایت تھی جس کا تصور مقدم مگر اوس کا وجود مؤخر ہوتا ہے لہذا قوت تمیز کی خلقت اور قوتوں کے بعد رکھی گئی اور اوس سے خلقت انسانی کی تکمیل فرمائی گئی اور اُسی سے غایت خلقت کا حصول ہوا اب کمال مقصود حاصل ہونے کے بعد پھر نقص یا تنزل یا ضعف کی طرف عود نہیں ہوسکتا لہذا اب یہی قوت (یعنی قوت تمیز جو قوت ادراک کے دونوں شعبوں کا مجموعہ ہے) تمام قوتوں پر مقدم ہوی مگر جب ازسرنو تحصیل فضائل کرنی پڑتی ہے تو

اوس وقت اوسی خلقی ترتیب کی مراعات ضروری ہوتی ہے تاکہ تنزل
سے ترقی حاصل ہو اور اخلاق کی موجودہ صحت واعتدال کی حفاظت میں
اور اس صحت واعتدال کے زائل ہونے کے بعد اس کے عود کرانے میں وہی
قوت ممیزہ مقدم ہوتی ہے لہذا امراض روحانی میں اسی قوت کے امراض
سے ابتدا کی گئی ہے جس کا بیان یہ ہے کہ **قوت تمیز** کی دو شق ہیں
ایک نظری اور **دوسری عملی** اگر قوت تمیز کی نظری شق میں افراط
ہوجائے تو اوس سے نظر وفکر کی معینہ حد سے تجاوز ہوجاتا ہے جس کا
نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بے جا کاوش کی وجہ سے مطالب یقینیہ کے ادراک
سے حرمان ہوتا ہے اور بجز اس کے کہ تردد اور شک میں اور ترقی ہو اور
کچھ حاصل نہیں ہوتا یہ ایک برا مرض ہے جس سے آدمی کے دین و ملت میں
خلل پڑتا ہے اور اگر قوت تمیز کی شق عملی میں افراط ہو تو اوس کی دو
صورتیں ہیں **ایک تو** یہ کہ یہ عملی افراط جزئی امور میں ہوگی اور دوسری
یہ کہ وہ افراط کلی امور میں ہوگی یہ **پہلی صورت** ایک قسم کا خبث اور
فریب ہے اور ایک برا مرض ہے جس سے ضابطۂ عمل بے بنیاد ہوجاتا ہے
اور آزادی پیدا ہوجاتی ہے اور **دوسری صورت** کا نام دھا (جس
کو جودت کہتے ہیں) تو بڑا ہے مگر بہت برا ہے۔ اس دوسری
صورت میں پہلی (صورت) سے زیادہ خبث و فریب ہے اس لئے
کہ اس دوسری صورت کی افراط کا مکر بالکل عالمانہ اور واقفانہ ہے
اور اگر اس قوت کی شق نظری میں تفریط و تقصیر ہے تو اوس کو

قوت تمیز کے اصولی امراض

خمود و بلادت (یعنی مردگی دل اور کندی ذہن) کا مرض کہتے ہیں اور اگر اس کی شق علمی میں تفریط ہے تو اس مرض کا نام بلاہت (یعنی حماقت و نادانی) ہے علمی اور عملی امور کی حد لازم کی رعایت نہ کرنے سے ان امراض بالا کا حدوث ہوتا ہے اور اگر قوت تمیز کی مقدار میں افراط و تفریط نہ ہو بلکہ اوس کی کیفیت میں ردارت آجائے تو وہ بھی ایک بُرا مرض ہے اس مرض کی علامت یہ ہے کہ اوس میں اون علوم کا (جن سے کمال حقیقی کا حصول نہیں ہوتا) حاجت سے زیادہ شوق ہوتا ہے جیسے علم جدل (یعنی خصومت اور مقابلہ کا علم) اور علم خلاف (یعنی مخالفین کے اقوال و دلائل اور اون کے ساکت کرنے کا علم) اور سفسطہ (یعنی فریب اور دھوکہ دینے والی حکمت) کا ضرورت سے زیادہ شوق اور اسی طرح کہانت اور رمّالی اور شعبدہ بازی بھی (جب اون کی حقیقتوں پر مطلع ہونے کی غرض سے نہ حاصل کی جائیں) قوت ممیزہ کی ردائت کی وجہ سے حاصل کیجاتی ہیں یہ تو قوت ممیزہ کے اصولی امراض ہیں۔

باب (۱۷)

قوت غضب اور قوت شہوت کے امراض مع نقشہ

اب رہی قوت دفع یعنی غضب اور قوت جذب یعنے شہوت کے اصولی امراض تو اون کا بیان یہ ہے کہ جب قوت دفع یعنے

قوت غضب کے اصولی امراض

غضب میں افراط ہوتی ہے تو اس سے شدت غیظ اور کثرت انتقام اور
غضب کے شعلوں کا اشتعال حد اعتدال سے زیادہ ہو جاتا ہے جو بہت
مضر مرض ہے۔ اور جب اس قوت میں تقصیر و تفریط ہوتی ہے تو
اوس سے کم ہمتی اور بے غرتی پیدا ہوتی ہے جو بہت بُری بیماری ہے
اور جب قوت دفع یعنے غضب میں ازروئے مقدار افراط و تفریط
نہیں ہوتی بلکہ اوس کی کیفیت خراب ہو جاتی ہے تو اس سے بے محل
(دوسروں پر) غصہ کرنے یا بلا سبب (خود) غصہ ہونے کا مرض لاحق
ہو جاتا ہے یہ قوت غضب کے اصولی امراض ہیں اب رہی
قوت جذب یعنے شہوت کے اصولی امراض تو اون کا بیان یہ ہے کہ جب
قوت جاذب یعنے شہوت میں افراط ہوتی ہے تو اس سے کھانے پینے کی
حرص اور حد سے زیادہ شہوت نکاح کی طرف میلان پیدا ہو جاتا ہے
جو نہایت قبیح مرض ہے اور جب اس قوت میں تفریط ہوتی ہے تو
اوس میں کھانے پینے سے اور نکاح سے بالکل رکاوٹ ہو جاتی ہے
نہ زہد اور رجوع الی اللہ کی وجہ سے بلکہ صرف طبیعت کی بے اعتنائی
اور اوس کے زوال حس کے سبب سے اور جب قوت شہوت کی مقدار میں
افراط و تفریط نہ ہو بلکہ اوس کی کیفیت میں ردارت آجائے تو اوسکی
علامت یہ ہے کہ مٹی اور کوئلہ وغیرہ کھانے کی اور لواطت کی خواہش
ہو یہ مرض روحانی اور جسمانی دونوں میں شریک ہے مگر مرض کے وجوہ
سابقہ روحانی ہوں تو علاج روحانی ہوگا اور اگر جسمانی ہوں تو علاج

قوت شہوت کے اصولی امراض

بعض غیر ضروری امراض

امراض مشترکہ

جسمانی ہوگا اور یوں بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں قسم کے علاج ہوں یہ سب امراض اصولی اور بسیط ہیں اور اون کے تحت میں بہت سے فروعی امراض ہیں اور جب وہ مرکب ہو جاتے ہیں تو اور بے شمار امراض پیدا ہوتے ہیں جن میں سے بعض امراض کو مہلک کہتے ہیں جیسے حیرت اور جہالت اور غلبہ غضب اور جُبن یعنی کم ہمتی اور حزن یعنے غم اور حسد اور امل یعنی امید میں عمر گذارنا اور بطالت یعنی بیکاری اور لہویات میں عمر گذاری۔ ان اصولی اور بسیط امراض کی فہرست معہ میزان برح نقشہ ذیل ہے۔

اصولی امراض کا نقشہ

	قوت تمیز کے متعلقہ امراض		
افراط شق نظری	افراط شق عملی	تفریط شق نظری	
تفریط شق عملی	رداءت کیفیت ممیزہ	جملہ (۵)	
قوت غضب کے متعلقہ امراض			
افراط غضب	تفریط غضب	رداءت کیفیت غضبیہ	جملہ ۳
قوت شہوت کے متعلقہ امراض			
افراط شہوت	تفریط شہوت	رداءت کیفیت شہوانیہ	جملہ ۳
میزان کل (۱۱)			

باب (۱۸)

معالجات امراض روحانی کے چار اصولی اور تفصیلی طریقوں کے بیان میں معہ نقشہ

امراض روحانی کے معالجات کے چار اصولی طریقے

جیسے کہ امراض جسمانی کا علاج یا تو غذائی تصرف سے یا دوا کے استعمال سے ہوتا ہے اور کبھی ضرورت پر استعمال سمیات کی بھی ضرورت پڑ جاتی ہے اور کبھی دستکاری اور قطع وبرید کی نوبت بھی پہنچتی ہے اسی طرح امراض روحانی کا پہلا علاج بھی غذاے روحانی سے کیا جاتا ہے وہ یہ کہ بُری عادت اور بُری خصلت کی مضرت اور اوس کا قبح ذہن نشین کرایا جاتا ہے اور عمدہ اخلاق و نیک اعمال کی (جو اخلاق رذیلہ اور اعمال قبیحہ کی ضد ہوں) عادت کرائی جاتی ہے علاج کا (مذکورہ بالا) طریقہ غذائی علاج کے قائم مقام ہے اگر یہ (مذکورہ) علاج مفید نہ ہو تو دوسرا علاج روحانی دوا سے کیا جاتا ہے اس طور پر کہ فکر سے اور قول سے اور فعل سے نفس کی ملامت و سرزنش کی جاتی ہے جو دوائی علاج کی جگہ پر ہے اگر اس سے بھی فائدہ نہ ہو تو تیسرا علاج روحانی سمیات سے کیا جاتا ہے۔ اسطور پر کہ جو بُری خصلت نفس میں اب موجود ہے اس (بُری خصلت) کے مخالف و مقابل جو دوسری بُری خصلت ہو اوس کے اسباب کو یا خود اوس کو اختیار کرے جو سمی علاج کا کام کرتا ہے اور اگر اس تیسرے علاج سے بھی روحانی مرض زائل نہ ہو تو چوتھا علاج بالکل سنرائی طور پر ہوتا ہے

پہلا طریقہ

دوسرا طریقہ

تیسرا طریقہ

چوتھا طریقہ

وہ یہ کہ اس قوت قبیحہ کے (جو نفس میں متمکن ہوگئی ہے) ضعیف اور مطیع کرنے کے لئے ایسے کام کرائے جاتے ہیں اور ایسی محنتیں لی جاتی ہیں جو نہایت دشوار اور شاق اور جانگداز ہوتی ہیں (جیسے حج اور زیارات کے لئے دور دراز کا سفر اور عبادت کے لئے شب بیداری اور دن کو روزہ رکھنا اور اس کے علاوہ دوسری سزائیں اور سختیاں بھی پہنچائی جاتی ہیں تا اس قوت میں (جس سے اعمال واخلاق قبیحہ صادر ہوتے ہیں) بالکل ضعف آجائے علاج کے یہ طریقے تو اصولی اور کلی ہیں اب رہے اوس کے تفصیلی طریقے تو وہ علم اخلاق میں کھول کر بتائے گئے ہیں جن کی تفصیل اس مقام کے اختصار کے مناسب نہیں لہذا مختصر طور پر امراض اور اوس کے معالجات عرض کئے جاتے ہیں یوں تو قوائے ثلاثہ (یعنی قوت تمیز اور قوت غضب اور قوت شہوت میں سے ہر ایک قوت میں تفریع وترکیب سے بے شمار امراض پیدا ہوتے ہیں مگر اون میں سے جو امراض نہایت خوفناک ہیں پہلے اون کے نام انھیں تین قوتوں کی ترتیب پر بہ تمہید ذیل عرض کئے جاتے ہیں تین قوتوں میں سے ہر ایک قوت کی بگاڑ کے جو امراض عرض کئے گئے اون امراض میں سے ہر مرض بسیط ہے یعنی اوس میں ایک ہی حقیقت اور ایک ہی کیفیت کے سوائے دوسری حقیقت وکیفیت شامل نہیں ہے مثلاً ہر ایک قوت کے تین بگاڑ ہیں ایک افراطی دوسرا تفریطی تیسرا ردائت کیفی تو اب افراطی میں بجز افراط کے تفریطی یا ردائت کیفی کی حقیقت کا امتزاج نہیں اسی طرح تفریطی میں بجز کیفیت تفریطیہ کے افراطی

یا ر دارت کیفی کا اختلاط نہیں وعلیٰ ہذہ القیاس مگر منجملہ امراض بسیط و مرکبہ معالجات میں وہی امراض منتخب کئے گئے ہیں جو نہایت خوفناک اور کثیر الوقوع اور تمدن کے لئے بہت مضر اور اون کا معالجہ اپنی جامعیت کی وجہ سے تمام امراض کے معالجہ کا رہبر ہو سکتا ہے یہ امراض درج نقشۂ ذیل ہیں

قوت تمیز کے متعلقہ امراض میں سے معالجہ کیلئے امراض مندرجہ خانہ ہائے ذیل کا انتخاب کیا گیا ہے

حیرت	جہل بسیط	جہل مرکب	جملہ ۳

قوت دفع (یعنی قوت غضب) کے متعلقہ امراض میں سے امراض مندرجہ خانہ ہائے ذیل کا انتخاب کیا گیا ہے۔

غضب	جبن یعنی بزدلی	خوف	جملہ ۳

قوت جذب (یعنی قوت شہوت) کے متعلقہ امراض میں سے امراض مندرجہ خانہ ہائے ذیل کا انتخاب ہوا ہے۔

افراط شہوت	بطالت	حزن	حسد	جملہ ۴

میزان کل (۱۰)

باب (۱۹)

مرض حیرت اور جہل بسیط و جہل مرکب کی ماہیت و علاج میں

مرض حیرت کے مختلف علاج

مرض حیرت کا علاج باختلاف اشخاص و تفاوت استعدادات مختلف ہوتا ہے اوس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر یہ مرض ذی علم یا طالب علم کو لاحق ہوا ہے تو اوس کا سبب بھی علمی ہوتا ہے وہ یہ کہ کسی دقیق مطلب کی دلیلوں میں باہم تعارض ہوجاتا ہے جس کی وجہ سے تردد پیدا ہو کر کسی ایک طرف یقین حاصل نہیں ہوتا اور مرض حیرت پیدا ہوجاتا ہے اب اس مرض کا علاج بھی علمی ہوگا وہ یہ کہ اس مرض کے استیصال سے پہلے بالفعل اوس کے سکون کا علاج کرے تا اس سکون سے باطمینان و فراغ خاطر اور بہ مہلت و فرصت اس مرض کے استیصال کا علاج ہو ورنہ مرض کی پریشانی سے جو ضعف لاحق ہوا ہے اوس (ضعف) سے اس امر کا اندیشہ ہے کہ باطمینان مریض کے علاج کامل میں مصروف نہ ہوسکے یہ علاج مسکن بھی علمی ہے وہ یہ کہ پہلے اس بدیہی امر کو (کہ دو نقیض نہ باہم جمع ہوسکتے ہیں اور نہ دونوں اٹھ سکتے ہیں) نفس میں جمالے جس سے اجمالی طور پر اس امر کا یقین ہوجائے گا کہ ہر مسئلہ میں خواہ مخواہ فی نفس الامر حق ایک ہی ہوگا اور (حق کے مقابل) دوسرا باطل ہوگا اور اس یقین عام سے اس مسئلہ خاص میں (جو اوس عام کی ایک فرد ہے) نفس کو سکون حاصل ہوگا اب اس سکون کے بعد اوس کے استیصال کا علاج ہوگا جس کے لئے کچھ مہلت و فرصت اور کچھ علمی تحقیق کی ضرورت ہے وہ یہ کہ اس دقیق مطلب کے مناسب مقدمات کی تلاش کی جائے اور بعد تلاش اون مقدمات مناسبہ کا منطقی میزان میں بہ احتیاط تمام موازنہ کیا جائے تا صحیح نتیجہ نکلے اور حق باطل سے ممتاز ہو کر یکسوئی حاصل ہو اور تردد

دفع ہو اور اگر یہ مرض اُمّی کو لاحق ہوا ہے تو اوس کا سبب علمی نہیں ہوتا بلکہ
اوس کا بڑا سبب اکثر یہی ہوتا ہے کہ ذی وقعت اور ذی وجاہت اور قابل
اعتبار اور لایق اعتماد اشخاص کو انھوں نے کسی مسئلہ میں باہم مخالف پایا اور
شخصی طور پر اوس کو کسی ایک جانب کی ترجیح کا یقین بھی نہیں ہوا بلکہ دونوں
جانب اوس کے پاس مساوی تھے لہذا اس تخالف و تعارض کی رویت
وسماعت نے اوس کے سادہ یقین کو مذبذب و متحیر کر دیا ہے۔
اصل یہ ہے کہ حصول یقین میں عام لوگوں کا اعتماد دلیلوں پر نہیں ہوتا بلکہ اشخاص
پر ہوتا ہے لہذا اون کو یقین بھی اشخاص سے حاصل ہوتا ہے اور حیرت و تردد بھی
اونھیں سے پیدا ہوتا ہے اب اس کا علاج اون کے مناسب حال یہ ہوگا کہ
فوراً اپنے مسلک و مذہب کو اور تمام اعتقادی امور کو مجموعی طور پر حاضر کر کے
اس امر کو (جس میں اوس کو حیرت لاحق ہوی ہے) اون سب کی ساتھ ملا لے
اور سوچے کہ میرا جو مذہب و مسلک اور میرے جو جو اعتقاد ہیں یہ امر (جس
میں مجھے حیرت ہے) میرے اوس مسلک و مذہب اور میرے اون تمام
اعتقادی امور کے ساتھ اور اوس کے موافق ہے یا اُس سے علیحدہ اور مخالف
اور دوسرے مذہب اور دوسرے مخالفوں کی اعتقادی باتوں کے ساتھ اور
اوس کے موافق ہے اگر اپنے مذہب کے مخالف اور دوسرے مذہب کے
موافق ہے اور اپنے اعتقادی امور سے کچھ مناسبت نہیں رکھتا بلکہ اون سے
علیحدہ معلوم ہوتا ہے تو خواہ مخواہ یہ یقین حاصل ہوگا کہ حق وہی ہے جو اپنے
اور تمام اعتقادی باتوں سے اور اپنے مذہب و مسلک سے ملتا جلتا ہو دوسرا

علاج یہ کہ علماء اس کو شخصی اعتبار کے ذریعہ حق کی طرف راجع کرلیں۔ وَمَا
التَّوْفِیْقُ اِلَّا بِاللّٰہِ ؎

جہل بسیط کی ماہیت و علاج

جہل بسیط وہ بے علمی ہے کہ جس (بے علمی) کے ساتھ اپنے حق میں اعتقاد کا
علم نہ ہو یعنی اپنی اس موجودہ بے علمی کا اقرار ہو چونکہ ایسی بے علمی تحصیل علم کی
شرط ہے (یعنی جب اپنی بے علمی کا اقرار ہو تو اوسی صورت میں تحصیل علم کی خواہش
ہوگی) لہذا ابتداءً جہل بسیط مذموم نہیں مگر اسی (جہل کی) حالت میں رہنا
شرعًا اور عقلًا بُرا ہے اس مرض کا علاج یہ ہے کہ اس امر کو خوب سوچے کہ
انسان اور حیوانات میں جس امر سے امتیاز حاصل ہوتا ہے وہ صرف علم ہے
اور جس کو علم نہ ہو اوس کا شمار حیوانات میں ہے بلکہ حیوانات سے بھی وہ بدتر ہے
اس سوچنے سے طبیعت منفعل (یعنی شرمندہ) ہوگی اور تحصیل علم کا شوق پیدا ہوگا

جہل مرکب کی ماہیت و علاج

جہل مرکب جو امر مطابق واقع نہ ہو اوس کے اعتقاد کو جہل مرکب کہتے ہیں
اور ایسا اعتقاد اپنے عالم ہونے کے اعتقاد کو خواہ مخواہ لازم کرتا ہے یہ مرض
ایسا مستحکم ہے کہ جس کے علاج سے اطباء روحانی عاجز ہیں کیونکہ اس اعتقاد کے
ساتھ کہ میں عالم ہوں تحصیل علم کی (جس سے جہل زائل ہو) امید نہیں مگر وہ
علاج جس سے اس مرض صعب کو فائدہ پہنچنے کی کچھ امید ہوتی ہے یہ ہے کہ
علوم ریاضیہ (جیسے ہندسہ ہیئت۔ حساب وغیرہ) میں مشغول ہو کیونکہ اس
علم کے مضامین میں وہم کو زیادہ دخل نہیں ہے لہذا اوس کے شغل سے نفس
یقین کا مزہ پاتی ہے اور اپنے جہل مرکب کے اعتقادی امور کے خلل سے
آگاہ ہوتی ہے اس لئے کہ ریاضی نے اوس کے نفس کو صبغۂ یقین (یقین

کے رنگ) سے منصبغ (رنگین) کر دیا ہے لہذا اوس کا میلان یقینی امور کی طرف ہوگا اور اوسی سے اس کو لذت حاصل ہوگی اور جہل مرکب کے اعتقادی امور تو بالکل زعمی اور فرضی ہوتے ہیں جنہیں یقین کی بو نہیں ہوتی۔ اس بناء ریاضی نے اوس میں یقین کا جو ملکہ پیدا کیا ہے وہ جہل مرکب کے زعمی اور خیالی امور کو رد کر دے گا قوت تمیز کے یہ (مذکورۂ بالا) تین مرض ایسے ہیں کہ جن کے علاج سے اس قوت کے اور امراض کا علاج سہل ہو جاتا ہے اور قوت دفع کے امراض میں سے ایک مرض غضب ہے۔

باب (۲۰)

غضب کی ماہیت اور اسباب اور اوسکے معالجات میں نقشہ

غضب اوس نفسانی کیفیات کو کہتے ہیں کہ جس سے روح اور خون (جو مرکب روح ہے) اندر سے باہر کو حرکت کرے اور غضب کا مبداء و منشا خواہش انتقام ہے اور جب غضب کا اشتداد ہوتا ہے تو اس حرکت میں بہت سختی ہوتی ہے اور دماغ و عقل میں دخانی ظلمت بھر جاتی ہے جس سے نور عقل چھپ جاتا ہے حالت غضب میں غضب کا علاج (یعنی اوس کا فرو کر دینا) مشکل ہے اس لئے کہ اس حالت میں دماغ اور عقل بجائے خود نہیں رہتے لہذا اس حالت میں نہ نصیحت مؤثر ہوتی ہے نہ زجر و توبیخ بلکہ نصیحت سے اور زجر و توبیخ سے غضب کے اشتعال میں اور زیادتی ہوتی ہے البتہ حالت

غضب میں اپنی وضع بدلنی (جیسے بیٹھے سے اُٹھ جانا یا کھڑے سے بیٹھ جانا اور اسی طرح سے ٹھنڈا پانی پینا اور وضو کرنا اور سو جانا) نافع ہے اور کیسے نافع نہ ہوگا حالانکہ یہ سب (مذکورہ) معالجات معالجات نبویہ ہیں جن کا ذکر حدیث میں آچکا ہے اور غضب کے استیصال اور اوس کے علاج کلی کے لئے اوس کے اسباب معلوم کرنے ضرور ہیں لھذا نقشہ ذیل میں پہلے غضب کے اسباب لکھے جاتے ہیں جو دس ہیں۔

اسباب غضب کا نقشہ

عجب یعنی خود بینی	افتخار یعنی اپنی کسبی اندرونی یا بیرونی خوبی پر فخر و تعلی کرنی	مرا یعنی (دکھاوٹ)	لجاج یعنی لجاجت و خوشامد
مزاح یعنی خوش طبعی	تکبر	استہزا یعنی ٹھٹا	غدر یعنی بے وفائی
	ضیم یعنی ظلم اور نقصان رسانی	مُنافست یعنی ایسے نفیس چیز کی طلب جو بے مثل ہوں	

مرض غضب کے تفصیلی معالجات

طبیب روحانی مرض غضب کے علاج کے لئے اس امر کو دریافت کرے گا کہ اون دس اسباب میں سے کونسا سبب ہے جس سے مرض غضب پیدا ہوا پھر اس دریافت کے بعد غضب کے علاج میں اس سبب کے دفع کرنے کی کوشش کریگا اگر عُجب یعنی خود بینی اور خود پسندی سے غضب پیدا ہوا ہے تو اُسکا علاج اس طور پر ہوگا کہ اپنے عیوب اور اون (عیوب) کے ساتھ دوسروں کے

دیکھے جس سے یہ بات ذہن نشین ہوجائے گی کہ خدا تعالیٰ نے ہر ایک شخص کی ایک ایک علیحدہ کمال سے (کہ جس میں بعینہ دوسرے کی شرکت نہیں ہوسکتی) تخصیص فرمائی ہے۔ جب یہ بات سمجھ میں آجائے گی تو پھر خود بینی کہاں باقی رہے گی۔ اور جب خود بینی جو (سبب غضب ہے) دفع ہوجائے گی تو غضب بھی زائل ہوجائے گا اور فخر سے غضب لاحق ہوا ہے تو اوس کا علاج اس طرح ہو گا کہ جن چیزوں سے فخر اور تعلی کرتا ہے اون کی بے اعتباری اور ناپائداری اور کمال نفس میں انکی کچھ تاثیر نہ ہونے کو سونچ لے جس سے ظاہر ہو گا کہ ایسی چیزوں سے فخر کرنا دناءت نفس کی علامت ہے پس فخر سے باز رہے گا انشاء اللہ تعالےٰ اور اگر مرا اور لجاج سے غضب ظاہر ہوا ہے تو سونچنا چاہئے کہ دکھاوٹ اور خوشامد فی الحقیقت اتحاد کی مخالف ہے اور فی نفس الامر ایک طرح کی مخالفت ہے جس سے اتحاد زائل ہو کر تفرقہ (جو نظام عالم کی برہمی کا سبب ہے) پیدا ہوجاتا ہے جب ان دونوں کا قبح ذہن نشین ہوجائے گا تو اوس سے انشاء اللہ تعالیٰ ان دونوں کا استیصال ہوجائیگا اور اون کے استیصال سے بعون اللہ غضب کا استیصال ہو گا اور اگر تکبر موجب غضب ہوا ہے تو تامل کرنا چاہئے کہ تکبر یعنے بڑائی انسانی اصلیت کے بالکل شایاں نہیں کیونکہ اوس کی ابتدا اور اوسکی اصلیت یہی ہے کہ دوبار پیشاب کی گذرگاہ سے اوس کا عبور ہوا یعنی پہلے فرج کے راستہ سے رحم میں نطفہ داخل ہوتے وقت دوسرے

تولد کے وقت اور اوس کا جسمانی مآل وانجام یہ ہے کہ وہ بعد موت متعفن ہو جائے گا پھر جس کی ابتدا اور جس کی اصلیت اس طرح اور اوس کا جسمانی مآل وانجام اس طرح ہو تو اوس کی ذات ہرگز تکبر کے قابل نہیں ہوسکتی اور اگر استہزا (یعنی مسخر گی سبب غضب ہوا ہے تو تھوڑے سے تأمل کے بعد معلوم ہو جائے گا کہ استہزا کمینے اور سفلے لوگوں کا شیوہ ہے صاحب ہنر کبھی اوس کو گوارا نہیں کرتا اس تأمل سے نفس میں استہزا کے ارتکاب سے شرمندگی لاحق ہوگی لہذا اوس سے متنفر ہو جائگا اور اگر عدر (یعنی خیانت و بے وفائی سے غضب پیدا ہوا ہے تو اوس کے دفع کے لئے صرف اتنا سونچنا کافی ہے کہ وہ تمام بدتر خصلتوں سے بدتر اور خاص کمینوں کی خصلت بلکہ وہ اون (کمینوں کی علامت خاص ہے اس امر کے ذہن نشین ہو جانے کے بعد پھر باذن اللہ غدر کا پورا استیصال ہو جائے گا اور اگر ضیم) یعنی انتقاماً کسی کو برداشت ظلم کی تکلیف دینی باعث غضب ہوا ہے تو اس کا علاج یہ ہے کہ پہلے ظلم کی بُرائی کو سونچ لے اور پھر عفو کی خوبی ذہن میں جمالے اور خیال کرلے کہ عفو ایسی چیز ہے کہ جس سے دشمن دوست ہو جاتا ہے اور اس پر خجلت وعار کا بار پڑتا ہے جس سے وہ سرنگون ہو جاتا ہے بھلا اس سونچنے کے بعد بھی کسی کو انتقاماً برداشت ظلم کی تکلیف دینی پسند ہوگی ہرگز نہ ہوگی اور اگر منافست (یعنی نفیس چیزوں کے مطالبہ میں باہم تعلی کرنی م غضب کا سبب ہوا ہو تو اوس کا علاج یوں ہوگا

که منافست کے خطر کو سوچ لے اور غور کرے که نفیس سے نفیس چیز کے بحال رہنے کا (اگرچہ وہ شاہی خزانہ میں بھی ہو) اعتبار نہیں کیونکہ زمانہ کی گردش باذن اللہ بہت سے تغیرات کا سبب ہوتی ہے تو پھر جو چیز مقام تغیر میں ہو تو اوس کا کیا اعتبار اور اوس کی دلچسپی سے کیا حاصل

یہاں تک غضب کے معالجات کا (جو قوت دفع کی افراط سے پیدا ہوتا ہے) بیان ہوا اب جُبن یعنے بُزدلی کا علاج (جو قوت دفع کی تفریط و تقصیر سے پیدا ہوتا ہے) عرض کیا جاتا ہے۔

باب ۲۱

جبن اور خوف کی ماہیت و علاج میں

جبن کی ماہیت اور اوس کے عوارض اور اوس کا علاج

جبن غضب کا ضد ہے۔ جبن کے معنی یہ ہیں کہ انتقام کی حرکت سے (جب وہ ترک انتقام سے بہتر ہو) نفس سکون اختیار کرے مرض جبن کے ساتھ بہت سے بُرے عوارض (جن کی مثال نقشہ ذیل میں قائم کی جاتی ہے) لازم ہو جاتے ہیں والعیاذ باللہ

عوارض جبن کا نقشہ

۱	خواری و ذلت
۲	بُری زندگی
۳	اپنے حقوق میں لوگوں کی طمع اور اون کی دست درازی

عوارض جبن کا نقشہ

۴	سستی اور کاہلی
۵	راحت و آرام طلبی
٦	ثابت قدمی نہ ہونی
۷	بے شرمی اور بے حیائی
۸	ظالموں کو اوس پر ظلم کی قدرت وجرأت ہونی
۹	انواع واقسام کی فضیحتوں سے نفس کا متاثر نہو نا بلکہ اون تمام فضیحتو پر راضی رہنا
۱۰	اور گالیوں کا سننا اور اوس کو گوارا کر لینا۔

اس مرض جبن کا علاج بھی (اور امراض کے جیسا) سبب کے زائل کرنیسے ہو گا جس کا طریقہ یہ ہے کہ حالت جبن کی بُرائی اور رسوائی سے نفس کی تنبیہ اور مناسب ولائق تدبیروں سے غضب کی تحریک کی جاے خداے تعالیٰ نے غضب کو خواہ مخواہ انسان میں مرکوز رکھا ہے۔ مگر جب وہ ناقص وساکن ہو جاتا ہے تو تحریک متواتر اور تدبیر مناسب سے (جس طرح کہ آگ چقماق کے پتھر سے کئی ضرب کے بعد ظاہر ہوتی ہے) پھر تیز ہوتا ہے یہ تو جبن کا کلی علاج ہے مگر اس کے علاوہ اس کے دو جزئی علاج بھی ہیں ایک یہ کہ ایسے شخص سے جو زیادہ موذی نہ ہو عداوت کرے تا اوس کے مقابلہ میں جبن زائل ہو اور نفس میں آمادگی پیدا ہو دوسرا

یہ کہ ایسے لوگوں کے ساتھ چھیڑ کرے. جو اچھی طرح اوس کو گالیاں دیں
اور بخوبی اوس کی تحقیر و اہانت کریں اور اسی طرح جبن کے زائل کرنے
کے لئے مقامات جنگ میں حاضر ہونا اور خوفناک جگھوں میں جانا مفید
ہوتا ہے اور علیٰ ہذا دریا کی مواجی اور اضطراب کے وقت کشتی میں سوار
ہونا بھی ازالۂ جبن کے لئے نافع ہے کیونکہ اس سے خطر کی برداشت کا ملکہ
پیدا ہوتا ہے یہاں تک مرض جبن کے علاج کا نمونہ عرض کیا گیا۔

مرض خوف کی ماہیت اور علاج

اب مرض خوف کا مختصر علاج عرض کیا جاتا ہے آیندہ ایک بُرے
امر کے توقع کو خوف کہتے ہیں اب وہ امر (متوقع) یا تو ازروے وقوع
ضروری ہوگا یا ضروری نہ ہوگا بلکہ ممکن الوقوع ہوگا اگر ممکن الوقوع
ہوگا تو اوس کا سبب یا تو فعل شخصی (یعنی شخص خائف کا فعل ہوگا یا
شخص خائف کا فعل) نہ ہوگا ان تینوں صورتوں میں سے کسی ایک
صورت میں بھی خوف کرنا خلاف عقل ہے کیونکہ اگر وہ امر (کہ جس کا خوف
ہے) ضروری الوقوع ہے تو اوس کا دفع کرنا انسانی قدرت سے باہر ہے
پس اوس (امر) سے خوف کرنے میں بجز اس کے کہ خود بخود اسی وقت
بلائیں اپنے کو گرفتار کریں اور پیش از پیش رنج کا استقبال کریں اور
کیا حاصل اور معہذا ایسے خوف سے آدمی اوس وقت کی دینی اور
دنیوی اصلاحی تدبیر سے باز رہ جاتا ہے اور اگر وہ امر ضروری الوقوع
نہیں بلکہ ممکن الوقوع ہے اور اوس کا سبب شخصی خائف کا فعل
نہیں تو اوس کا مرتبہ پہلی قسم سے بہت کم ہے لہذا جب پہلی قسم میں

خوف بے کار تھا تو یہاں ایسے امر کو کہ (جس کا وقوع ضروری نہیں) ضروری الوقوع گردان کر اوس سے خوف کرنا اور بالفعل ہی اپنے کو مبتلائے رنج والم کر لینا بالکل عقل کے خلاف ہے بلکہ اس صورت میں وقوع اور عدم وقوع کو برابر جاننا چاہیے اور وقوع کو عدم وقوع پر (جس سے خوف پیدا ہوتا ہے) ترجیح نہ دینی چاہیے اور اگر اس امر ممکن الوقوع کا سبب شخص خائف کا فعل ہے تو اوس کا علاج یہ ہے کہ ایسے فعل پر جس کا انجام برا ہو پیشقدمی نہ کرے اور یہ نہ سمجھے کہ اس امر کا وقوع اور ظہور نہ ہوگا اس علاج سے ایسے خوف کا راستہ مسدود رہتا ہے۔

باب (۲۲)

خوف موت کے مفید و مؤثر علاج میں

یہاں ایک بہت بڑے اہم امر کا اظہار ضروری ہے وہ یہ کہ دنیا میں موت سے بڑھ کر کسی چیز کا خوف نہیں لہذا اس کا علاج بھی سب سے زیادہ ضروری اور اہم ہے چنانچہ اسی ضرورت پر پہلے قرآن اور پھر حدیث اور پھر حکمائے اسلام کے اقوال میں اوس کے کافی اور وافی معالجات کا ذکر ہوا ہے جس کا لب لباب یہ ہے کہ پہلے اس بات کو سمجھ لینا چاہیے کہ بدن کے ساتھ نفس کے تعلق منقطع ہونے اور جسمانی آلات کے استعمال چھوڑ دیتے اور بار جسمانی سے سبکدوش ہونے کو موت کہتے

ہیں موت کی اس تعریف سے ثابت ہوتا ہے کہ موت میں نفس انسانی کی (جو محبوب اور لطیف اور شریف اور لائق تعلق ہے۔ فنا نہیں ہوتی بلکہ بدن کثیف کے بار سے اوس کو سبکدوشی ہو جاتی ہے بناءً علیہ موت سے خوف کرنے کا منشا کلی بحز جہل اور بحز کثیف تعلق کے اور کچھ نہیں اسی جہل و کثافت سے پانچ باتیں پیدا ہو جاتی ہیں جو آدمی کو موت کا خوف دلاتی ہیں پہلی بات اس امر کا وہم کہ موت فنائے ذاتی ہے جس کی غلطی اوپر کے بیان سے معلوم ہو چکی اور چونکہ انسان کو بقائے ذاتی محبوب و مطلوب اور فنائے ذاتی مکروہ و ناپسند ہے لہذا جب اوس کو موت سے فنائے ذاتی کا وہم ہو گا تو ضرور موت کو وہ بُرا جانے گا اور اوس سے خوف کریگا اور جب اس وہم کی غلطی اوس پر ظاہر ہو جائے گی تو موت سے اوس کو کچھ خوف نہ ہو گا۔ دوسری موت کی تکلیف کا خیال تیسری موت سے نقصان کا خیال خواہ زندگی کے فوت کا نقصان ہو یا اور کسی قسم کا نقصان چوتھی موت کے احوال مابعد کا خیال پانچویں اولاد اور پسماندوں کا غم تکلیف موت کے خیال سے اگر موت کا خوف پیدا ہوا ہے تو اوس کا علاج یہ ہے کہ اس امر کو سوچ لے کہ جسمانی تکلیف کا احساس زندگی کی وجہ سے (جو نفس کے جسمانی تعلق کا پرتو ہے) ہوتا ہے اور موت سے اس تعلق کا انقطاع ہوتا ہے پھر موت خود رفع تکلیف کا سبب ہے کیونکہ جس سے (یعنی حیات سے) تکلیف کا احساس ہوتا تھا وہ یعنے (حیات

خود موجود نہیں ہے بناءً علیہ تکلیف موت کے خیال سے موت کا خوف غلط
و بے اصل ہے اور اگر خوف موت اس وجہ سے ہے کہ موت سے
نقصان کا خیال ہے تو وہ بھی غلط ہے اس لئے کہ موت بجائے اس
کے کہ نقصان دہ ہو حقیقت انسانیہ کے آثار کی مکمل ہے کیونکہ جب
موت سے نفس کو بدنی تعلقات کے حبس سے خلاصی اور آزادی حاصل
ہوتی ہے تو اب کثافت بدنی کی ظلمت زائل ہو کر لطافت روحی کی نورانیت
پیدا ہوتی ہے جس کا نام حیات عقلی ہے اس حیات عقلی میں حیات
جسمانی سے زیادہ لطف ہے حیات جسمانی میں حقیقت انسانی کے جو
افعال و آثار ظاہر ہوتے تھے اب اوس کی حلاوت اسی حیات عقلی میں
معلوم ہوگی لہذا موت حیات عقلی اور حیات جسمانی کی مکمل ہے اگر حیات
عقلی نہ ہو تو حیات جسمانی ناقص اور ادھوری ہوگی **مصرعہ**
نشنیدۂ کہ ہر کہ بمیرد تمام شد اور اگر مابعد موت کے خیال نے موت کا
خوف دلایا ہے تو اوس کا علاج یہ ہے کہ گناہوں سے باز رہے کیونکہ سزا
صرف جرائم پر مرتب ہوتی ہے اگر جرائم نہ ہوں تو سزا کس بنا پر ہوگی
اور فی الحقیقت اگر آدمی اللہ تعالیٰ کی بندگی کا حق (جو بجز اتباع شریعت
کے ادا نہیں ہو سکتا) ادا کرے تو اوس کی طبیعت میں نفس موت کا خوف
پیدا نہ ہوگا بلکہ جیسے یہاں اس کے ایمان نے اوس کو جلال الٰہی سے
خائف و مؤدب رکھا ہے ویسے ہی ادس (خوف و ادب) میں اور
ترقی ہوتے ہوتے وہ خدائے تعالیٰ کے روبرو ہو جائے گا اور اگر

اولاد اور پسماندوں کی مفارقت یا اون کے ضائع ہونے کے غم نے اوس کو موت سے ڈرایا ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ اولاد اور اہل وعیال کی مفارقت کا غم اوسی قسم کا ہے کہ آئندہ کو بالفعل ہی موجود وحاضر کرکے اور واقع سمجھ کر سر دست اپنے کو رنج میں ڈال لے جو بالکل خلاف عقل ہے اور اگر اون کے ضائع ہونے کا رنج ہے تو وہ بھی غلط اور بے فہمی سے پیدا ہوا ہے کیونکہ یہ بات ہر طرح مسلم ہے کہ ہر ایک ذرہ کا انتظام اور اوس کی تدبیر خدائے تعالیٰ کی حکمت ومصلحت کے موافق ہوتی ہے جب تک دنیا میں آدمی میں ارادہ اور حرکت ہے۔ اوس ارادہ اور حرکت کو اوس کی حیثیت وکیفیت کی رو سے خدائے تعالیٰ اپنی مصلحت کے موافق چلاتا ہے۔ پھر جب یہاں ہمارے ارادہ کی اور ہماری حرکت کی عمر پوری ہو جائے تو ہم کو آئندہ کا کیا غم۔

خدائے تعالیٰ ہمارا اور ہماری اولاد اور ہمارے پسماندوں کا ولی ہے اوس کے کارپرداز (ملائکہ) اوس کی جانب سے ہم کو اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا[۱] اور نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ اطمینان دلا رہے ہیں پس ہم کو آئندہ اپنی اولاد کے لئے اپنی زندگی سے زیادہ اطمینان رکھنا چاہیے کیونکہ اب تک تو ہمارا ارادہ اور ہماری حرکت ہماری اولاد اور ہمارے اہل وعیال کے لئے مدبر حقیقی جل شانہ کی تدبیر کا جارحہ بنی ہوئی تھی اور اوس کے بعد بغیر اس جارحہ کے اون کے لئے خدائے تعالیٰ کی ضمانت ہے جس (ضمانت پر) ہماری اور ہماری کیا بلکہ تمام ذرات عالم کی ازابتدا تا انتہا

[۱] یہ کہ نہ ڈرو اور غم نہ کرو ہم تمہارے کارساز اور دوست ہیں زندگی دنیا میں اور آخرت میں ۱۲

حیات وبقا ہے اگر یہ ضمانت نہ ہوتی تو ایک لحظہ ہماری بقا ممکن نہ تھی پھر اس ضمانت سے بڑھ کر ہم کونسی تدبیر اپنے اہل وعیال کی بہبودی کے لئے کر سکتے ہیں ضمانت رزق کا ذکر اور قسم اور تمثیل سے اس ضمانت کی تاکید خدا تعالےٰ نے اس آیۃ کریمہ میں فرمائی ہے کہ وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَا أَنَّكُمْ تَنطِقُونَ ۵۱

یہاں تک تو مختصر طور پر قوت دفع (یعنے غضب وغیرہ) کے منتخبہ امراض کے معالجات کا بیان ہوا اب اُس کے بعد قوت جذب (یعنے شہوت) کے منتخبہ امراض کے معالجات مختصر طور پر عرض کئے جاتے ہیں۔

باب (۲۳)

افراط شہوت اور حزن وحسد کی ماہیت وعلاج میں

افراط شہوت کا علاج

افراط شہوت کا مرض اگر کھانے پینے کی چیزوں سے متعلق ہیں تو اوس کا علاج یہ ہے کہ ان چیزوں کی خساست وحقارت کو اور ان چیزوں میں اپنے ساتھ جن (حیوانات وحشرات) کی شرکت ہے اون (حیوانات) کی خست کو غور سے دیکھے اور ان چیزوں سے متعلق ہو جانے پر جو خرابیاں حسب نقشہ ذیل قائم ہوتی ہیں اون میں بھی تامل کرے۔

---

۵۱ اور آسمان میں تمھارا رزق اور نیز وہ چیز ہے جس کا تم کو وعدہ دیا جارہا ہے۔ پس قسم ہے آسمان وزمین کے پروردگار کی کہ بیشک وہ (یعنی آسمان میں تمھارے رزق کا ہونا) ویسا ہی حق اور یقینی ہے جیسے کہ تمھارا بات کرنا یقینی ہے۔

ذلت وخواری لاحق ہونی	عزت وشوکت کا زائل ہونا	عقل کا فتور
حمق وکند ذہنی کا ظہور	قواعد طبی کی روسے تمام قسم کی بیماریوں کا حدوث	

ان تمام امور میں غور وتامل کے بعد شہوت کی جو افراط کھانے پینے سے متعلق ہوگی وہ باذن اللہ زائل ہوجائے گی اور اگر یہ مرض شہوت نکاح سے متعلق ہے تو اوس میں بھی امور مندرجہ نقشۂ بالا کے ساتھ ان دوسرے ضررونکا جو درج نقشہ ذیل ہیں ملاحظہ کرے۔

(۱) ضعف بدن	(۲) فساد عقل	(۳) نقصان عمر	(۴) تلف مال

نقشہ ہذا کے مندرجہ ضرروں کا بڑا سبب یہی شہوت ہے پھر عقل ایسی تباہ کن شہوت کو قائم رکھنے کی کب اجازت دیگی اور امراض شہوت میں سے عشق (جوایک شخص معین کے تعلق کا نام) بہت برا اور تباہ کن مرض ہے اوس کا علاج یہ ہے کہ بہ لطائف الحیل معشوق کی طرف سے اپنی توجہ اور فکر کو پھیر لے اور علوم دقیقہ میں شغل رکھے اور اون باریک صنعتوں میں مصروف ہوجائے جن میں بہت ہی فکر وغور کی ضرورت ہے ان تدبیروں سے باذن اللہ طبیعت کا رُخ بدل جاتا ہے یہ تو روحانی علاج ہے اور چونکہ طب جسمانی اور طب روحانی میں باہم علاقہ ہے اس لئے طب روحانی میں طب جسمانی کے علاج بھی لئے جاتے ہیں اور اسی طرح طب جسمانی میں طب روحانی کے

عشق جو ایک تباہ کن مرض ہے

علاج چنانچہ ان دونوں قسم کی طبی کتابوں سے واضح ہے اسی بنا پر مرض
عشق میں اوس روحانی علاج کے علاوہ جسمانی علاج بھی ہے وہ یہ کہ تسکین
شہوت کے لئے حسب قواعد طبیہ ہیجان شہوت کرنے والے مواد کا استفراغ
اور مطفیات (یعنے شہوت کو بجھانے والی دواؤں) کا استعمال کیا جائے
اور یہ مذکورہ عشق (جس کا معالجہ ضروری ہے) حیوانی عشق ہے اور جوش عشق
نفسانی ہے اوس کا شمار فضائل میں ہے اور وہ علاج کرنے کی جگہ اور زیادہ
بڑھانے اور ترقی دینے کے قابل ہے اوس کا تعلق نہایت اعلیٰ ہے
اور اس (عشق حیوانی) کا تعلق نہایت اسفل و بَيْنَهُمَا بُعْدٌ کَبُعْدِ الْمَشْرِقَيْن
قوت جذب کا دوسرا مرض بطالت ہے بطالت اوس کو کہتے
ہیں کہ نفس میں اوس کی عزت و شرافت کے مخالف ذلت و رذالت متمکن
ہو جائے (یعنی جم جائے) اور اس (متمکن ہو جانے) کی وجہ سے اوس
(نفس) کی ضروری اور عمدہ خواہشات اور مطالبات کی قوت بیکار بلکہ فوت
ہو جائے اور اوس کا اثر یہ ہو کہ وہ (نفس) اپنی اوس مصروفیت سے
باز رہے جس سے اوس کی دینی اور دنیوی تکمیل ہے اور شرعاً و عقلاً وہ
مصروفیت انسان کے لئے ضروری ہے اور اوس (مصروفیت) کا انسان
سے شرعی اور عقلی مطالبہ ہے مرض بطالت بہت برا مرض ہے افلاس
بیحیائی بے عزتی - سوال و دریوزہ گری اور اس کے علاوہ اور
بہت سی بری باتیں اس (مرض) کے عوارض ہیں یہ مرض ایسا قبیح
و خسیس ہے کہ شدہ شدہ وہ شخصی ہلاکت اور نوعی فنا کی نوبت پہنچاتا ہے

ظاہر ہے کہ اس مرض کی یہ دو آفتیں (یعنی شخصی ہلاکت اور نوعی فنا) برائی
کے انتہائی درجہ کو پہنچی ہوی ہیں لہذا اس مرض کے اور جتنے آفات
وعوارض ہیں وہ سب ان دو آفتوں کے نیچے ہیں علمائے اخلاق نے
لکھا ہے کہ یہ مرض دین و دنیا کی عزت وکمال سے باز رکھتا ہے اور ایجاد
عالم کی غائیت کو باطل کرنا چاہتا ہے جس سے حضرت حق تعالیٰ کے ساتھ
مخاصمت کی صورت قائم ہوتی ہے اور جس نے حق تعالیٰ کے ساتھ مخاصمت
کی اوس نے اپنے کو تحت الثرٰی اور اسفل السافلین میں پہنچا دیا نعوذ باللہ منہ
بہر حال اس مرض سے دنیا اور آخرت کا خسران نصیب ہوتا ہے اور جو
بے نصیبی اس مرض سے حاصل ہوتی ہے وہ کسی مرض سے حاصل نہیں ہوتی
بناءً علیہ اس مرض میں چاہے کہ نفس کو اس مرض کے خسیس ورذیل عوارض
اور اس کے برے انجام کا احساس کرائے اور چونکہ احساس اصولاً حس اور درک سے
تنبہ پیدا ہوتا ہے اور تنبہ نفس سے اوس کا رُخ بدل جاتا ہے لہذا
خدائے تعالیٰ کے فضل سے امید ہے کہ ان خسیس ورذیل عوارض اور اون برے
انجام کے اوس پر وارد کرنے اور اون سب کے احساس دلوانے سے اوس نفس
میں تنبہ پیدا ہو کر اوس کا رُخ بطالت سے پھر جائے گا. طالب کمال
پر لازم ہے کہ اس مرض کے تمام اسباب عموماً اور منجملہ اون اسباب کے اوس
کے نہایت دقیق وغامض اسباب خصوصاً ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھے.
اور کبھی اون اسباب کی ہوا کو اپنے پاس نہ آنے دے.
مصروفیت بے محل (یعنی مصروفیت کو اوس کے مقام مناسب ہے

غیر مناسب کی طرف پھیر دینا) اور لہو ولعب اور لغویات کی مصروفیت اور اس سے زیادہ ممنوعات و محرمات کی مشغولیت اکثر دینی راستہ سے سبب بطالت ہوتی ہے اس لئے کہ نفس کی اصلی وجہت (یعنی رخ) اپنے مشاغل ذاتیہ اور مصروفیات حقیقیہ میں ہے مگر جب عوارض نفسانیہ اوس کے رخ کو اون مصروفیات حقیقیہ سے دوسری (یعنی مشاغل غیر مناسب کی طرف) پھیر دیتے ہیں تو اوس سے وہ (نفس) مصروفیات حقیقیہ کے ترک کا عادی ہو جاتا ہے اور اس عادی ہونے کے سبب سے ان مصروفیات سے اوس کی مانوسیت بھی زائل ہو جاتی ہے اب رہے مشاغل غیر مناسب تو وہ نفس کے مشاغل ذاتیہ نہیں ہیں بلکہ وہ مشاغل عارضیہ ہیں لہذا وہ نفس کے رفقائے کاذب و غیر موافق ہوتے ہیں جن سے بجز دھوکہ اور فریب کے اور اپنے رفیق کی تخریب و بربادی کے اور کیا امید ہو سکتی ہے اور اون کی بڑی تخریب یہ ہے کہ وہ نفس کو اوس کے ذاتی مشاغل اور حقیقی مصروفیات سے بیکار کر دیتے ہیں اور اسی (بیکاری) کا نام بطالت ہے یہ تو بطالت کے اون اسباب کا نمونہ ہے جو دینی راستہ سے سبب بطالت ہوتے ہیں اب رہا بطالت کے پیدا ہونے کا دنیوی راستہ تو اوس کا مختصر بیان یہ ہے کہ دنیا کے چاہنے والے اور اوس کو محبوب رکھنے والے دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو دنیا کی رونق و زینت اور اوس کی آرائش و پیرائش سے محبت و تعلق رکھنے والے چونکہ ایسی دنیا کا حاصل کرنا اور اوس کے قابل ہونا اور پھر اوس کو اور بڑھانا اور

اوس کی حفاظت کرنی بغیر نفاست جسمانی اور استعداد ظاہری کے ممکن نہیں
اور یہ نفاست واستعداد باصلہ مرغوب نفس ہے کیونکہ دنیا کی طلب میں
خوبصورتی ازروئے حدیث فَاَجمِلُوا فِی الطَّلَبِ[۱] خود شرعًا بھی مطلوب ہے
اور یہ (مذکورہ) دنیاداری گو شرعی نہیں ہے مگر اتنا ضرور ہے کہ اوسی شرعی
خوبصورتی کے راستہ سے آتی ہوی بھٹک گئی ہے لهذا ایسی دنیاداری سے
نفس میں بطالت کی صفت قبیحہ نہیں آسکتی۔ دوسرے اسفل وارذل
واخس واخبث (یعنی بہت ہی ہیچ اور رذیل اور بہت ہی خسیس وپلید)
دنیا کے چاہنے والے اور اوس کے ساتھ تعلق رکھنے والے اور دنیا کے رذیل
وخسیس افعال کے ارتکاب کرنے والے چونکہ اس دوسری قسم کی دنیا ہر طرح
قابل ترک ولائق نفرت ہوتی ہے۔ پھر اوس سے نفرت کرنے کی جگہ اوس کا
اخذ نفس میں بہت بڑی رذالت وخساست پیدا کردیتا ہے اور اون کے
ذاتی مشاغل سے اوس کو بمراحل دور کردیتا ہے اور اوسی کا نام بطالت ہے
قرآن مجید کے فَاِذَا فَرَغتَ فَانصَب[۲] کے چھوٹے سے جملہ اور رَابِطُوا[۳]
کے ایک ہی بلیغ ومعنی خیز لفظ میں مدامی استعداد وآمادگی اور دوامی
مشغولیت کی ہدایت فرمائی ہے اور بطالت کو بیخ وبنیاد سے اکھیڑ دیا ہے
فَیَالَہٗ مِن بَلَاغَۃٍ[۴] اَعجَزَتِ البُلَغَاءَ فَلَا یَاتُونَ بِمِثلِہَا وَلَا یَستَطِیعُونَ

---

[۱] خوبصورتی اختیار کرو طلب معیشت میں۔
[۲] جب منجملہ مشاغل عالیہ ایک شغل سے فارغ ہو جاؤ تو ساتھ ہی اوسی وقت کسی دوسرے شغل میں مصروف ہو جاؤ
[۳] مشاغل عالیہ (یعنی اونچے کاموں) میں اپنے ظاہر و باطن کو لگائے رکھو۔
[۴] قرآن مجید کی عجیب بلاغت ہے جسنے تمام بلغا کو اپنے مقابل عاجز کر رکھا ہے پس اگر وہ بلغا سب ملکے ایک دوسرے کے حامی اور مددگار ہو جائیں تب بھی اوس جیسی بلاغت کو نہیں لا سکتے اور نہ اوسکے لانے کی استطاعت پیدا کر سکتے ہیں

وَلَوۡكَانَ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ ظَهِيۡرًا ۝ پھر اے بھائیو رات دن قرآن مجید کے ملازم بنے رہو اور اوسی سے باادب تمام ادائے مطالب اور انشائے مضامین کا سبق لیتے رہو وہ تمھارے دین و دنیا کے لئے کافی ہے اور اوس کے ہوتے . . . . . تمھیں کسی چیز کی مطلق ضرورت نہیں جنھوں نے ایسی ملازمت عالیہ کو چھوڑ کر دوسری سفلی ملازمتوں کو اپنا مایۂ فخر اور موجب عزت بنایا ہے اور اوس پر ناز کرتے ہیں تو وہ خود اونکی کم ظرفی اور کم مایگی اور تنزل و پستی کی علامت ہے اور وہ اوس ملازمت عالیہ کو چھوڑنے اور ان سفلی ملازمتوں کے اختیار کرنے کی وجہ سے بالکل وَلٰكِنَّهٗۤ اَخۡلَدَ اِلَى الۡاَرۡضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ اور اَرَضِيۡتُمۡ بِالۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا مِنَ الۡاٰخِرَةِ کے مصداق بنگئے ہیں اور وَمَا الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الۡغُرُوۡرِ اور وَمَا الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا فِى الۡاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ سے غافل ہو کر يَتَمَتَّعُوۡنَ وَيَاۡكُلُوۡنَ كَمَا تَاۡكُلُ الۡاَنۡعَامُ کی شکم پروری اور خود آرائی کے اعمال میں شاغل ہیں لہذا وہ اس قابل ہیں کہ

ترجمہ ۱؎ مگر وہ سفلی ملازم زمین (یعنی پستی اور ملازمت سفلیہ) کی طرف جھک پڑا اور اوس کے ساتھ چمٹ گیا اور (اس سفلی ملازمت کے اختیار کرنے میں اوس نے اپنی بری خواہش کی پیروی کی ہے

۲؎ کیا تم آخرت (یعنے ملازمت عالیہ کی ترقی اصلیہ غیر زائلہ سے چشم پوشی کر کے اور اوس کو چھوڑ کر صرف دنیا (یعنی ملازمت سفلیہ اور ترقی زعمیہ زائلہ پر راضی ہو گئے ہو۔

۳؎ اور نہیں ہے دنیا کی زندگی (یعنے ملازمت سفلیہ) مگر فریب کا سامان۔

۴؎ اور نہیں ہے دنیا کی زندگی (یعنی ملازمت سفلیہ) آخرت یعنے ملازمت عالیہ اور ترقی ابدی کے مقابل مگر ایک تھوڑا سا (بے قدر اور موہوم) سامان۔

۵؎ وہ سفلی ملازم دنیا سے) اوسی طرح خط پاتے اور اوسی طرح کھاتے ہیں جس طرح چارپائے (اوس دنیا) سے حظ اٹھاتے اور کھاتے ہیں۔

اونھیں کُلُوا وَتَمَتَّعُوا قَلِيلًا إِنَّكُم مُّجْرِمُونَ اور فَتَمَتَّعُوا فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ اور تَمَتَّعُوا حَتَّىٰ حِينٍ اور وَإِذًا لَّا تُمَتَّعُونَ إِلَّا قَلِيلًا کی تنبہات سناتے ہوے ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ مغرورہ اور منتظرہ حالت مین اون کو چھوڑدیں قوت جذب کا تیسرا مرض حزن ہے اور حزن اوس نفسانی رنج کو کہتے ہیں جو اپنے محبوب اور مطلوب شئی کے مفقود اور فوت ہوجانے سے پیدا ہوتا ہے یہ مرض جسمانی خواہشون اور بدنی لذتون اور دنیوی آرائشونکی حرص وطمع سے پیدا ہوتا ہے گویا

ا؎ ورِ برتو (اس تمھاری موجودہ) دنیا کو تھوڑی سی مدت (یعنی یہ تمھاری دنیا جس کو تم نے اپنی سفلی ملازمت سے کمایا ہے باقی رہنے والی نہیں ہے بلکہ عنقریب زائل ہونے والی ہے کیونکہ تم مجرم اور سفلی ملازم ہو (اگر تم مطیع اور ملازمت عالیہ کے پابند ہوتے تو تم کو دنیوی ترقی دی جاتی اور تمھاری دنیوی ترقی زائل نہ کی جاتی۔

۲؎ اپنی موجودہ دنیا سے (جس کو ملازمت سفلیہ کے ذریعہ کمائے ہو) مزے اڑالو (جبکہ بعد عنقریب تم کو اپنی اس موجودہ دنیا اور موجودہ ترقی کا انجام معلوم ہونے والا ہے۔

۳؎ اپنی موجودہ دنیا کو برت لو ایک محدود مدت تک جو عنقریب زائل ہونے والی ہے۔

۴؎ (جب) اس وقت (تم اپنی اس ملازمت عالیہ اور اوس شریف بندگی سے بھاگ کر اس ملازمت سفلیہ اور اس خسیس بندگی کو اختیار کرلئے ہو اور اوس کے بندہ بن گئے ہو تو اب خوب جان لو کہ اپنی اس خسیس بندگی سے) تم فائدہ نہ اٹھاوگے مگر کچھ تھوڑی سی مدت تک اور اوس کے بعد تم کو زوال ہی زوال ہے۔

۵؎ ان سفلی ملازموں) کو چھوڑدو تاوہ (اپنی اس سفلی ملازمت کو روزی) کھائیں اور (اسی سفلی ملازمت سے) حظ اٹھائیں اور اون کی (موہوم) امید اونھیں اپنی اس سفلی ملازمت میں خوب مغالطان رکھے (جس کا انجام یہ ہوگا کہ عنقریب وہ اپنی اس سفلی ملازمت کے بُرے انجام کو) دیکھ لینگے

یہ حرص وطمع سبب مرض ہے اس (مرض حزن) کا علاج یہ ہے کہ اس عالم کی اشیائے جسمانی اور اشخاص جسمانی میں تامل کرے کہ وہ بالکل ناپائدار ہیں اور جو پائدار ہیں وہ صرف امور عقلیہ اور سعادات نفسانیہ ہیں جو زمان ومکان کے احاطے اور گھیرے سے اور بگڑنے سے اور بگاڑنے والی چیزوں کے تصرف سے بہت بلند ہیں اور وہی تعلق ووابستگی کے قابل ہیں چنانچہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِندَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلًا

اس علاج سے حرص وطمع جو مرض حزن کا سبب ہیں زائل ہو جائینگے اور زوال سبب سے زوال مرض ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ اور قوت جذب کا چوتھا مرض حسد ہے اور وہ (حسد) دوسرے کی نعمت وراحت زائل ہونے کے انتظار وطلب کا نام ہے عام ازینکہ اس نعمت کا خود آرزومند ہو یا نہ ہو اگر باعث حسد یہ ہے کہ دوسرے سے نعمت زائل ہوکر وہ اپنے کو حاصل ہو تو اوس وقت اس مرض میں قوت شہوانی کی مشارکت ہوگی اور اگر صرف دوسرے کی نعمت کا زوال چاہتا ہے بغیر اس کے کہ اپنے لئے اوس کی تمنا کرے تو اوس وقت اس کا تعلق بلا شرکت قوت شہوانی صرف قوت غضبی سے ہوگا یہ مرض بدترین امراض ہے اس لئے کہ حاسد دوسروں کی نعمت سے رنجیدہ ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہرگز اہل عالم سے منقطع نہ ہونگی اس صورت میں حاسد کا

ترجمہ (رہنے والی نیکیاں بہتر ہیں تیرے پروردگار کے پاس ثواب کی رو سے (اور نیز بہتر ہیں (اور نیز بہتر ہیں) ازروئے نفع حاصل کرنے کی توقع کی رو سے

یہ رنج بھی کبھی منقطع نہ ہوگا اور جب تک اونکی عمر ہے وہ نعمتیں باقی رہینگی اور حاسد کا رنج بھی اون کے دیکھنے سے مدت العمر قائم رہیگا اور حسد کا علاج وہی ہے جو حزن وغضب کا علاج ہے لہذا وہیں سے اس کا علاج سمجھ لیا جائے۔

باب (۲۴)

تہذیب اخلاق کے لحاظ بحیثیت اور حضرت اقدس اعلیٰ کی عظمت میں

یہ حکمت علمی کے جزو اول یعنے تہذیب اخلاق کا ایک نہایت مختصر نمونہ ہے جس سے اس سلسلہ کے مضامین کی ترتیب اور تہذیب و اصلاح کے لئے اوس کی ضرورت معلوم ہوتی ہے اور حضرت خلاق علیم تعالیٰ وتقدس کی عجیب وغریب خلقت کا اور اوس کی حکیمانہ وضع کا پتہ چلتا ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ جب ایسی عجیب وغریب اور ایسی حیرت انگیز کلوں اور پرزوں سے انسان کی ساخت ہوئی ہے تو اوس کی غایت کیسی بلند اور کیسی عزیز ونفیس ہوگی اور ایسی ساخت وخلقت کس قدر حفاظت کے قابل ہوگی اور پھر ایسی ساخت کے بے شمار افراد جس کی (یعنی بادشاہ عالیجاہ کی) حفاظت میں دئے گئے ہوں اوس کی قدر ومنزلت کہاں تک رفیع ہوگی الحمد للہ کہ ہمارے بادشاہ عالیجاہ سکندر دوراں حامی اسلام وایمان اعلیحضرت آصف جاہ سابع نواب میر عثمان علی خاں بہادر خلد اللہ ملکہ وبارک اللہ فی عمرہ

وفی تعداد لاده بالتکرار الحجدید اُن کو اسلامی اخلاق اور ایمانی فضائل کی مراعات و نگہداشت اور اوس کے نفاذ و اشاعت میں نہایت اہتمام اور جد و جہد ہے اور باوجودیکہ اون اخلاق میں عام طور پر اجنبی رنگ آمیزی ہوگئی ہے مگر حضرت اعلیٰ کی جو اصولی تدابیر اوس کے معاوضہ میں قائم ہوئی ہیں اون سے حضرت اعلیٰ کا مقصد مبارک ظاہر ہو رہا ہے خدا تعالیٰ اس ذات مبارک کو دیرگاہ قائم رکھے اور ہماری تمنائیں اوس ذات عالی صفات کے ہاتھوں پوری کرائے بھائیو ہمارے بادشاہ عالیجاہ کی وہ شان ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنی عزیز اور پیاری مخلوق کی بے شمار تعداد اوسکی حفاظت میں دی ہے اور اوس کو تمہارے دین و ملت کا حافظ و حامی بنایا ہے تمہاری نماز تمہارا روزہ تمہاری زکوٰۃ تمہارا حج تمہارا مذہب حق تمہارا طریقہ حق سب اوسی کی حفاظت میں دیئے گئے ہیں جن کی وہ بخوبی حفاظت فرما رہا ہے اور اسی طرح تمہاری دنیا اور تمہاری معیشت بھی اوس کے ہاتھ میں دی ہے تمھیں خدا کا دیا کھلا رہا ہے پلا رہا ہے پہنا رہا ہے رات کو آرام و راحت سے سلا رہا ہے دن کو رفاہیت و فراغت سے گزار رہا ہے کوئی مخالفت تمہاری اہانت کے درپے ہوتی ہے تو وہ تمہاری حمایت فرماتا ہے اقارب و اجانب اور اغیار اور اخیار اور اشرار سب کے ساتھ اوس ذات مبارک کا برتاؤ بالکل قانون عدل کے موافق ہے پھر جب خدا تعالیٰ نے ہم کو ایسی نعمت دی ہے تو اوس کا شکر یہی ہے کہ دل زبان۔ ہاتھ۔ پاؤں۔ قلم اور اپنے سب آلات و جوارح اس

حضرت اعلیٰ کی سلطنت و شان کا نمونہ

حضرت مبارک پر نثار کریں اور اپنے مالک حقیقی تعالی شانہ کی دہلیز پر اوس کی حکومت و دولت کی بقا و ترقی کے لئے سر رکھ کر اور ناک رگڑ کر التجا کریں۔

باب (۳۵)

تدبیر منزل اور اوسکے عنوان اول اور اس عنوان کے چار مضمون ہیں

تدبیر منزل

اب تہذیب اخلاق کے بعد تدبیر منزل کا مرتبہ ہے جو حکمت عملی کا دوسرا جز ہے اگر یہ تدبیر عام لوگوں سے متعلق ہوگی تو اوس کو تدبیر منزل ہی کہیں گے اور اگر اس کا تعلق منزل شاہی سے ہوگا تو اوس کے نام کو بھی بادشاہی شان کی سی امتیاز ہوگی اور اوس کا خاص نام صدر مجالس ہوگا حکمت عملی کے اس دوسرے جز میں کئی عنوان ہیں جن میں سے عنوان اول ضرورت منزل کے سبب کا ہے اس عنوان کے مضامین حسب ذیل ہیں :-

مضمون اول تدبیر منزل کی تعریف میں ہے وہ یہ کہ تدبیر منزل اوس علم کو کہتے ہیں جس سے اہل منزل کی تدبیر و سیاست کا طریقہ کہ جس سے منزل کی خلل کی حفاظت ہو معلوم ہو مضمون ثانی یہ کہ انسان کو منزل (یعنی مکان) کی کیوں ضرورت ہے اس کا مختصر بیان یہ ہے کہ انسان کو

تدبیر منزل عنوان اول مضمون اول
تدبیر منزل عنوان اول مضمون ثانی

اپنی بقائے شخصی کے لئے خواہ نخواہ غذا کی ضرورت ہے اور انسانی غذا بغیر بہت سی تدبیروں اور پیشوں کے جو نقشہ ذیل میں درج ہیں مہیا نہیں ہو سکتے

پیرنا	کاٹنا	کھلہ کرنا	صاف کرنا	گوندنا	پکانا

اور یہ تمام اسباب بجز باہمی اعانت و مشارکت کے ہموار نہیں ہو سکتے اور ہر روز اوس روز کی ضروری غذا بھی از سر نو مجموعی طور پر مہیا ہوئی مشکل ہے لہذا اس امر کی ضرورت ہوی کہ کافی مقدار میں اسباب معاش جمع اور محفوظ رہے اور بجز مقام محافظ و محروس کے اسباب معاش کا جمع اور محفوظ رکھنا نہیں ہو سکتا اس لئے منازل (یعنے مکانات و مقامات سکونت) کی ضرورت ہوی اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ مضمون ثانی (یعنے ضرورت منزل) کے تحت میں چھ مضمون ہیں جو نقشہ ذیل میں مذکور ہوتے ہیں :-

مضمون اول انسان کیلئے بقا کیلئے غذا کی ضرورت	مضمون ثانی اس غذا کے تہیہ میں بہت سی تدبیروں اور پیشوں کی ضرورت
مضمون ثالث - غذا کے مہیا کرنے والے پیشوں میں باہمی اعانت و شرکت کی ضرورت	
مضمون رابع - روزانہ از سر نو تہیہ غذا کی دشواری	
مضمون خامس مضمون رابع کی بناء پر تمام اسباب معیشت کے جمع و مہیا اور محفوظ رکھنے کی ضرورت	مضمون سادس مضمون خامس کی بناء پر مکان کی ضرورت

ضرورت منزل کے یہ چھ مضمون ہیں جن کے سلسلہ نے ضرورت منزل کی نوبت پہنچائی مضمون ثالث معاون منزل ہے اس مضمون کا مختصر

عنوان اول کا دوسرا مضمون

عنوان اول کا تیسرا مضمون

بیان یہ ہے کہ جب تحصیل غذا میں آدمی کے لئے ترتیب و ترکیب کی
ضرورت ہے تو تنہا اوس کی سربراہی دشوار ہے لہذا امکان میں معاون
کی ضرورت ہے جو مکان میں اپنے نہ ہونے کی صورت میں یا دوسرے
ضروری امور میں اپنی مصروفیت کے وقت مکان میں اپنا قائم مقام ہو
اور اس قائم مقامی سے مدامی طور پر اسباب معیشت کی حفاظت کرسکے
یہ مضمون ثالث کا پہلا مضمون ہے جو ابھی دوسرے رنگ میں آجاتا
ہے وہ یہ کہ اس معاون کا صنفی تعین نہ کرنا صرف شخصی حال کے اعتبار
سے ہے یعنے اگر نوع انسانی سے قطع نظر کرکے صرف اس نوع کے اشخاص
پر نظر ڈالی جائے تو بلا تعین صنف یہ اعانت پوری ہوسکتی ہے مگر جب
نوع انسانی کی طرف نظر ڈالی جاتی ہے تو مضمون اول میں جو معاون بلا
تعین سادہ طور پر ذکر کیا گیا ہے یہاں مضمون ثالث میں وہ صنفی تعین
کا رنگ لے لیتا ہے جس کا بیان یہ ہے کہ جو کچھ اہتمام ہے وہ نوع
کے لئے ہے جس میں کثرت شخصی ہے لہذا تدبیر منزل میں بھی ضرور
نوعی اہتمام ہوگا نہ شخصی اسی بنا پر مضمون اول کا معاون یہاں خاص
ہوکر وہ دوسرا مستقل مضمون بن جاتا ہے وہ یہ کہ نوعی حفاظت کے لحاظ
سے ضرور ہے کہ وہ معاون منزلی عورت ہو کہ جس کی ازدواج سے توالد
وتناسل بھی حاصل ہو اور تدبیر منزل کا بھی استحکام ہو۔ چہ خوش بود کہ
بر آید بہ یک کرشمہ دو کار اور جب توالد و تناسل سے اولاد ہوگی تو بحمد اللہ
خدا کے بندے کم از کم ایک سے تین ہونگے جو جماعت کا ابتدائی درجہ ہے

مضمون ثالث کا دوسرا مضمون

مضمون ثالث کا تیسرا مضمون

اور آیندہ اس میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ ترقی ہوگی اب منزل میں تعداد بھی بڑھ گئی اور منزل کے متعلقہ کاموں میں اون کی تدبیر کا کام بھی بڑھ گیا لہٰذا اور معاون کی بھی ضرورت ہوی جو تیسرا مضمون ہے اب یہ جماعت ارکان منزل ہیں جن سے معاشی انتظام کا بندوبست ہوتا ہے مضمون رابع ریاست منزل ہے اس (مضمون) کا مختصر بیان یہ ہے کہ ہر کثرت کا نظام وحدت اتفاقی کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے یعنے کثرت کا شیرازہ ایک ہوتا ہے لہٰذا نظام منزل بھی اصلاحی تدبیر کے ساتھ (جو موجب الفت ہوتی ہے) مربوط ہوگا۔ یعنی منزل میں ایسے مدبر کی ضرورت ہوگی جس سے خانگی تدبیر متعلق ہو اور اس کام کے لئے منجملہ اہل خانہ باپ ہی موزوں ہوگا بناءً علیہ منزل کی ریاست اور اہل منزل کی سیاست اوسی کی تفویض ہوگی۔

تدبیر منزل کے مضامین میں ایک مستقل اور قابل توجہ مضمون یہ بھی ہے کہ اقامت منزل میں ہمسایہ کی حیثیت کا ضرور لحاظ رہے کیونکہ برا ہمسایہ شرعاً و عقلاً بہت سی خرابیوں کا باعث ہوتا ہے۔

عنوان اول کا چوتھا مضمون

باب (۲۶)

عنوان اول کے پانچویں مضمون میں

عنوان اول کا پانچواں مضمون

بناءً علیہ اس عنوان کا پانچواں مضمون حیثیت ہمسایہ کے لحاظ کا ہے۔ ہر چند

مضامین مذکورہ کی رو سے تدبیر منزل میں اس امر کی ضرورت نہیں کہ مکان کی ساخت
خواہ مخواہ گچ اور اینٹ پتھر اور لکڑی سے ہو بلکہ تدبیر منزل خاص اسی اتفاق
وانتظام کا نام ہے جو زن و شوہر اور والد و اولاد اور خادم و مخدوم اور مالک و صاحب
ان کے درمیان میں ہو خواہ پتھر اور لکڑی کے مکان میں رہیں خواہ خیمہ میں
خواہ درخت کے سایہ میں خواہ غار میں مگر یہ (یعنی تدبیر منزل میں حیثیت
مکان کی تصدیق نہ ہوتی) خاص تدبیر منزل کی ذاتی حیثیت کی رو سے ہے
یعنی نفس تدبیر منزل میں مکانی حیثیت کا تعین داخل نہیں ہے لیکن تدبیر
منزل اور تمدن میں جب باہم وصل اور علاقہ ہے تو گو منزلی رو سے مسکن کا استحکام
ضروری نہ ہو مگر تمدنی رو سے تو ضروری ہے یہ مضمون ---- تدبیر منزل کا مستقل
مضمون نہیں ہے بلکہ اوس کا ایک ذیلی اور ضمنی مضمون ہے مگر تمدنی رو سے
مکان کے تعین و حیثیت کا مضمون البتہ تدبیر منزل کے مضامین کا تکملہ اور
تتمہ ہوگا وہ یہ کہ حکما نے کہا ہے کہ اقسام مکانات میں وہ مکان عمدہ ہے جو
مستحکم اور اوس کا ڈھانچہ مرتفع اور اوس کے دروازے کشادہ ہوں اور
ہر فصل اور ہر موسم کے مناسب اوس میں مقام مہیا ہوں اور مضرت غرق
اور مضرت آتش زدگی سے محفوظ رہنے کی احتیاط بھی اوس میں ملحوظ ہو اور
نقب زنی اور سرقہ اور موذی جانوروں جیسے سانپ بچھو چوہا وغیرہ کو
بھی اوس میں گنجائش نہ ہو یعنی اوس کی ساخت حکیمانہ وضع پر ہو یہ مضمون
عنوان اول کے مضامین خمسہ کا تکملہ اور تتمہ ہے جس پر مضامین خمسہ کا
اختتام کیا جاتا ہے اور اس کے بعد تدبیر منزل کا دوسرا عنوان شروع کیا جاتا ہے

مضمون عنوان اول

باب (۲۷)

تدبیر منزل کے عُنوان ثانی اور اوس کے جامع وحاوی دو مضمون میں

تدبیر منزل کا عنوان ثانی

تدبیر منزل کا دوسرا عنوان تدبیر مال اور انتظام معیشت ہے اس عنوان کے بھی بہت سے مضامین ہیں جن کا پہلا مضمون یہ ہے کہ جب انسان کے لئے بطور ذخیرہ اسباب معیشت کا مہیا رکھنا ضروری ہے تو احتیاط اس میں ہے کہ کھانے پینے کے مختلف اجناس بطور ذخیرہ تیار رکھے تا اگر باتفاق زمانہ اون اجناس میں سے چند اجناس ضائع ہوں تو دوسرے اجناس رہ جائیں اور پوری محتاجی کا سامنا نہ ہو اور دوسرا مضمون مالی مداخل ومخارج کا اور مالی حفاظت کا ہے۔

عنوان ثانی کا پہلا مضمون

مالی مداخل دو طرح کے ہیں ایک تو وہ کہ جن کا حصول تدبیر صناعی اور کسب اور کمائی سے ہو اس طرح سے جو مالی آمدنی ہوگی وہ صنعت کے ذریعہ (جو منجملہ اصول مکاسب) یعنی کمائیوں کے اصول میں سے (ایک اصل ہے) ہوگی اور صنعت کی تین قسمیں ہیں ایک صنعت شریف جو قوت نفسانی سے متعلق ہے پھر اس (صنعت شریف کی) بھی کئی قسمیں ہیں مگر منجملہ اون کے تین قسمیں بڑی ہیں ایک وہ جو عقل سے متعلق ہے جیسے صنعت وزارت دوسری وہ جو فضل وادب سے متعلق ہے جیسے کتابت وبلاغت اور نجوم وطب اور استیفاء (یعنی ملک کی صدر محاسبی) ومساحت یعنی پیمایش تیسری وہ جو قوت وشجاعت سے متعلق ہے جیسے سواری اور

صنعت شریف کے اقسام

صنعت ذمیمہ کے اقسام

سرحدات کی محافظت اور دشمنوں کی مدافعت۔ اور اسی طرح صنعت ذمیمہ کی بھی تین قسمیں ہیں ایک وہ جو مصلحت عام کے خلاف ہے جیسے احتکار (گرانی کی نیت سے یعنی اوس کو پیش نظر رکھ کر غلہ جمع کرنا تو اوس کو نفع سے فروخت کرے) اور سحر وغیرہ جو اشقیا کے پیشے ہیں دوسری وہ جو فضیلت نفسانی کے خلاف ہے جیسے مسخرگی یا مطربی۔ یعنی قوالی۔ یا مقامری۔ یعنے قمار بازی کے پیشے جو حمقا کے پیشے ہیں تیسری وہ جس سے طبیعت کو تنفر ہوتا ہے جیسے حجامی اور دباغی اور کناسی یعنے خاکروبی جو کمینوں اور خسیس الطبع لوگوں کے پیشے ہیں اور ہر چند تیسری صنعت اور اوس کے اقسام رذیل ہیں مگر تمدن کے لئے اون کی ضرورت ہے لهذا اون کی قبح طبعی ہے نہ عقلی اور پہلی دو قسموں کی قبح عقلی ہے ان پیشوں اور ہنروں کے سوائے مکاسب (یعنی کمائیوں) کے اور دو اصول ہیں ایک زراعت دوسرا تجارت۔

مخارج و مصارف کا انتظام

یہ مالی آمدنی کی وہ صورتیں ہیں جو کسب سے متعلق ہیں اور مالی آمدنی کی وہ صورت جو کسب سے متعلق نہیں ہے یہ ہے کہ میراث سے یا مختلف قسم کی عطیات سے (خواہ عطیات شاہی ہوں یا اور کسی صلہ کی عطیات) مال حاصل ہوا ہو ان تمام صورتوں کی جو آمدنی اور جو مداخل ہوں اون کے مخارج و مصارف میں اعتدال لازم ہے اعتدال کے معنی یہ ہیں کہ از روئے مقدار خرچ میں نہ اسراف (یعنی نہ حد سے تجاوز) ہو نہ تقتیر (یعنی بالکل کمی) اور از روئے کیفیت اس خرچ میں نہ دکھاؤ ہو نہ فخر بلکہ صرف ضرورت زندگی پیش نظر رہے اور نیز آمدنی سے خرچ کم ہو اور پیش از پیش ضرورت کے

اوقات (جیسے قحط کا اور افلاس و نکبت کے زمانہ کا اور بیماریوں کے وقوع
کا بھی خیال رہے یعنے ایسے اوقات کے لئے کچھ جمع رکھے اور جہاں تک ممکن
ہو کئی قسم کے مال یعنے کچھ نقدی کی قسم سے اور کچھ اجناس اور سامان کی قسم سے
اور کچھ املاک وزمینات اور چارپایوں کی قسم سے مہیا رکھے تا اگر احیاناً کسی
ایک قسم کے مال میں خلل اور نقصان واقع ہو تو دوسرے قسم کے مال سے اس کا
تدارک ہو جائے۔ یہ مالی حفاظت کی صورتیں ہیں اور مالی مصارف کی
تین قسمیں ہیں ایک تو وہ جو خدائے تعالیٰ کے حکم سے اور شرعی تقرر سے قائم
ہیں اور ضروری ہیں جیسے زکواۃ اور صدقات اور نذر۔ دوسری وہ
جو سخاوت و کرم پر مبنی ہے جیسے تحفے اور خیرات و مبرات۔ تیسری
وہ جو نفع حاصل کرنے کی یا ضرر رفع کرنے کی ضرورت پر مرتب ہے نفع حاصل
کرنے کی ضرورت کے جو مصارف ہیں اوس کی پہلی مثال یہ ہے کہ بادشاہوں کی
پیشگاہ میں نذرانے پیش کریں اور اوس سے اپنی عقیدت اور وابستگی کا اظہار
کریں کیونکہ رعایا کے تمام مقاصد کا سلسلہ اسی (شاہی) مقام پر منتہی ہوتا ہے
لہذا ایسی صورت جس سے پیشگاہ سلطنت کے ساتھ) اپنی وابستگی معلوم
ہو) قائم رکھنی منجملہ آداب رعایا ہے۔ اور اوس کی دوسری مثال یہ ہے
کہ اپنے گھر والوں کے کھانے پینے پہننے میں کئی طرح سے رقم خرچ کریں
اور ضرورت دفع ضرر کے جو مصارف ہیں اوس کی مثال یہ ہے کہ اپنی
آبرو یا اپنے مال کی حفاظت کے لئے ظالموں اور رذیلوں کو کچھ دیں اب
مصارف کی ان تینوں قسموں میں سے ہر ایک قسم کے حدود اور شروط مقرر میں

مصارف کے اقسام

مگر چونکہ یہاں اختصار کی پابندی کیگئی ہے لہذا انھیں اصولی بیانات پر عنوان ختم کیا جاتا ہے اور تدبیر منزل کا تیسرا عنوان شروع کیا جاتا ہے۔

باب ۲۸

تدبیر منزل کے عنوان ثالث و منجملہ مضامین اوسکے تین مضمون میں

تدبیر منزل کا عنوان ثالث

وہ عنوان سیاست اہل ہے اس عنوان کا پہلا مضمون یہ ہے کہ ازدواج انسان کی اصلی غرض یہی ہونی چاہیے کہ بے جا شہوتوں سے اور اُس کے بُرے آثار و نتائج سے اپنا نفس محفوظ رہے اور نسل حاصل ہو اور مال محفوظ رہے یہی (مذکورہ بالا امور) ازدواج کے اغراض خاص ہیں نہ یہ کہ اوس سے صرف شہوت رانی یا مال و جمال پیش نظر ہو۔ ہر چند مال و جمال بُری چیز نہیں بلکہ اچھی چیز ہے مگر ذاتی جوہر نہیں ہے اور نکاح میں ذاتی جوہر مطلوب ہے جس کے آثار و نتائج بالفعل اور آئندہ مزین تمدن ہوتے ہیں اور اس عنوان کا دوسرا مضمون زوجہ کی حیثیت کا ہے بہتر عورت وہ ہے جس میں عقل و دیانت اور عفت و فطانت (یعنی دانائی و ہوشیاری اور شرم و رقت (یعنی نرمی) اور ادب اور شوہر کا ارضا (یعنی شوہر کا راضی رکھنا) اور وقار ہو اور بانجھ نہ ہو اور باکرہ ہو کیونکہ باکرہ سے شوہر کی فرمانبرداری اور اس کا ادب کرنے کی زیادہ امید ہے اور اسی امید سے ثیبہ پر باکرہ کو ترجیح دی گئی ہے مگر مذکورہ صفتیں دونوں (یعنی ثیبہ اور باکرہ) میں مساوی

عنوان ثالث - پہلا مضمون

دوسرا مضمون

طور پر موجود ہو سکتی ہیں لہذا اگر وہ صفتیں شیبہ میں ہوں تو اوس کے ساتھ
ازدواج کرنے میں بھی کوئی قباحت نہیں۔ اگر ان مذکورہ صفتوں کے ساتھ
عورت کے لئے نسب وثروت اور خوبصورتی بھی ہو تو پھر کمال اپنی نہایت
پر ہوگا مگر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہ تینوں خوبیاں عورتوں کے
نقصان عقل کی وجہ سے خالی از خطر نہیں ہیں لہذا ایسی (ذی نسب یا
ذی ثروت یا خوبصورت) عورتوں میں نہایت احتیاط رکھنی چاہیئے نسب
میں یہ خطر ہے کہ کہیں وہ اپنے نسب پر اترا کر شوہر کی اطاعت سے عار کرے
بلکہ یوں بھی ہوتا ہے کہ شوہر کو مثل خادم جانے اور ایسے جاننے سے معاملہ
اوندھا ہو جائے اور عورت کی مالداری اور خوبصورتی میں بھی اوس کے
اسی طرح اترانے اور شوہر کو بے وقعت سمجھنے کا اندیشہ ہے مگر خوبصورتی
میں اس کے علاوہ اور بھی ایک خاص خرابی ہے وہ یہ کہ اکثر خوبصورت
عورتوں کی خواہش کرنے والے بہت ہوتے ہیں اور عقل (جو فحش سے مانع
ہوتی ہے) عورتوں میں بہت کم ہوتی ہے لہذا یہ خوبصورتی عورتوں میں
بہت سی خرابیاں پیدا کرتی ہے یہ تیسرے عنوان کا دوسرا مضمون ہے
اور اوس کا تیسرا مضمون زوجہ کی کیفیت معاشرت کا ہے یعنی زوج اپنی
زوجہ کے ساتھ کس طرح برتاؤ رکھے شوہر پر لازم ہے کہ زوجہ کی معاشرت
وسیاست میں تین باتوں کا لحاظ رکھے اور تین باتوں سے اجتناب کرے
جن تین باتوں کا لحاظ ضروری ہے اون میں سے پہلی بات یہ ہے کہ
زوجہ کی نظر میں اپنی ہیبت جما دے تا شوہر کی فرماں برداری میں بے پروائی

تیسرا مضمون

نہ کرے اور اس ہیبت کے جمانے کا انتظام اس طرح پر ہوگا کہ اپنے فضائل کا اوس کے روبرو اظہار کرے اور اپنے رذائل اوس سے چھپائے عورت کی نسبت سیاسی انتظامات کے تمام اقسام میں یہ سیاسی انتظام نہایت مؤثر کارگر ہے دوسری بات یہ ہے کہ جو باتیں محبت والفت کے بڑھانے والی ہیں (جیسے کھلانا۔ پلانا۔ لباس اور زیورات کا پہنانا) اون باتوں کے ذریعہ زوجہ کی توقیر اور اس کا اکرام کرے تا زوج کے ساتھ اسکی الفت وانست قائم رہے اور ایسی اس توقیر واکرام کے بحال رکھنے کے لئے ہمیشہ شوہر کی فرماں بردار رہے اس دوسری بات کے کئی شعبے ہیں ایک یہ کہ نامحرم سے اس کو پردہ کرائے دوسرا یہ کہ اوس کے ساتھ نرمی سے بات چیت کرے اور گھر کے چھوٹے موٹے اور ابتدائی انتظامات میں اس سے مشورہ کرے مگر اس مشورہ کی وضع ایسی نہ رکھے کہ جس سے زوجہ کو یہ طمع پیدا ہو کہ شوہر میرا مطیع ہو جائے تیسری بات یہ ہے کہ زوجہ کے اقربا اور متعلقین کے ساتھ اکرام واحترام کا طریقہ جاری رکھے اور اونکی مدادات اور غمخواری وہمدردی کیا کرے اور جب تک زوجہ میں کسی قسم کا خلل نہ دیکھے اوس وقت تک دوسری عورت (گو وہ خوبصورتی میں مال میں نسب میں اوس سے بڑھی ہوئی ہو) نہ کرے کیونکہ عورتوں کی طبیعت میں جو غیرت وحسد مرکوز ہے وہ جب اونکی عقل ناقص کے ساتھ مل جاتا ہے تو بہت سی برائیوں اور فضیحتوں پر اون کو آمادہ کر دیتا ہے جس سے زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے تدبیر منزل کے علم میں بجز بادشاہوں کے کسی

گو دو چار عورتوں کی اجازت نہیں دی گئی ہے اور یہ اجازت نہ دینی وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً کے قانون الٰہی پر مرتب ہے اور بادشاہوں کے لئے دو چار عورتوں کی اجازت اس لئے ہے کہ اس کی نسل قائم رہے اور بڑھے اور علاوہ اس کے انکی شاہانہ ہیبت اور شاہانہ عزت کی وجہ سے عورتیں انکی طرف بخوبی مائل اور انکی مطیع رہتی ہیں اور کسی طرح فرمانبرداری سے گریز نہیں کر سکتیں اور اسباب معیشت کے لینے دینے اور برتنے میں اور اسی طرح خدمتگاروں سے کام لینے میں عورت کو مختار کر دے اور حکمت عملی سے عورت کی توجہ کو گھر کی دیکھ بھال میں اور دوسرے خانگی امور میں مصروف رکھے اور بے کار نہ رکھے کیونکہ جب انسان کو ضروریات میں شغل نہیں ہوتا نفس (اس اصول پر کہ وہ بیکاری نہیں قبول کرتا) غیر ضروریات کے طرف مائل ہو جاتا ہے جس سے عورت کے حق میں یہ اندیشہ ہے کہ اگر وہ فارغ و بے کار رہے تو تماشے میں مشغول ہو جائے یا باہر نکل آئے مگر اس کو بے کار نہ رکھنے کا مطلب یہ نہیں کہ اوس کے ہاتھ پاؤں کو چین نہ لینے دیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ گھر اس طرح اوس کے تفویض کر دیں کہ جس سے خود بخود اپنے کو وہ منتظم خانہ سمجھ کر خانگی انتظام میں بہ مختاری و خوشی مصروف رہے نہ یہ کہ جانوروں کی طرح زبردستی مارپیٹ سے اوس کو کام میں لگائیں یہاں تک تو اون تین باتوں کا بیان ہوا جن کا لحاظ عورت کی معاشرت میں ضروری ہے اب رہیں وہ تین باتیں جن سے (عورت کی معاشرت کے باب میں) اجتناب ضروری ہے تو اون میں کی پہلی بات یہ ہے کہ انکی

محبت میں عملاً ایسی افراط نہ کریں کہ جو عورت کے حاوی ہونے کا سبب ہوجائے
دوسری یہ کہ تدبیر منزل کے بڑے بڑے انتہائی امور میں زوجہ کے ساتھ مشورہ
نہ کرے اور اپنے راز کی اوس کو خبر نہ دے اور بجز اسباب معیشت کے اپنے اصلی
مقدار اور اپنے ذخیرے کو اس سے چھپائے رکھے کیونکہ عورتوں کی ناقص
عقل ایسے اظہار کی متحمل نہیں ہوسکتی اور اوس کے متحمل نہ ہونے سے آیندہ
بہت سی خرابیوں کا اندیشہ ہے تیسری یہ کہ عورت کو لہو لعب اور گانے
بجانے سے یا اوس (گانے بجانے) کے تماشے میں مصروف ہونے اور اسیطرح بیگانہ مردوں کو دیکھنے و
مردوں کے قصے سننے اور ادن بُری عورتوں کی صحبت سے (کہ جن میں
بے پردگی اور گانا بجانا ہو وغیرہ) روکیں۔

(۳۹)
باب

چوتھا مضمون

عنوان ثالث کے چوتھے اور پانچویں مضمون میں

اور اس عنوان کا چوتھا مضمون زوج کی کیفیتِ معاشرت کا ہے یعنی
یہ کہ زوجہ اپنے زوج کے ساتھ کس طرح برتاؤ رکھے اس کا مختصر بیان یہ ہی کہ
زوجہ پر شوہر کے پانچ حق ہیں پہلا عفت (یعنی اپنے کو عفت کے ساتھ رکھنا
تا شوہر کی حرمت و عزت قائم رہے دوسرا اظہار کفایت یعنی جس کام کو
خود کرسکتی ہے اوس کو دوسروں کے تفویض نہ کرے اور خواہ مخواہ اپنی راحت
اور تن آسانی کے لئے شوہر پر اوس (کام) کی بار نہ ڈالے تیسرا شوہر کی حرمت

واعزاز چوتھا شوہر کی فرماں برداری کرنی اور اوس کی نافرمانی سے بچنا پانچواں عسرت وتنگی میں خوبی کے ساتھ بسر کرنی اور تنگی کی وجہ سے شوہر کو ملامت نہ کرنی اور اس عنوان کا پانچواں مضمون یہ ہے کہ جب شوہر کو ناشایستہ اور غیر مہذب عورت ملے اور اگر اولاد ہے تو ہرگز اوس کو علیحدہ کرنے کا خیال نہ کرے اور نیز اولاد نہ ہونے کی صورت میں بھی اوس کے علیحدہ کرنے میں عجلت نہ کرے بلکہ جب زوجہ میں کوئی اصلاحی تدبیر کارگر نہ ہو تو آخر میں بہ مجبوری تمام اس علیحدگی کو اختیار کرے تدبیر منزل میں عورتوں کی اصلاح کی ایک تدبیر یہ بھی لکھی ہے کہ زوجہ کو کسی محرم امانت دار کے سپرد کرکے دور دراز کا سفر اختیار کرے اور مدت تک اسی سفر میں رہے شاید کہ اس طول مدت میں خدائے مُفَرِّجُ الکُروب تعالیٰ شانہٗ عورت کی اصلاح وہدایت فرماکر شوہر کے حق میں اس اصلاح سے کشایش بخشے اور عورت اس طول مدت میں اپنے شوہر کی شائق اور اپنے اخلاق بد سے نادم ہو جاے

باب (۳۰)

تدبیر منزل کے عنوان رابع اور منجملہ مضامین اوسکے تین مضمون میں

تدبیر منزل کا چوتھا عنوان سیاست واصلاح اولاد ہے یہ عنوان طویل اور پراز مضامین ہے مگر یہاں اوس کا انتخاب عرض کیا جاتا ہے اس عنوان کا پہلا مضمون رضاعت ہے زوجین کی راحت وآرام کے خیال سے اکثر

تدبیر منزل کا عنوان رابع

مالداروں میں مرضعہ (یعنی انّا) کا دستور چلا آتا ہے پس اولاد کی پہلی اصلاح
یہ ہے کہ صاحب اخلاق اور لائق و معتدل المزاج انّا اون کے لئے منتخب
اور مقرر کریں تاکہ انّا کی رضاعت سے اوس (انّا) کی مزاجی اور نفسانی عمدہ
کیفیت اولاد میں موثر ہو ہر چند انّا کی یہ احتیاط عام طور پر ضروری ہے مگر
حضرات سلاطین کی اولاد کرام میں علی الخصوص اوس کی سخت ضرورت ہے
اور اس عنوان کا دوسرا مضمون یہ ہے کہ حسب شرع شریف ولادت کے
ساتویں روز عقیقہ کرکے اون کے لئے کوئی عمدہ نام منتخب کریں اور تیسرا مضمون
یہ ہے کہ مدت رضاعت کے بعد (جہاں سے اولاد کی اصلاح و تادیب کا
زمانہ شروع ہوتا ہے) اون کی تأدیب (یعنی تعلیم ادب) میں مصروف ہوں
تاکہ ابتدا ہی میں اخلاق ذمیمہ سے وہ بچے رہیں اور اون کی تہذیب میں
وہی ترتیب ملحوظ رہے جس کا بیان تہذیب اخلاق میں ہو چکا ہے (یعنی
پہلے قوت شہوانی کی اصلاح اوس کے بعد قوت غضبی کی اصلاح
اوس کے بعد قوت تمیز کی تہذیب اور اگر لڑکے میں حیا (جو قوت تمیز کا
پہلا اثر ہے) موجود ہو تو یہ لڑکے کی شرافت و فضیلت نفسانی کی علامت ہے
لہذا اوس کو غنیمت جانکر لڑکے کی اصلاح و تأدیب میں خوب اہتمام کریں
لڑکے کی سب سے پہلی اصلاحی تدبیر یہ ہے کہ اُس کو بُری صحبتوں سے
بالکل دور رکھے پھر دین کے راستوں اور سنتوں کے آداب کی تعلیم کریں
اور اسی طریقہ پر اوس کو قائم اور اوسی کا پابند اور عمل آور رکھیں اور
جب اوس (لڑکے) سے مخالفت شریعت کا مشاہدہ کریں تو فوراً

عنوان الیہ کا پہلا مضمون

دوسرا مضمون

تیسرا مضمون

لڑکے کی طاقت وقوت کے موافق اس کی تنبیہ وتأدیب کریں اور حسب حکم نبوی سات برس کی عمر سے دسویں برس کی عمر تک اوس کو زبان سے نماز پڑھنے کے لئے کہا کریں اور دسویں برس میں ترک نماز پر ضرب سے اسکی تادیب کریں اور اگر کوئی بھلی بات لڑکے سے صادر ہو تو اوس پر اوس کی تعریف کریں اور اگر کوئی بُری بات اس سے سرزد ہوی ہو تو اوس پر اس کو ڈرائیں اور اوس برائی کی مذمت کریں مگر جہاں تک ممکن ہو صاف طور پر ملامت نہ کریں بلکہ اوس (لڑکے) کے روبرو یوں ظاہر کریں کہ شاید یہ بُرائی تجھ سے سہواً صادر ہو گئی ہو گی۔ صاف طور پر ملامت کرنے سے اس بات کا اندیشہ ہے کہ کہیں ملامت کرتے کرتے وہ اس ملامت کا عادی نہ ہو جائے اور جرأت پیدا نہ کرلے اور اگر لڑکا اپنی اس بُری بات کو چھپائے تو اوس کو ظاہر نہ کریں اور اگر بار بار وہ بُرائی اس سے سرزد ہوی ہے تو تنہائی میں اوس کو بہت ملامت کریں اور اچھی طرح اوس بُرائی کی قباحت اوس کو بتائیں اور دوبارہ اوس (بُرائی) کے کرنے سے ڈرائیں مگر بار بار ملامت کرنے اور اوس کی چھپائی ہوی بُرائی کو ظاہر کرنے سے بچے رہیں تا اوس کو ملامت کی عادت نہ ہو جائے بلکہ اوس کے روکنے میں عمدہ حیلے کام پر لائیں اور حکیمانہ تقریر سے اکل وشرب اور لباس فاخرہ کو اوس کی نظر میں خفیف کریں اور اوس کے ذہن میں جمائیں کہ نقشی اور رنگ برنگ کا لباس پہننا عورتوں کا شیوہ ہے مگر مردوں کو چاہئے کہ اس زنانہ شیوہ سے اپنے طریقہ کو جدا رکھیں اور یہ بھی اوس کے

خیال میں جما دیں کہ کھاتے پینے کی خواہش کو اپنے پیش نظر رکھنا جانوروں
کی عادت ہے اور یہ کہ کھانا اور پینا لذت پانے کی غرض سے نہیں ہے بلکہ
صحت قائم رکھنے اور بھوک پیاس کو دفع کرنے کی غرض سے ہے جیسے کہ دوا
دفع مرض کے لئے بقدر ضرورت کھاتے ہیں اوسی طرح غذا اور پانی بھی
بھوک اور پیاس کی دفع کے لئے بقدر ضرورت کھائیں اور پئیں اور کھانے
کے الوان (یعنے طرح طرح کے کھانوں) سے اوس کو روکیں اور ایک ہی
قسم کے کھانے کی طرف اوس کو مائل کریں اور کبھی کبھی صرف خالی روٹی بغیر
سالن یا اور کسی قسم کی نان خورش کے اوس کو دیا کریں تا ضرورت کے وقت
بغیر سالن کے روٹی کھانے کی اوس کو عادت رہے ہر چند کھانے پینے کے
یہ مذکورہ قاعدے اغنیا کے نہیں ہیں مگر بہ نسبت غیر اغنیا کے اغنیا سے اسکی
عمل آوری بہت بھلی معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ اوس سے آدمی کا روحانی
تعلق بڑھتا ہے اور لڑکے کو شام کا کھانا صبح کے کھانے سے مقدار میں زیادہ
دیں تاکہ دن کو نیند اور سستی اوس پر غلبہ نہ کرے اور گوشت بھی اعتدال کے
ساتھ کھلائیں اس لئے کہ بجز پرندوں کے گوشت کے اور قسم کا گوشت مولد سودا
(یعنی مادہ سودا کو پیدا کرنے والا) ہے اور سودا سے ثقالت اور کند ذہنی
پیدا ہوتی ہے اور حلوا اور میوے اور زود ہضم غذائیں ہمیشہ اوس کو نہ
دیں کیونکہ ایسی چیزوں کے جلد ہضم ہو جانے سے بار بار کھانا طلب کرے گا
اور مقصود تو یہ ہے کہ حب غذا اور کثرت غذا سے وہ لڑکا روکا جائے
اور کھانے کے درمیان میں پانی پینے سے اوس کو روکیں کیونکہ کھانے

کے درمیان میں پانی پینے سے ہضم میں فتور پڑتا ہے اور ہر چند نشہ کی چیزوں کا استعمال تمام لوگوں کے لئے نہایت مضر ہے اس سے احتراز کرنا سب پر لازم مگر لڑکوں کو سب سے زیادہ مضر ہے کیونکہ اوس کا ضرر اونکے نفس پر بھی ہوتا ہے اور اون کے بدن پر بھی اور غضب اور بے محل دلیری اور بے شرمی وخفت کا باعث ہے نشہ کے استعمال سے لڑکے کے نفس میں یہ (مذکورہ) بُرے اخلاق نہایت مضبوطی سے جم جاتے ہیں اور چاہیئے کہ لڑکے کو نشہ بازوں کی مجلس سے فوراً بلا تامل روک لیں اور جب تک لڑکا اپنے ہر روز کے مقررہ کام نہ کرلے اور خوب مشقت نہ اٹھائے اوس وقت تک اوس کو کھانا نہ دیں اور پوشیدہ کاموں سے یعنے چھپا کر کوئی کام کرنے سے اوس کو روکیں تا بُرائیوں پر دلیر نہ ہو جائے کیونکہ اس سے بُرائیوں کو چھپا کر کرنے کی عادت ہو جائے گی اور رات کے زیادہ سونے سے بھی لڑکے کو منع کریں اور دن کو تو اوسے بالکل نہ سونے دیں اور نرم وملائم کپڑوں کے پہننے سے اور عیش وراحت کے اسباب سے (جیسے گرما میں مہین اور باریک کپڑوں کے پہننے اور تہ خانوں میں رہنے اور سرما میں گرم کپڑے پہننے اور آگ سیکنے سے) منع کریں۔ مگر اس سے یہ غرض نہیں ہے کہ گرمی اور سردی کی تکلیف میں وہ مبتلا رہے بلکہ غرض یہ ہے کہ گرمی اور سردی کے تکلفات کا اوس کو عادی نہ کریں اور ضرورت سے زیادہ گرمی اور سردی کے لئے اوس کو اہتمام نہ کرنے دیں کیونکہ لڑکے کی تربیت میں مقصود کلی یہی ہے کہ اوس کو آرام طلبی کی عادت نہ

نہ ہو جائے نہ یہ کہ وہ تکلیف میں رہے اور خدانخواستہ اس تکلیف سے
اوس کو صدمہ پہنچے اس لئے کہ یہ جو کچھ احتیاط اوسکی تربیت میں ہو رہی
ہے وہ خود اوس کی آیندہ زندگی کی اصلاح کے لئے ہو رہی ہے پھر
اوس کی تکلیف کیسے منظور ہوگی اور نیز لڑکے کو حرکت کرتے رہنے اور پیادہ
چلنے اور سواری کرنے اور اونکے سوا دوسرے مختلوں اور مشقتوں کی عادت کرائیں اور اٹھنے اور بیٹھنے
بات کرنے کے قاعدہ کی اوسکو تعلیم دیں اور بال جمانے اور زنانہ لباس پہنانے سے اور اوس کے
علاوہ اور دوسری قسم کی آرائشوں سے اوس کا بناؤ سنگار نہ کریں بلکہ
سادہ صفائی کی اوس کو عادت و ہدایت کریں اور ضرورت کے وقت
تک اوس کو انگوٹھی بھی نہ پہننے دیں اور اپنے ہم عمروں پر (باپ کی یا
دنیوی اسباب کی رو سے) اوس کو فخر نہ کرنے دیں اور اوس (فخر) سے
منع کریں اور قسم کھانے سے (خواہ سچ ہو خواہ جھوٹ) منع کریں کیونکہ
قسم (خواہ وہ کسی سے صادر ہو) بری چیز ہے اور اگرچہ (قسم) سچ ہو مگر
از روئے شرع شریف مکروہ ہے البتہ اگر کسی دینی مصلحت سے ہو تو
بری نہیں لیکن یہ دینی مصلحت بڑے آدمیوں کے لئے ہے نہ لڑکوں
کے لئے اور خاموش رہنے (اور جب استفسار ہو تو) جواب سے سوا زیادہ
بات نہ کرنے اور بڑوں کے روبرو باادب اون کی بات سننے اور ماننے
کی رغبت دلائیں بہ نسبت عام لڑکوں کے بزرگزادوں اور علی الخصوص
شہزادوں کے لئے ان (مذکورہ قاعدوں) کی بہت ضرورت ہے۔

باب (۳۱)

عنوان رابع کے چوتھے مضمون میں

چوتھا مضمون عنوان رابع میں

اس عنوان کا چوتھا مضمون یہ ہے کہ یہ امر ضروری ہے کہ اتالیق اور اوستاد خصوصًا شہزادوں کے اتالیق اور اوستاد دیندار اور عقلمند ہوں اور اخلاق کے آراستہ کر دکھانے اور اچھے اخلاق کی عادت کرانے میں ماہر ہوں اور اون کی پاک دامنی اور اون کا وقار و ہیبت و وجاہت و سقاہت مشہور ہو اور بادشاہوں کے اخلاق سے اور اونکی مصاحبت و مواکلت (باہم کھانا کھانے) کے آداب سے خوب واقف ہوں اور لوگوں کی مختلف اقوام میں سے ہر ایک قوم کے ساتھ گفتگو کرنے کے قواعد بھی جانتے ہوں۔

استاد اعلیحضرت علیحضرت کا اخلاقی پیدائشی ہونا مولانا حافظ الحاج مولوی محمد انوار اللہ خاں بہادر

الحمد للہ کہ ہمارے بادشاہ جم جاہ اور ہمارے شہزادگان عالیشان کے اوستاد عالم باللہ و بامر اللہ مولانا الحافظ الحاج المولوی محمد انوار اللہ مجمع انوار الٰہ اور معدن اسرار بارگاہ ہیں اور تزکیۂ باطن سے اور اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ[1] کی ذات مبارک کے ساتھ پیوستہ ہو جانے سے خدائے تعالیٰ نے اون پر ملک اخلاقی کا فیضان فرمایا ہے فَسُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَبِیَدِكَ الْخَیْرُ[2] لہذا بجائے اس کے کہ صاحب اخلاق وفضائل ہوں خدائے تعالیٰ نے خود اون کو اخلاق بخش کیا ہے اور کیوں نہو

ترجمہ [1] بیشک آپ بہت بڑے اخلاق پر (پیدا کئے گئے) ہیں۔
[2] پس پاک ہے تیری ذات اے اللہ دیتا ہے تو ملک جس کو چاہتا ہے اور تیرے ہی قبضہ میں خیر ہے

ہے
فراست شاہی اخذ علوم وادب کے لئے ایسے ہی منتخب افراد کا انتخاب فرمائی
خدا تعالیٰ ہمارے شہزادوں کی تعلیم ہمارے نبی کریم صاحب خلق عظیم
علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے طریق مستقیم اور دین قویم کے موافق رکھے اور لڑکے
کو تنہا تعلیم کرنے کی نسبت دوسرے ہم جنسوں اور بزرگ زادوں کے ساتھ
اوس کی تعلیم کرنی بہتر ہے تا تنہائی کی وجہ سے اوس کو ملال بھی نہ ہو اور
اپنے ہم جنسوں یا بزرگ زادوں کی صحبت سے صاحب آداب بنے اور اپنے
شرکاء تعلیم کے دیکھنے سے تحصیل علم میں جان توڑ کوشش کرے اور جب
اوستاد تعلیم ادب کے لئے اوس کو ماریں تو وہ شرکاء (یعنی ہم سبق) سے فریاد
کرنے اور سفارش چاہنے سے (جو غلاموں اور عاجزوں کی عادت ہوا کرتی
ہے) اوس کو منع کریں جس سے اوس کی طبعیت میں متانت اور وقار پیدا
ہوگا اور اوستاد کو لازم ہے کہ جب تک لڑکے سے کوئی قصور نہ دیکھ لیں
اوس وقت تک اوس کو نہ ماریں اور جب مارنے کی ضرورت ہو تو چاہیے
کہ وہ مار شمار میں کم اور تکلیف میں زیادہ ہو تا عبرت پکڑے اور دوبارہ قصور
کرنے کی جراءت نہ کرے اور لڑکے کو سخاوت کی ترغیب دیں اور دنیا
کے مال واسباب کو اوس کی نظر میں خوار و حقیر کر دکھائیں کیونکہ محبت دنیا
کی آفت زہر اور سانپ کی آفت سے بھی زیادہ ہے اور تعطیل کے
اوقات میں لڑکوں کو کھیلنے کی اجازت دیں بایں شرط کہ اس کھیلنے میں
زیادہ تھکاوٹ اور نیز کسی قبیح امر کا ارتکاب نہ ہو ان قاعدوں کی
پابندی یوں تو تمام لوگوں سے بہت ہی بھلی معلوم ہوتی ہے مگر سب سے

زیادہ جوانوں سے (جنکی قوت شہوانی معارض اصلاح ہوتی ہے) بھلی معلوم ہوتی ہے۔ اسی لئے حدیث قدسی میں وارد ہوا ہے کہ اَلشَّابُ التَّقِیُّ کَبَعْضِ مَلَائِکَتِی یعنی صالح اور مہذب جوان میرے فرشتونکی قسم سے ہی اور جب لڑکے میں قوت تمیز غالب ہوجائے تو اوس وقت اوسکو سمجھادیں کہ دنیوی اسباب سے اصلی غرض حفظ صحت ہے تا آخرت کے لئے نفس کے مستعد ہونے تک جسم باقی رہے پھر اگر وہ لڑکا اہل علم کے خاندان سے ہو تو اس قوت تمیز کے غلبہ کے بعد مقررہ ترتیب کے موافق اوس کو علوم سکھائیں اور اگر اہل صنعت کے خاندان سے ہو تو شرع کی ضروری تعلیم کے بعد صنعت کی تعلیم میں مشغول ہوں اور بہتر یہ ہے کہ لڑکے کی طبیعت میں اور اوس کے احوال میں غور کرکے اس بات کا پتہ لگائیں کہ منجملہ علوم وصنائع کس علم اور کس صنعت کی اوس میں قابلیت اور استعداد ہے پھر جس علم اور جس صنعت کی استعداد اوس کی طبیعت اور اوس کے احوال سے پائی جائے اوسی علم اور اوسی صنعت کی اوس کو تعلیم دیں اور ہر فن کے اثنائے تعلیم میں کسی مناسب ریاضت اور ورزش کا (جو حرارت غریزی کو حرکت میں لاکر صحت کی حفاظت کرے اور سستی اور کندی کو دور کرے) عادی کریں اور جب کوئی صنعت وہنر اوس کو سکھائیں تو اوس ہنر کو اپنی وجہ معیشت بنانے کا اوسے ہدایت کریں تا اوس کمائی کی لذت پاکر اوس ہنر کی تکمیل میں کوشش کرے اور اوس ہنر کی باریکیوں میں کمال پیدا کرے اور عمدہ ہنر کے ذریعہ سے اپنی گذران کرنے کی اوس کو عادت کرائیں

تا ماں باپ کی روزی پر بھروسہ نہ کرے کیونکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ مالداروں کی اولاد اپنے باپ کی ثروت پر مغرور ہو کر علم و ہنر کے حاصل کرنے سے محروم رہی اور زمانہ کے انقلاب کے بعد اون کا حال دگرگوں ہو گیا اور جب لڑکا اپنے ہنر سے کمانے اور کھانے لگے تو اوس وقت اوس کا عقد کر دیں اور اوس کی کمائی جدا کر دیں تا کہ اوس کو بذات خود تدبیر منزل میں مہارت پیدا ہو شاہان فارس اپنے لڑکوں کی تعلیم و تربیت اپنے ہی مقام اور اپنے ہی لوگوں میں نہیں کرتے تھے بلکہ اون کو ثقہ اور قابل اعتماد لوگوں کے ہمراہ تعلیم و تربیت کے لئے کسی ایک طرف بھیجدیتے تھے تا اون کو محنت و مشقت کی گذران کی عادت ہو اور دیلم کے رئیسوں کی بھی تعلیم و تربیت اولاد کی نسبت یہی مذکورہ عادت تھی۔

باب (۳۲)

لڑکیوں کی تعلیم و تربیت اور اعلیحضرت کے اسلامی تتبع کے بیان میں

اور لڑکیوں کی ترکیب میں اون کو اون تمام خصلتوں کی (جن کا ذکر عورتوں کے بیان میں کیا گیا ہے) تعلیم دینی ضرور ہے اور لازم ہے کہ لڑکیوں کو گھر میں جمے رہنے اور گھر سے باہر نہ نکلنے کی اور پردہ میں نہایت احتیاط کرنے کی اور عفت و حیا کی ترغیب دیں اور شرع کے تمام ضروری مسائل سے اون کو واقف کریں اور وہ ہنر جو اون کے لائق و مناسب ہوں سکھائیں اور

زمانۂ قدیم سے اب تک تمام علمائے اخلاق اور علمائے شریعت کی ہدایت یہی رہی ہے کہ پڑھنے لکھنے سے لڑکیوں کو بالکل روکیں مگر آج کل کے نئے علما (جو جدید روش پر ہیں) اس کے مخالف ہیں۔ لیکن اون کی یہ مخالفت اصول علمیہ اور اصول طبایع بشریہ کے اور نیز واقعات جزئیہ نسوانیہ کے (جن کا مجموعہ ایک قابل استدلال اور لائق ہدایت اور مفید یقین کلیہ قائم کر دیتا ہے) بالکل خلاف ہے چونکہ انگریزی تقلید سے تکمیل معیشت کے لئے اون کا دار و مدار محض قوت نظری پر ہے اور قوت عملی کی اصلاح مناسب اونکی روش پر ترک کی گئی ہے لہذا اون کی نظر صرف اسی پر ہے کہ ایسی لیاقت پیدا کریں کہ جس سے مہاجنوں کی طرح روپیہ اور پیسہ سے گھر اور کوٹھے بھر جائیں اور ساہوکارہ پھیل جائے چاہے مذہب رہے یا نہ رہے چاہے عفت رہے یا نہ رہے چاہے حیا رہے یا نہ رہے چاہے جورو بک جائے چاہے بیٹی بک جائے جو کچھ ہو جائے ہو جائے مگر وہ صنم (روپیہ) نہ جائے نصرانی ہو۔ یہودی ہو۔ ہندو ہو۔ جو کچھ ہو۔ ہو مگر مہاجن ضرور ہو۔ بھلا ایسے خیال والے کب گوارا کریں گے کہ اون کی میم کمائی سے خالی رہے۔ لہذا کمائی کے لئے اپنی میموں کا لکھانا پڑھانا اون کے پاس فرض عین ہے مگر افسوس کہ اون کی یہ آرزو اون کی یہ تمنا خاطر خواہ پوری نہیں ہو سکتی مگر سمجھنے والے سمجھ جائینگے کہ اس کی کشش اور طرف ہوتی ہے۔ اسلامی لیاقت علم و عمل دونوں کی جامع ہوتی ہے اور علم و عمل میں سے ہر ایک کو اپنی اپنی حد پر قائم رکھتی ہے اور عمل کو علم کی غایت جانتی ہے اور علمی لیاقتوں کے

نتائج کو بہ اعتبار اصناف و اشخاص مشخص کرتی ہے اور حکم دیتی ہے کہ چونکہ
صنف نسواں میں لکھنے پڑھنے کے نتائج از روئے اخلاق و طبائع نسوانیہ
بُرے ہوتے ہیں اور واقعات سے بُرے ثابت بھی ہوے ہیں لہذا
اُس صنف میں اوس کا سدباب مناسب ہے۔ لکھنے پڑھنے کے کل کام
صنف رجال سے متعلق ہیں اور انھیں کی عقل و قوی اوس کے متحمل ہیں لہذا
انھیں میں اوس کی ضرورت محسوس ہے نہ صنف نسواں میں بلکہ جب ادھر
نسواں کی شہوت اور اودھر اون کی عقل کا نقصان اور اسی طرح ادھر اونکی
جسمانی اور روحانی قوی کا ضعف اور اودھر اونکی فہم و ادراک کا قصور اور اونکی
تلون و بے ثباتی کا ظہور دیکھا جاتا ہے تو قومی ہمدردی اور تمدنی حمایت کا
مطالبہ یہی ہوتا ہے کہ لکھانے پڑھانے کے سوا دوسرے طریقوں سے عورتونکی
تکمیل کی جاے اور سب سے بہتر اونکی عملی تکمیل ہے جو اولاً تدبیر منزل کی محافظ
اور ثانیاً تمدن کی زیب و زینت ہے اور نسوانی مشاغل بھی خاص انسی
تکمیل سے متعلق ہیں عورتوں کے لکھانے پڑھانے کی ممانعت پر تقریر
کیجائے اور اوس کے اسرار بیان کئے جائیں تو بہت طوالت ہوتی ہے
لہذا انسی پر اکتفا کرکے گزارش کی جاتی ہے کہ علمائے اخلاق نے لکھا ہے
کہ جب تعلیم و تربیت کے بعد لڑکیاں ازدواج کی عمر کو پہونچیں تو جلد شریف
و ہمسر کے ساتھ اوس کا عقد کردیں۔ خدائے تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ایسے
نازک زمانہ میں دکہ جس میں اسفل سے لے کر اعلیٰ تک اجنبی تتبع کا سلسلہ قائم
ہے اور تمدنی عمارت میں ہا پایہ سے لے کر سقف تک سب اسی تتبع کے اینٹ

اور پتھر ہیں) ہمارے اعلیحضرت کو ہمیشہ اسلامی تتبع کی محبت اور اجنبی تتبع سے نفرت رہی ہے۔ خدائے تعالیٰ سے ہماری التجا ہے کہ حضرت اعلیٰ کی اس محبت کو اور اوس کے آثار کو یوماً فیوماً برسر ترقی رکھے یہاں تک کہ ہماری تمنا بر آئے یہاں تک تدبیر منزل کے چوتھے عنوان کے مضامین ختم ہوے اور اب اوس کے بعد پانچویں عنوان کے مضامین شروع ہوتے ہیں

اعلیحضرت کا اسلامی تتبع

باب (۳۳)

تدبیر منزل کے عنوان خامس اور اوس کے مضامین اربعہ میں

تدبیر منزل کا عنوان خامس

تدبیر منزل کا پانچواں عنوان ماں باپ کے حقوق کی رعایت ہے اس عنوان کا پہلا مضمون یہ ہے کہ ابتدا سے انتہا تک اپنے اون روابط و تعلقات میں غور کرے جو ماں باپ کے ساتھ تھے ماں باپ کے ساتھ وابستہ ہو جانے کی پہلی صورت یہ ہے کہ ماں باپ اوس کے وجود کے ظاہری سبب ہیں جن کے ذریعہ اون کو خدائے تعالیٰ نے ظاہر فرمایا یہ ماں باپ کے ساتھ وابستہ ہو جانے کی پہلی صورت اس لئے کہ انسان کو سب سے پہلے وجود محبوب ہے اور اون کے ساتھ وابستہ ہونے کی دوسری صورت یہ ہے کہ وجود اور پیدائش کے بعد اونھیں (ماں باپ) کو خدائے تعالیٰ نے اوس کی بقاء کا اور اس بقا کو ترقی دینے کا سبب بنایا اوس کی غذا اور اوس کے لباس اور اوس کی تمام ضروریات (جس سے اوسکی بقا ہوتی تھی) خدائے تعالےٰ

عنوان خامس کا پہلا مضمون

نے اونھیں سے پوری کرائیں اور ماں باپ کے ساتھ وابستہ ہونے کی تیسری
صورت یہ ہے کہ کمالات نفسانیہ (یعنی علوم وفنون اور آداب وقواعد
اور انواع واقسام کی صنعتیں اور ہنر ---) بھی اونھیں کے واسطے سے عطا فرمائے
گویا خدائے تعالیٰ نے اونھیں کے ذریعہ اولاد کو انسان بنایا اب اس سے (یعنی
اُنھیں کے ذریعہ انسان بننے سے) بڑھ کر آدمی کے لئے اپنے ماں باپ سے
وابستہ ہونے کی کونسی صورت ہے اور بعد خدائے تعالیٰ کے دنیا میں ماں باپ سے
بڑھ کر کس کے ساتھ اولاد کو وابستگی ہوسکتی ہے اور ماں نے جو تکلیفیں حمل
اور دردزہ اور رضاعت کی اٹھائیں وہ اس کے سوا ہیں اور پھر ان
تکلیفوں کے بعد اپنے آغوش میں جو اوس کی پرورش کی اور اس آغوشی پرورش
میں اوس نے جو تکلیفیں اٹھائیں وہ ---- اس کے سوا ہیں اسی بنا پر
آیات واحادیث میں ماں باپ کے ادب اور اونکی خدمت گزاری کی نہایت
تاکید آئی ہے اس سے بڑھ کر کیا ہوگا کہ خدائے تعالیٰ نے قرآن مجید
میں اونکی خدمت گذاری کو اپنی اطاعت کے بعد بلا واسطہ وبلا فاصلہ ذکر
فرمایا ہے یہ اس عنوان کا پہلا مضمون ہے اور اوس کا دوسرا مضمون یہ
ہے کہ والدین کے ادائے حقوق میں تین باتوں کی ضرورت ہے جب وہ
تین باتیں اون کے حق میں پوری ہونگی تو اوس وقت اون کا حق ادا ہوگا
پہلی جان ودل سے اون کی خالص دوستی اور زبان اور ہاتھ پاؤں سے
اونکی نہایت تعظیم اور بقدر امکان اون کی فرماں برداری بشرطیکہ اوس
میں خدائے تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو اور جب اون کی فرمان برداری کسی گناہ کے

(۲) دوسرا مضمون

کرتی پر آمادہ کرتی ہے تو اوس وقت نرمی سے اونکی مخالفت کرے نہ سختی اور درشتی سے۔ یعنی وہ بات ہرگز نہ کرے مگر اون کو سخت وسست نہ کہے بلکہ عمل اون کے مخالف فرمان کرے کیونکہ خدائے تعالیٰ کے فرمان کے سامنے کسی کا فرمان لائق تعمیل نہیں اور جب شرع بصورت ضرورت اون کے ساتھ مجادلہ کی اجازت دے تو اوس وقت اون کے ساتھ مجادلہ بھی کرے بہرحال مخلوق مومن کی اصلی وابستگی اپنے مولائے خالق کے ساتھ ہے اور دوسری گو وہ کسی قسم کی ہوں عارضی ہیں لہذا ہرحال میں سب سے پہلے اس وابستگی کا خیال ضروری ہے **دوسری بات** اونکی طلب سے پہلے اونکی تمام ضروریات زندگی کی انجام دہی اور اس انجام دہی سے اوس پر منت نہ رکھنی اور نہ اون سے اوس کا عوض چاہنا **تیسری** ظاہر و باطن میں اونکی خیرخواہی کا اظہار اور اونکی وصیتوں کی محافظت خواہ اون کی زندگی میں ہو خواہ اونکی وفات کے بعد

تیسرا مضمون

اس عنوان کا تیسرا مضمون والدین کے ادائے حقوق کے مقابل اون کے عقوق کا ہے والدین کی ادائے حقوق فضیلت ہے اور اون کا عقوق رذیلت عقوق وہی ہے کہ مذکورہ تین باتیں پوری نہ کی جائیں

چوتھا مضمون

اس عنوان کا چوتھا مضمون اوس کے مذکورہ مضامین کا تکملہ ہے وہ یہ کہ جو اقربا والدین کی جگہ پر ہیں (جیسے دادا۔ پردادا۔ چچا۔ ماموں۔ بڑا بھائی۔ باپ کے سچے دوست) اون کو بھی تعظیم و تکریم میں اور احسان و مدارات میں ماں باپ کے قائم مقام رکھنا چاہئے اور جیسے باپ کے حقوق کا لحاظ رکھا جاتا ہے اوسیطرح بلکہ اوس سے بھی زیادہ روحانی باپ یعنی اوستاد کے حقوق کا لحاظ رکھنا چاہئے۔

باب (۳۴)

تدبیر منزل کے عنوان سادس اور منجملہ مضامین اوسکے نو مضامین ہیں

عنوان سادس کا پہلا مضمون - تدبیر منزل کا عنوان سادس

اس عنوان کے بعد تدبیر منزل کا چھٹا عنوان سیاست انتظام و خدام کا ہے
اس عنوان کا پہلا مضمون یہ ہے کہ خادم اپنے ہاتھ پاؤں اور اپنے دوسرے
اعضا کی جگہ پر ہیں اگر وہ (خادم) نہ ہوں تو اپنے ہاتھ پاؤں کو کام میں لگانا
پڑتا ہے جس سے راحت و آرام زائل ہو جاتا ہے اور دوسری قباحت یہ ہوتی ہی کہ
اس مشغولیت کی وجہ سے کسی فضیلت اور کسی ہنر کے حاصل کرنے کے لئے فرصت نہیں
ملتی اور تیسری یہ کہ غنائی امتیاز کی رو سے وجاہت میں نمایاں فرق آجاتا ہے
اور چوتھی یہ کہ انواع واقسام کی مشقتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں جب ان
سب باتوں میں غور کیا جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ خدام کا زمرہ خدائے تعالیٰ کی
بہت بڑی نعمت اور ہمارے پاس اوسکی امانت ہے لہذا ہم پر لازم ہے کہ اونکے
ساتھ نرمی کیا کریں اور اعتدال سے زیادہ اون سے کام نہ لیں اور اون کے
آرام پانے کے لئے اوقات مقرر کردیں کہ اون (اوقات) میں وہ آرام پایا کریں
اور اون پر کسی قسم کا ظلم نہ کریں اور حسب ارشاد نبوی کھانے۔ پینے پہننے
میں اون کو اپنے برابر رکھیں۔ یہ عنوان ہذا کا دوسرا مضمون ہے جس کا آغاز اس
عبارت سے ہوا ہے کہ (ان کے ساتھ نرمی کیا کریں الخ) اور اوس کا تیسرا مضمون
یہ ہے کہ جب کسی کو کسی خدمت پر مقرر کرنا چاہیں تو پہلے تجربہ اور پھر فراست

دوسرا مضمون

تیسرا مضمون

اور دانائی سے اوس کے حال پر غور کریں اور نہایت باریک بینی سے اوسکی
ظاہر خلقت سے اوس کی طینت کا پتہ لگائیں اور اوس کے بعد خدمت اوس کے
تفویض کریں **چوتھا مضمون** یہ کہ جو لوگ علتی ہوں (جیسے کانڑے اور لنگڑے
اور گنجے اور کوڑھی) خدمت لینے میں اون سے اجتناب کریں یعنے ایسے معذوروں
سے خدمت نہ لیں **پانچواں مضمون** یہ کہ جب خادم میں جودت اور دانائی
کی نشانیاں دیکھیں تو اوس (خادم) کے ساتھ احتیاط سے رہیں۔ کیونکہ جودت
وزیرکی میں اکثر مکر اور حیلہ ہوا کرتا ہے اور خدمت گزاری میں تھوڑی سی
عقل کے ساتھ بہت سی حیا بہتر اور مفید ہوتی ہے بہ نسبت اس کے کہ بہت
سی عقل کے ساتھ تھوڑی سی حیا ہو کیونکہ حیا بہترین خصائل ہے **چھٹا مضمون**
یا کہ خادم میں جس کام کی لیاقت پائی جائے اوسی کام پر اوس کو مقرر کریں اسلئے
کہ مخلوقات میں ہر ایک کو خاص خاص قابلیتیں دی گئی ہیں جیسے گھوڑا خاص
سواری اور کروفر کے لئے بنایا گیا ہے نہ کاشتکاری کے لئے اور بیل کاشتکاری
کے لئے ہے نہ سواری کے لئے۔ **ساتواں مضمون** یہ کہ خادم کے دل میں اس بات
کو جما دیں کہ اونکی جدائی اور اون کی برطرفی ہرگز منظور نہیں ہے کیونکہ علاوہ اس
کے کہ یہ ایک مروت و کرم کا معاملہ ہے دوسرا اس کا اہم فائدہ یہ ہے کہ خادم
وفاشعاری اور جان نثاری سے خدمت بجالائے گا اور اپنی حیثیت اس
خدمت میں مزدورانہ نہ جانے گا اور اپنے کو ہنگامی نہ سمجھے گا بلکہ اوس کی
خدمت محبانہ اور معتقدانہ ہوگی اور اپنے کو دوامی جانے گا **آٹھواں** یہ کہ
تھوڑے سے قصور پر اوس کو معزول نہ کریں کیونکہ یہ کوتاہ بینوں اور کم ظرفوں کا

پانچواں مضمون

چھٹا مضمون

ساتواں مضمون

آٹھواں مضمون

شیوہ ہے اور نیز آیندہ کے خانگی انتظام میں بھی اوس سے حرج واقع ہونے
کا اندیشہ ہے اس لئے کہ جب اس خادم کو معزول کریں گے تو ضرور اسکی
جگہ پر دوسرے خادم کا تقرر ہوگا اب معلوم نہیں کہ اس دوسرے (خادم)
کا حال پہلے خادم سے اچھا ہوگا یا بُرا اچھا ہو تو بہتر ورنہ اور زیادہ تکلیف
ہوگی نواں مضمون یہ کہ خادموں کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر مقدم
رکھیں اور اپنی عنایت خاص سے اون کو ایسا ساختہ وپرداختہ کرلیں کہ
جس سے وہ اپنے مفوضہ کام خوشی سے بجالائیں نہ زبردستی اور مجبوری سے

نواں مضمون

باب (۳۵)

عنوان سادس کے دسویں مضمون سے چودھویں مضمون تک مع نقشہ

دسواں مضمون یہ ہے کہ خادموں کے انتظام و اصلاح میں مراتب کا لحاظ
رکھیں گیارھواں مضمون یہ ہے کہ اون کو اپنی عنایات کا امیدوار اور اپنی
سیاست سے خائف رکھیں اور اگر قصور سے توبہ کرکے پھر قصور کرے تو مناسب
سزاؤں سے اوسکی تنبیہ کریں مگر اوس کی اصلاح سے ناامید ہو کر اوسکو نظرانداز نہ
کریں البتہ اگر مکرر تجربوں سے ثابت ہوجائے کہ وہ خادم قابل اصلاح نہیں
ہے تو اوس وقت فوراً اوس کو علیحدہ کردیں تا اوسکی قربت و مصاحبت سے
دوسرے خادم خراب نہ ہو جائیں بارھواں مضمون یہ ہے کہ خدمت گزاری
اور تابعداری کے لئے آزاد یعنے غیر غلام سے غلام بہتر ہے اس لئے کہ

دسواں مضمون
گیارھواں مضمون
بارھواں مضمون

بہ نسبت غیر غلام کے غلام سے سردار کی اطاعت و فرماں برداری کی زیادہ امید ہے اور نیز سردار کے اخلاق و اطوار کا رنگ بھی غلام میں جلد آجاتا ہے اور سردار سے علیحدہ ہو جانے کا خیال بھی اوس سے بہت کم ہوتا ہے تیرھواں مضمون یہ ہے کہ خادموں اور غلاموں کے طبقات میں سے جس خادم یا غلام میں عقل۔ اور بول چال۔ اور حیا۔ اور تیزی۔ زیادہ ہو اوس کو خاص اپنی خدمت کے لئے مقرر کریں اور جس میں عفت اور کفایت اور کسب کا مادہ زیادہ ہو اوس کو تجارت کے لئے معین کریں اور جو سب میں زیادہ قوی ہو اور مشکل کاموں میں خوب ٹک سکتا ہو اور اون (مشکل کاموں) کی خوب برداشت کر سکتا ہو اوس کے ذمہ عمارت کا کام لگائیں اور جو سب سے زیادہ جاگنے والا اور بڑی آواز والا ہو اوس کو پہرہ پر لگائیں چودھواں مضمون یہ ہے کہ حسب نقشۂ ذیل غلاموں کی تین قسمیں ہیں۔

تیرھواں مضمون

حُر بالطبع	عبد بالطبع	عبد الشہوت

حُر بالطبع اوس غلام کو کہتے ہیں کہ جس کی طبیعت میں باوجود غلامی شریفانہ اور آزادانہ اخلاق و اوصاف ہوں ایسا غلام گو بالفعل اور بظاہر غلام ہے مگر اوس کی طبیعت میں حُریت اور اوس کے آثار موجود ہیں اس غلام کا درجہ اعلیٰ ہے اوس کی تربیت اپنی اولاد کے برابر کرنی چاہیے اور عبد بالطبع اوس غلام کو کہتے ہیں کہ جس کی طبیعت میں غلامی کے اخلاق و اوصاف ہوں۔ اس (دوسری) قسم کے غلام کا درجہ اوسط ہے جس کی تربیت مثل

چار پایوں کے کرنی چاہئے اور عبد الشہوت اوس غلام کو کہتے ہیں جو بالکل خواہشات نفسانی اور رذایل اخلاق کا غلام ہو اس قسم کے غلام کا درجہ ادنی ہے ایسے غلام کو صرف ضرورت کے موافق خواہشات حیوانی کے دام میں اپنا مقید کر رکھیں یہاں تک تدبیر منزل کے مضامین بالاختصار عرض کئے گئے اب اوس کے بعد سیاست مدن کا مقام ہے۔

تمدن

باب (٣٦)

تمدن اور اوسکے عنوان اول اور عنوان اول کے پہلے مضمون بیان میں

تمدن کا عنوان اول

سیاست مدن کا پہلا عنوان یہ ہے (انسان کے لئے تمدن کی ضرورت) اس عنوان کی تمہید جو اوس (عنوان) کا پہلا مضمون ہے بالکل فلسفیانہ اور پیچدار ہے اس (تمہید) کا سلیس اور سادہ خلاصہ یہ ہے کہ انسان اون موجودات میں سے ہے جن کا کمال اون کے وجود کے ساتھ ہی (مثل اجسام سماوی) نہیں ہوتا بلکہ اون کے وجود کے بعد ہوتا ہے جیسے مرکبات عنصری جن کے اصول حسب نقشہ ذیل تین ہیں۔

عنوان اول کا پہلا مضمون

جماد	نبات	حیوان

یعنی وہ بعد وجود بتدریج اپنے کمال کو پہونچتا ہے لہذا خواہ مخواہ انسان کے لئے
بعد وجود نقصان سے کمال کی طرف حرکت ہوگی اور اس حرکت کے لئے
اعانت اسباب ضروری ہے چنانچہ منجملہ اون اسباب کے انسان کی باہمی
اعانت ہے اگر افراد انسانی باہمی اعانت کی حرکت نہ کریں تو اس نوع (انسانی)
کی بقا ممکن نہیں چنانچہ اگر ہر شخص اپنی غذا اور اپنے مسکن اور اپنے لباس اور اپنے
ہتیار کی تیاری اپنی ذات سے کرے تو پہلے اوس کو اسباب و آلات کی ضرورت
ہے مثلاً۔ بڑھئی اور لہار کے آلات فراہم کرنے اور اس کے بعد اپنی ذات سے
ہر کام میں مشغول ہونا یعنی زراعت کے تمام آلات تیار کرنے اور پھر زراعت
میں مشغول ہونا اس کے بعد زراعت کا کاٹنا اور کھاہ کرنا اور آٹا پیسنا اور
گوندنا اور پکانا۔ یہ غذائی اہتمام کے متعلقہ امور ہیں اب رہی لباس کی
تیاری تو اوس کے لئے بھی امور ذیل کرنے پڑینگے۔
روئی کو یا اون کو یا بالوں کو کاتنا اور اوس کے بعد کپڑا بنا اور پھر سینا
اور دھونا اور مکان اور ہتیار کی تیاری میں بھی ان دونوں سے کچھ کم مشقت
اور کم مدت نہیں لگتی خلاصہ یہ کہ اتنے (بہت سے) کام تھوڑی مدت میں پورے
نہیں ہوتے بلکہ اس کے لئے مدت دراز کی ضرورت ہے جس (مدت) میں اوس
کا کھانا۔ اوس کا لباس۔ اور اوس کا مکان تیار ہو اور قبل تیاری وہ بے غذا
اور بے لباس اور بے مسکن رہے حالانکہ نہیں رہ سکتا بلکہ خواہ مخواہ ہلاک ہوجاتا
ہے تو پھر جب باہمی اعانت نہ ہو تو نوع انسانی کی کوئی فرد نہیں بچ سکتی
اور افراد کی فنا سے نوع ہوجاتی ہے لہذا بقائے نوع کے لئے خواہ مخواہ باہمی

اعانت کی ضرورت ہوی تا ہر شخص ایک ایک کام کرے اور رفتہ رفتہ ایک ایک کام اور ایک ایک ہنر کے لئے حسب نقشہ ذیل بڑے بڑے طبقے تیار ہو جا ئیں

لوہاروں کا طبقہ	بڑھیوں کا طبقہ	معماروں کا طبقہ	جولاہوں کا طبقہ
درزیوں کا طبقہ	کاشتکاروں کا طبقہ	دھوبیوں کا طبقہ	اور مثل اُن کے اور طبقے

یہ سب (مندرجہ نقشہ) طبقے امور معیشت میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور نقدی معاوضہ سے اپنے اپنے کام انجام دیتے ہیں جس سے نظام عالم قائم ہے اس (مذکورۂ بالا) تقریر سے ظاہر ہوا کہ انسان کو اپنی شخصی اور نوعی بقا کے لئے اجتماع و اتفاق کی ضرورت ہے جس کو تمدن کہتے ہیں۔ یہاں تک اس عنوان کا پہلا مضمون ہے۔

باب (۳۷)

عنوان اول کے اَور تین مضمون ہیں

دوسرا مضمون

اور اس کا دوسرا مضمون حفاظت تمدن کے اسباب کا ہے جسکی مختصر تمہید یہ ہے کہ بنی آدم کا باہم اجتماع تو ہوا مگر اون کی طبعی خواہشات باہم مختلف ہیں اور ہر شخص کی طبیعت میں اپنے نفع کی خواہش مرکوز ہے پھر اگر ایکی ہی طبیعت پر وہ چھوڑ دیے جائیں تو بہت ہی درہمی برہمی پیدا ہو گی

اور باہمی اعانت کی حالت نہایت خراب ہوجائے گی لہذا ایسی تدبیر کی ضرورت ہوی کہ جس سے ہر شخص کو اوس کے حق پر راضی رکھیں اور آپس میں ظلم و تعدی نہ ہونے دیں ایسی تدبیر کا نام سیاست عقلی ہے جو اولاً بغیر شریعت کے اور ثانیاً بغیر بادشاہ کے پوری نہیں ہوسکتی اب رہا روپیہ تو اوس کا نافذ و رائج کرنا اور اوس کے مصارف کی تعیین کرنی بجز شریعت حاکم کے ممکن نہیں اور خود بخود انتظام میں اوس (روپیہ) کا موثر و کافی ہونا چنداں قابل اعتبار نہیں لہذا وہ (یعنی روپیہ) انتظام و سیاست کا ایک ذریعہ اور عدل و انصاف کا ایک آلہ ٹھرتا ہے ان تینوں (یعنی شریعت اور بادشاہ اور روپیہ) کا کچھ بیان تہذیب اخلاق میں بھی کیا گیا ہے اور پھر یہاں بھی حسب اقتضائے مقام شریعت اور بادشاہ کا مختصر بیان عرض کیا جاتا ہے

سیاست عقلی

شریعت کی عظمت مثل آفتاب روشن ہے پس عیاں راچہ بیاں مگر صرف دو لفظ اوس کی حقیقت و ماہیت کے اظہار میں عرض کئے جاتے ہیں وہ یہ کہ شریعت اون احکام الٰہیہ کو کہتے ہیں جس سے دنیا اور آخرت کی اصلاح ہو یہ احکام جن پر نازل ہوتے ہیں اور جن کے ذریعہ عالم میں اون احکام کی تبلیغ ہوتی ہے اون کو فلسفی اصطلاح میں صاحب ناموس کہتے ہیں اور اون کے احکام کو ناموس دینی اصطلاح میں اونکو نبی اور شارع کہتے ہیں اور اون کے احکام کو شریعت۔ انبیا علیہم السلام کی وہ شان ہے کہ جس کے سامنے دنیا کے مانے ہوے فلسفیوں نے سر رکھدیا ہے چنانچہ افلاطون نے ان کی شان ان الفاظ سے بیان کی ہے کہ ہم اصحاب القوی العظمیٰ[1]

شریعت کی عظمت

انبیا علیہم السلام کی شان

[1] وہ (یعنی انبیا علیہم السلام بہت بڑی اور زبردست قوتیں رکھتے ہیں)

اَلْعَظِیْمَۃِ الْفَائِقَۃِ۔
اور ارسطو نے اون کی عظمت کا اس طرح اظہار کیا ہے کہ ھُمُ الَّذِیْنَ عِنَایَۃِ اللّٰہِ بِھِمْ اَکْثَرُ چونکہ ابنیا کے بعد بادشاہوں کا درجہ ہے لہٰذا اون کے بارہ میں کہا گیا ہے کہ بادشاہ کیلئے ضرور ہے کہ وہ تائید الٰہی سے ممتاز ہوں تا اس تائید سے وہ افراد انسانی کی تکمیل و اصلاح کر سکیں بادشاہ کا وہ عالیشان درجہ ہے کہ جس کی وجہ سے افلاطون جیسے فلسفی نے بادشاہ کا نام مُدَبِّرِ عالم اور ارسطو جیسے حکیم کامل نے ان کا نام انسان مدنی (یعنی شہر کا لائق محافظ) رکھا ہے بناءً علیہ دنیا میں تدبیر الٰہیہ کے وہ (بادشاہ عالیجاہ) ایک زبردست جارحہ ہیں۔ لہٰذا ان کا قانون اور اون کا دستور العمل بجز شریعت کے کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا شریعت کے اصول و کلیات پر اون کو جزئی تصرفات کا اقتدار عطا فرمایا گیا ہے۔

انبیا علیہم السلام کے بعد بادشاہ کی شان

بادشاہ فی الحقیقت طبیب عالم ہے لہٰذا جیسے کہ طبیب حاذق اعتدال مزاج انسانی کی حفاظت کرتا ہے اوسی طرح بادشاہ بھی صحت مزاج عالم کی (جس کو اعتدال حقیقی کہتے ہیں) محافظت فرماتا ہے اور جب اس صحت میں فرق آتا ہے تو پھر اوس کو اعتدال پر لاتا ہے اور اس عنوان کا تیسرا مضمون یہ ہے کہ ہر گاہ انسان کے لئے باہم عادلانہ معاشرت ضروری ہے لہٰذا علم تمدن سے واقف ہونا بھی اوس کے لئے ضروری ہے کیونکہ بجز اس علم سے واقف ہونے کے عادلانہ معاشرت پر قدرت نہیں ہو سکتی اور اوس کا چوتھا مضمون یہ ہے کہ خاص بادشاہوں کے لئے اس علم کی بہت ضرورت ہے

بادشاہ طبیب عالم ہے

تیسرا مضمون

چوتھا مضمون

ترجمہ: وہ یعنی ابنیا علیہم السلام وہی ہیں کہ جن کے ساتھ اللہ کی عنایت سب سے زیادہ ہے۔

کیونکہ وہ مزاج عالم کے طبیب اور امور بنی آدم کے مدبر ہیں۔ یہ تمدن کے عنوان اول کے مضامین ہیں۔

اڑتیسواں باب (۳۸)

تمدن کے عنوان ثانی اور اوسکے پہلے مضمون سے لیکر چوتھے مضمون کے کچھ حصہ تک

اس عنوان کا پہلا مضمون یہ ہے کہ محبت خمیر تمدن ہے اس لئے کہ پہلے عنوان کے مضمون اول سے معلوم ہو چکا کہ افراد انسانی کا کمال باہمی اجتماع سے مربوط ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اجتماع بغیر الفت و محبت کے ہو نہیں سکتا لہذا تمدن میں محبت کی سخت ضرورت ہے اور اوس کا دوسرا مضمون یہ ہے کہ جب محبت ہو تو وہاں عدالت کی ضرورت نہیں اس بنا پر محبت عدالت سے افضل ہے کیونکہ محبت ایک ایسی وحدت و اتحاد ہے جو اتحاد طبعی سے مشابہ ہے اور عدالت ایسی مساوات و اتحاد ہے جو اتحاد صناعی (یعنی ارادی) سے مشابہ ہے اور طے ہو چکا ہے کہ امر طبعی امر صناعی پر مقدم ہے لہذا محبت از روے درجہ عدالت پر مقدم ہوی اور اس کا تیسرا مضمون یہ ہے کہ جب محبت کی اقتضا یہ ہے کہ غیریت۔ اور دوئی کے احکام و آثار سب اٹھ جائیں اور بالکل اتحاد و یگانگی قائم ہو جائے تو محبت کے ہوتے ہوے عدالت کی ضرورت نہیں اور جب عدالت کی ضرورت نہ ہو تو تمدنی کاروبار میں

تمدن کا عنوان ثانی
عنوان ثانی کا پہلا مضمون
دوسرا مضمون
تیسرا مضمون

نہایت سہولت ہوگی اور منازعات ومناقشات کا وجود نہ ہوگا اور سلطنت کی پیشگاہ داد خواہوں کے غوغا سے پاک وصاف ہوگی اور امن عام حاصل ہوگا اور رعایا باہم مربوط ہوگی جس سے سلطنت کو مختلف نگرانیوں کی اور مختلف ومتعدد نگرانکاروں کے تعین کی ضرورت نہ ہوگی کیونکہ خود رعایا بنفسہ اپنے امور کے مدبر ومنتظم ہوں گے چونکہ صحابہ کرام کا تمدن اسی طور پر تھا اور اوس کا

چوتھا مضمون

چوتھا مضمون یہ ہے کہ محبت دو قسم پر ہے **ایک محبت طبعی** جیسے ماں کی محبت بچے کے حق میں **دوسری محبت ارادی** جیسے شاگرد کی محبت اپنے اوستاد کے حق میں یا رعایا کا تعلق اپنے بادشاہ سے محبت کی ان دو قسموں میں سے جو قسم تمدن سے متعلق ہے وہ محبت ارادی ہے اور محبت ارادی کی غایت (جس سے محبت ارادی پیدا ہوتی ہے) حسب نقشہ ذیل چار طرح پر ہے

لذت محض	نفع محض	خیر محض	مرکب

منجملہ ان چار کے اگر لذت اس محبت کا سبب ہوگی تو محبت پیدا بھی جلد ہوگی اور زائل بھی جلد ہوگی (جیسے اکثر واغلب جوانوں کی محبت) کیونکہ لذت سہل الحصول اور سریع التغیر ہے **لہذا** اوس کی سہولتِ حصول سے محبت تو جلد پیدا ہوگی مگر اس کی سرعت تغیر سے جلد زائل ہوگی اور اگر نفع اس محبت کا سبب ہوگا تو محبت دیر سے پیدا ہوگی مگر جلد زائل ہوجائیگی (جیسے بوڑھوں کی محبت) اسکی وجہ یہ ہے کہ نفع کا حصول تو دشوار ہے مگر بالآخر سریع الزوال ہے **لہذا** اوس کی دشواری حصول کی وجہ سے محبت دیر میں پیدا ہوگی مگر اسکی

بہ عیت زوال کے سبب سے جلد منقطع ہو جائگی اور اگر خیر اس محبت کا سبب
ہوا ہے تو محبت جلد حاصل ہو گی اور پائدار ہو گی اور اگر زائل ہو گی تو بہت
دیر کے بعد زائل ہو گی (جیسے عقلا کی محبت) کیونکہ جب اہل خیر کے درمیان
میں روحانی مناسبت اور جانی موانست ہے تو اس مناسبت و موانست سے
بہت جلد حاصل ہو گی اور اوس کی پائداری کی وجہ یہ ہے کہ خیر کے لئے اتحاد
حقیقی لازم ہے یعنی خیر کے کتنے ہی انواع اور اصناف ہوں مگر جنس ایک ہی
ہے اور خیر کے سب انواع و اصناف اپنی جنس کے ساتھ متحد ہیں لہذا اون
میں تفریق و مغائرت نہ ہونے کی وجہ سے پائدار ہوتے ہیں اور اونکی پائداری
سے وہ چیز بھی پائدار ہوتی ہے جس کا سبب وجود وہ (یعنی انواع خیر) ہوے
ہوں اور اگر سبب محبت مرکب ہے تو اوس کی تین قسمیں ہونگی ایک یہ
کہ لذت اور نفع دونوں ملکر محبت کا سبب ہوے ہوں ایسے سبب مرکب
سے جو محبت حاصل ہو گی تو اوس محبت کا انعقاد تو اوسط درجہ پر ہو گا مگر اوس کا
انحلال (یعنی ٹوٹ جانا) جلد ہو گا کیونکہ تنہا لذت کا اثر یہ تھا کہ پیدا بھی جلد
ہو اور جائے بھی جلد اور تنہا نفع کا اثر یہ تھا کہ آئے دیر سے مگر جائے جلد
تو اب دونوں جو مل گئے ہیں تو حصول میں نفع کا اثر لذت کے اثر پر غالب
ہو گا اور توسط پیدا ہو گا مگر زوال میں ان دونوں کا جو تنہا اثر تھا وہ یہاں بھی
علی حالہ قائم رہیگا دوسری یہ کہ لذت اور خیر دونوں کے باہم ملنے سے محبت
پیدا ہوئی ہو اس طرح کے سبب مرکب سے جو محبت حاصل ہو گی وہ (محبت)
انعقاد اور انحلال دونوں میں متوسط درجہ پر ہو گی کیونکہ تنہا خیر کا اثر یہ تھا

کہ لائے جلدی اور لیجائے دیر سے تو اوس کا یہ اثر جانب انعقاد میں بھی لذت کے اثر پر غالب ہو کر سرعت سے توسط پر لائیگا اور لذت کا ابتدائی اور انتہائی اثر اور خیر کا ابتدائی اثر یہ تینوں متحدہ اثر خیر کے ایک ہی انتہائی اثر پر غالب نہ ہو سکے لہذا اس ترکیب کی حالت میں خیر کے انتہائی اثر کی وجہ سے نہ پورا لذت کا انتہائی اثر ہو سکتا تھا اور اون تینوں اثر کی وجہ سے نہ خیر کا پورا انتہائی اثر لہذا جانب انحلال (یعنی زوال) میں بھی توسط قائم رہا۔

باب (۳۹)

حصول محبت کے تیسرے مرکب سبب سے لیکر صاحبان محبت اکمل (یعنی اولیائے کرام) کے ساتھ حضرت اعلیٰ کے ادب کے بیان تک

تیسری یہ کہ نفع اور خیر دونوں کے مرکب ہونے سے محبت پیدا ہو گئی ہو:۔ اس طور کے سبب مرکب سے جو محبت حاصل ہو گی وہ (محبت) انعقاد میں متوسط اور انحلال میں بطی (یعنی دیر سے زائل ہونے والی) ہو گی کیونکہ خیر کے ابتدائی اثر (سرعت) نے نفع کے ابتدائی اثر (یعنی دیری) کو گھٹا دیا۔ اسی طرح نفع کے ابتدائی اثر نے خیر کی ابتدائی اثر کو بھی کم کر دیا۔ جس سے جانب اعتقاد میں فیمابین سرعت و دیری ایک متوسط کیفیت پیدا ہو گئی مگر جانب انحلال میں نفع کے انتہائی اثر نے خیر کے انتہائی اثر کو گھٹا کر متوسط نہیں کیا اکی

وجہ یہ ہے کہ خیر محبت کا قوی سبب اور نفع محبت کا ضعیف سبب ہے اور جب سبب قوی کے ساتھ سبب ضعیف مل جاتا ہے تو سبب ضعیف گویا سبب قوی کی پناہ میں آجاتا ہے جسکی وجہ سے اوسکو بھی گونہ قوت حاصل ہوتی ہے پھر ایسے وقت میں جوکچھ اثر ہوتا ہے وہ قوی کا ہوتا ہے نہ ضعیف کا لهذا یہاں گویا نفع (جو محبت کا سبب ضعیف ہے) خیر کی پناہ میں (جو محبت کا سبب قوی ہے) آگیا ہے اس بناء پر بجائے اس کے کہ وہ خیر کی قوت کو گھٹائے اس سے اور اپنی قوت کو بڑھاتا ہے اس لئے خیر کے انتہائی اثر میں اور قوت بڑھ گئی اور محبت دیرپا ہوگئی اب ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ محبت کے مذکورہ اقسام میں سے تمدن کے لئے کون سی محبت موثر و کارآمد ہے اس امر کی تنقیح نے جب بڑے بڑے عقلمندوں کے رخ کو جوانوں کی محبت کی طرف پھیرا ہے تو ثابت ہوا ہے کہ اون کی محبت اکثر لذت سے پیدا ہوتی ہے لهذا وہ ناپائدار ہے اور تمدن کے لئے مفید نہیں ہے اور جب بوڑھوں اور تجربہ کاروں کی طرف دوستی کی پھیرا ہے تو معلوم ہوا ہے کہ اکثر اون کی دوستی سبب نفع سے پیدا ہوتی ہے لهذا وہ پائدار اور تمدن کے لئے بکارآمد ہوتی ہے مگر علم اور عقل اور تجربہ ان سب نے یہی ثابت کیا ہے کہ عقلمندوں کی دوستی کا سبب صرف خیر ہی خیر ہوتا ہے اور چونکہ خیر ایک ایسا امر ہے جس میں تغیر و تزلزل نہیں ہوتا لهذا عقلمندوں کی دوستی نہایت مستحکم و مضبوط اور تغیر و زوال سے محفوظ ہوتی ہے اور وہی دوستی تمدن کی محافظ اصلی ہوتی ہے اسیوجہ بادشاہوں نے نہایت تجسس و تلاش سے ایسی محبت والوں کو پیدا کرکے اون کو

تمدن کے لئے کون سی محبت کارآمد ہے

اپنے تقرب سے سرفراز فرمایا اور دولت کا رکن اعظم بنایا ہے اور اصحاب اغراض کے ہاتھ جوڑنے پر ہرگز اعتماد نہیں کیا ہے بلکہ اون کو ہمیشہ دور رکھا ہے جس سے سلطنت ہمیشہ قائم و مستحکم رہی ہے اب اس سے اونچی اور ایک بات عرض کرنی ہے وہ یہ کہ جسم انسانی مختلف طبیعتوں سے مرکب ہے پھر جو جسمانی لذت ایک طبیعت کے موافق ہوگی تو وہ دوسری طبیعت کے مخالف ہوگی لہذا طبیعتوں کی اس باہمی مخالفت کی وجہ سے جسمانی لذت رنج و تکلیف کی ملاوٹ سے خالی نہیں ہوتی مگر بخلاف اس کے نفس انسانی اپنے بسیط اور غیر مرکب ہونے کی وجہ سے باہمی مخالفت سے پاک ہے لہذا جو لذت اس کے جوہر سے متعلق ہوگی وہ مخالفت کے رنج اور تکلیف کی آمیزش سے پاک و صاف ہوگی اور اس لذت کا نام حکمت ہوگا جو محبت اس قسم کی لذت سے پیدا ہوگی وہ محبت کے تمام مراتب میں اکمل ہوگی اور اوس کے دو نام ہونگے ایک عشق کامل اور دوسرا محبت الٰہی۔ اس محبت کے فلسفہ کو دنیا کے تمام حکیم اور فیلسوف مان گئے ہیں اور اوس کے اکمل ہونے کا اقرار کرچکے ہیں ؎

عشقست ہرچہ ہست بگفتیم و گفتہ اند — عشقست بوصل دوست رساند بقرب راست

مگر اس وقت کا جدید فلسفہ صرف شکم کا فلسفہ ہے لہذا کچھ عجب نہیں کہ اون کا تعلق صرف فضلہ ہی کے ساتھ ہو غرض یہ کہ جتنی محبتیں ہیں وہ سب فانی ہیں اور اگر باقی ہے تو یہی محبت الٰہی ہے اس محبت والوں سے جس نے محبت کی ہے اوس کی دنیا اور آخرت دونوں بن گئی ہیں حضرات

سلاطین نے اس محبت مبارک کے سامنے اپنے فرق بلند کو (تواضع ز گردن فرازان نکوست کی اقتضا پر) خم کیا ہے جس کے صلہ میں خدائے تعالیٰ نے اون کو سرفراز فرمایا ہے اور اون کے سر کو ہمیشہ بلند اور اون کے مخالفوں کو ہمیشہ سرنگوں رکھا ہے) اور ہمارے بادشاہ ظل اللہ دفعہ اللہ حق اعلاہ نے اپنے آبا و اجداد کے طریقہ پر اس محبت مبارک کا نہایت ادب بجالایا اور لارہے ہیں خدا یتعالیٰ کے فضل و کرم سے امید قوی ہے کہ حضرت اعلیٰ ہمیشہ سرافراز و سربلند رہیں گے اور اون کے مخالف ہمیشہ خوار و سرنگوں رہیں گے۔

باب (۴۰)

صاحبان محبت اکمل کے برابر کسی کے مدبر تمدن نہ ہونے اور اہل خیر کی محبت اور عبادت سے تمدن کے مستحکم انتظام کے بیان میں

چونکہ ایسی محبت والوں کے نفس اور عقل نہایت مہذب اور نورانی ہوتی ہے لہذا اون کے برابر کوئی مدبر تمدن نہیں ہوسکتا مگر چونکہ اس کا تجرد اور اوسکی کوتاہ بینیت مادیات اور ظلمانیات کے تعلقات کو پسند نہیں کرتی لہذا انھوں نے اپنے تمدنی تدبیر کو عالم شہادت سے علیحدہ کرکے عالم غیب میں ملا دیا ہے اب اوسی عالم (غیب) سے وہ اس عالم (شہادت) کا نظم و نسق اور ربط و ضبط فرمایا کرتے ہیں تا لوگوں کا معاملہ اون کے ساتھ بالکل اسی عالم کے اسباب (جیسے دعا وغیرہ)

سے ہو اور اسباب دنیوی کی کدورت اون کے اوقات پاک کی مخل نہ ہو
مگر چونکہ بہ مناسبت دنیا ایسی محبت کی بھی ضرورت تھی جو یہیں لئے ہے اور
یہیں کی مناسبت سے دنیا کے کام انجام دے ۔ لہذا اس محبت قدیمی کے
زیر سایہ اور زیر ضمانت اہل خیر کی (یعنی عقلمندوں کی مذکورہ بالا) محبت رکھی
گئی ہے اور چونکہ اس محبت کی غایت خیر ہے اور خیر لذت نفسانی (یعنی
حکمت) کا ایک خاص اثر ہے لہذا اس محبت میں ہرگز خلل واقع نہیں ہوتا
بخلاف دوسری محبتوں کے کہ وہ تھوڑے سے سبب سے زائل ہو جاتی ہیں۔
چنانچہ قرآن مجید کی جامعیت میں اس مضمون کا بیان بھی ہوا ہے وہ یہ کہ
خدائے تعالیٰ نے فرمایا الاخلاء یومئذ بعضهم لبعض عدو الا
المتقين (یعنی بجز خیر و تقویٰ کے جن جن اسباب سے دوستی پیدا ہوئی ہے وہ
عداوت سے مبدل ہو جائے گی اور صرف خیر و تقویٰ کی دوستی بحال رہے گی
خلاصہ یہ کہ جو دوستی فطرت انسان کے مناسب ہے وہی ہے کہ جس کا منشاء خیر
ہو نہ صرف لذت و نفع کیونکہ خود اوس کا نام (یعنی انسان) اوسکی اسی
فطرت پر رکھا گیا ہے جس کا بیان یہ ہے کہ انسان انس سے مشتق ہے اور
انس الفت کو کہتے ہیں جب آدمی کی فطرت میں انست رکھی گئی ہے تو وہ (یعنی
انست) اوس کا ایک فطرتی خاصہ ہوا۔ اور ہر چیز کا کمال اسی میں ہے
کہ اوس کا نوعی خاصہ عملی طور پر ظاہر ہو اس بنا پر انسانی کمال اسمیں ہے کہ
اوسکی یہ خاصیت (یعنی الفت) نوعی معاشرت میں ظاہر ہو یعنی اپنی نوع
کے ساتھ وہ الفت کے معاملات کرے یہ خاصیت (یعنی انست و الفت)

صرف عبادت کے ذریعہ عمران کا صحیح انتظام

محبت کا مبدا ہے اور ہر چند الفت فطرت انسانی میں داخل ہے اور عقل بھی اوس کو ضروری جانتی ہے لہذا خود فطرت و عقل اوس کے مہتم و منتظم بن سکتے تھے مگر چونکہ وہ (یعنی الفت) ایک بہت بڑی شان کی چیز ہے لہذا خالق فطرت و عقل جل شانہ نے اوس کا اہتمام و انتظام خود اپنی ذات اقدس سے متعلق رکھا اور حکم فرمایا کہ اہل محلہ دن اور رات میں پانچ وقت نماز کے لئے مسجد میں جمع ہوں تا اون کا یہ اجتماع اونکی باہمی الفت و انست کو بڑھائے اور اس کے علاوہ دوسرا یہ حکم صادر فرمایا کہ سات دن میں ایک بار تمام مقامی لوگ جمعہ پڑھنے کیلئے ایک ہی جگہ جمع ہوں تا اوس مقام کے تمام لوگوں میں باہم شناسائی اور انست حاصل ہو اور پھر تیسرا یہ حکم نافذ فرمایا کہ سال بھر میں دو بار شہر اور قریوں کے تمام لوگ بیرون شہر ایک وسیع میدان میں جمع ہو کر عیدین کی نماز ادا کریں تا اس بڑے اجتماع سے اونکی الفت و انست کا شیرازہ خوب مضبوط ہو جائے اور اس پر بھی اکتفا نہ فرما کر تمام دنیا کے مسلمانوں کو حکم دیا کہ عمر میں ایک بار کسی وقت (جب استطاعت حاصل ہو جائے) مقام حج میں جمع ہوں تا اسلامی دنیا کے مختلف اقوام ایک دوسرے سے شناسا اور مالوف ہو جائیں اور اس مجمع کے لئے وہی مقام متعین فرمایا گیا جو صاحب شریعت یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے تا اوس مقام کا مشاہدہ حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کھڑا کر دے اور آپ سے مربوط اور آپ کا وابستہ بنائے اور خدائے تعالیٰ کے ساتھ آپ کی جو محویت و فنا اور خدا کے لئے آپ کی جو جان نثاری اور جانبازی تھی اوس کو پیش نظر کر دے اور آپ

کے اور آپ کے قربان و فدا مصاحبوں (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کی شجاعت اور اولوالعزمانہ مقام ایک تازہ ایمانی جوش اور اسلامی ولولہ پیدا کریں اور ہمت کو بڑھائیں اور امتحان اسلام کے لئے ایک خاصہ معیار بنجائیں اور مردہ حمیت اور افسردہ غیرت میں از سر نوجان پھونکیں۔

باب (۲۱)

اسلامی اجتماعات کے مقصد اعظم اور حضرت سلطان کے ساتھ رعایا کے مؤدبانہ تعلق کی ضرورت میں

اسلامی اجتماعات کا مقصد اعظم

غرض یہ کہ ابتدا سے لے کر انتہا تک جتنے اسلامی اجتماع ہیں اون سب سے مقصد یہی ہے کہ اسلامی وحدت کا رابطہ مضبوط رہے اگر مشرقی اسلام کو خدانخواستہ کوئی صدمہ پہنچے تو مغربی اسلام اوسکے ساتھ ہو اور مغربی کو کچھ آفت کا سامنا ہو تو مشرقی اوسکی اعانت کیلئے موجود ہو اور اسی طرح شمالی جنوبی کے ساتھ اور جنوبی شمالی کے ساتھ ہو اور اسی اتحاد عام اور اتحاد کلی کی) طرح شہر اور محلے سب ایک ہیں (جو اوس اتحاد عام کی ایک فرد خاص اور اس اتحاد کلی کی ایک جزئی ہے) اور انکی باہمی محبت بالکل ایمانی ہو اس لئے کہ جو محبت محض جسمانی لذت اور جسمانی نفع کے لئے ہوتی ہے اوس کا کچھ اعتبار نہیں ہوتا لہذا اسلام اس امر کی ہدایت فرماتا ہے کہ روحانی نفع اور ایمانی لذت پر محبت کا دارومدار رکھو ایسی بنائ پر اخیار (یعنی نیکوں کی) محبت بدینوجہ کہ روحانی ہے ہرگز متغیر نہیں ہوسکتی اور مخالفت و منازعت اور ملامت و شکایت کی آمیزش سے بالکل پاک

وضامن ہوتی ہے بہر حال بنی آدم کی فطرت اسی کی مقتضی ہے کہ اون کے تمام طبقات میں اونکی فیمابین محبت روحانی اور ایمانی ہو نہ جسمانی اور شہوانی اور مثل محبت مادر و پدر و برادر ذاتی ہو نہ عارضی باپ کو اولاد کی جو محبت ہے وہ ذاتی ہے اس لئے کہ آدمی کو اپنے نفس کی محبت ذاتی ہوتی ہے نہ عارضی اور باپ اپنی اولاد کو اپنے نفس کے برابر جانتا ہے اور یقین کرتا ہے کہ اولاد اپنی صورت کا نسخہ دوم ہے جس کی طبیعت نے خاص اپنی صورت اولی سے نقل کیا ہے لہذا اپنی صورت کے نسخہ سے اوسکو وہی ذاتی محبت ہوگی جو خاص اپنے نفس کے ساتھ ہوتی ہے اور اولاد کے پاس جو اصل کی نقل ہے اپنی اصل کی محبت و عظمت اور اوس کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور اس پدرانہ محبت کے بازو برادرانہ محبت کا مقام ہے کیونکہ بھائیوں میں باہم اتحاد نقلی ہے یعنی دونوں ایک ہی اصل کی نقل اور ایک ہی صورت کے نقشے ہیں اب مبداء (یعنی حضرت آدم علیہ السلام) سے دیکھا جائے تو تمام نوع انسانی میں بھی تعلقات قائم ہیں بلکہ وہ تعلقات دائرہ جو راتدن ہمارے پیش نظر رہتے ہیں اور ہمارے کام بھی اوس سے مربوط ہیں (جیسے سلطنت کا تعلق رعایا سے اور رعایا کا رابطہ سلطنت سے اور رعایا کا باہمی تعلق) وہ اون تعلقات قدیمہ کی امثلہ (مثال) ہیں لہذا تمدن میں یہ بات ٹہرائی گئی ہے کہ سلطان کی محبت اپنی رعایا کے حق میں بالکل پدرانہ محبت ہونی چاہئے اور رعیت کا مودبانہ تعلق اپنے سلطان کے ساتھ بالکل اوسی طرح ہونا چاہئے جیسے کہ بچوں کو باپ کے ساتھ ہوتا ہے یعنی جیسے اولاد کے دل میں اپنے باپ کی عظمت اور انکی بغیر ضا

بنی آدم کی فطرت کس محبت کی مقتضی ہے

اولاد کے ساتھ پدرانہ محبت کی نادر وجہ

مبدء سے تمام بنی آدم میں پدرانہ اور برادرانہ تعلقات قائم ہیں

سلطان کی محبت رعایا کے حق میں

اطاعت ہوتی ہے اوسی طرح رعایا کے دل میں بھی اپنے بادشاہ کی عظمت اور اونکی بیغرضانہ خالص اطاعت ہونی چاہیے اور سرمو اونکی تعظیم و اطاعت سے باہر نہ ہونا چاہیے اور اونکی خدمت کو اپنا فرض جاننا چاہیے

باب (۴۲)

اطاعت سلطانی کے عمدہ اصول اور محبت سلطانی کے محبت الٰہی سے متصل ہونے کے بیان میں

اطاعت سلطانی کا عمدہ اصول

چنانچہ اسی بناء پر بزرگوں نے اطاعت شاہی کا ایک عمدہ اصول قائم فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ تمام رعایا پر لازم ہے کہ وہ اپنے کو بادشاہ عادل کی فوج بنائے رکھے اور اگر بادشاہ کی کوئی ظاہری خدمت رعایا سے نہ ہوسکے تو دعا سے اور باطنی ہمت سے بادشاہ کی خدمت بجالائے اور رعایا پر لازم ہے کہ وہ باہم بالکل برادرانہ طور پر زندگی کریں اور صرف اپنے استحقاق کے موافق باہم اپنے حقوق کا مطالبہ کریں

رعایا کی باہمی محبت

اس ربط و اتحاد سے رعایا اپنے مسکن (یعنی ملک) اور اپنی معیشت سے بالکل مالوف و مانوس ہو جائے گی اور حب وطن اوس کے دل میں متمکن ہو جائے گا اور اپنی معیشت و ملک کے سرپرست و محافظ کی جان نثار بن جائیگی اور اپنی جان عزیز اس سرپرستی کے نذر کریگی اور چونکہ آبادیوں کے باہمی اتصال کی وجہ سے ایک ملک کی کوائف و اخبار خواہ مخواہ دوسرے ممالک میں پہنچتی ہیں لہذا یہاں کے عدل و انصاف اور یہاں کے باہمی ربط و اتحاد کی کیفیت دوسرے ممالک میں شائع ہوگی اور اُس کی بناء پر واردین و صادرین کی کثرت ہوگی۔

بلکہ باہر والوں کو یعنی غیر ملکیوں کو خواہش ہوگی کہ ایسے مقام کی سکونت اور وہاں کا توطن اختیار کریں یہ اس رابطہ و اتحاد کے مختصر فوائد ہیں اگر ملک میں اسطرح کا ربط و اتحاد نہ ہو تو مملکت کا مزاج اعتدال سے منحرف ہو جائگا اور انواع و اقسام کے خلل پیدا ہو جائینگے بنا٫ علیہ رعایا پر لازم ہے کہ ہر حال میں اپنی حکومت سے وابستہ رہیں اور ہمیشہ اپنی زبان اور اپنے دل کو حکومت کی مخالفت سے آلودہ اور سیاہ نہ کریں اور خوب جانیں کہ جہاں علمائے اخلاق نے محبت کے مراتب مقرر کئے ہیں وہاں سلطان کی محبت کا درجہ تحقیقی طور پر خدائے تعالیٰ کی محبت سے متصل رکھا ہے اور صاف لکھا ہے کہ رعایا پر باپ اور اوستاد سے زیادہ سلطان کی محبت لازمی ہے دعاگو نے اس باب میں (یعنی رعایا پر سلطانی عقیدت کے لازم ہونے میں) ایک مستقل کتاب مسمیٰ بہ منتہی الکلام فی اطاعۃ حضرت النظام لکھی اور پیشگاہ اعلیٰ میں گزرانی ہے۔

رعایا کو سلطانی محبت کی تاکید

محبت سلطانی محبت الٰہی سے متصل ہے

یہاں تک عنوان دوم کے چار مضمون عرض کئے گئے۔

باب (۴۳)

تمدن کے عنوان ثالث اور منجملہ مضامین اوس کے چار مضمون میں

اب اوس کے بعد تمدن کا تیسرا عنوان شروع ہوتا ہے وہ عنوان اقسام مدینہ (یعنی شہر کے اقسام کا) ہے اس عنوان کا پہلا مضمون تقسیم مدنیت (یعنی شہر کے اقسام بیان کرنے) کی تمہید کا ہے وہ یہ ہے کہ فیلسوف کامل معلم ثانی

تمدن کا عنوان ثالث

عنوان [illegible] کا پہلا مضمون

ابو نصر فارابی نے لکھا ہے کہ جب خیر و شر دونوں کا مبدء (جہاں سے خیر و شر صادر ہوتے ہیں) اختیار و ارادۂ انسانی ہے تو ممکن ہے کہ انسانی اجتماع (جس کو مدینہ اور شہر کہتے ہیں) امور خیر کی انجام دہی کیلئے ہو اور ممکن ہے کہ بخلاف اس کے شر کے لئے ہو پھر جس اجتماع کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اوس اجتماع سے امور خیر میں باہم ایک دوسرے کی اعانت کریں تو اوس اجتماع کو (مدائن احاطہ کے لحاظ سے) مدینہ فاضلہ اور (شخصی جمعیت کے اعتبار سے) اجتماع فاضل کہیں گے اور اگر بڑھتے بڑھتے بہت سی آبادیوں میں اس طرح کا اجتماع ہو جائے اور ہر آبادی دوسری آبادی کے امور خیر میں اعانت کرے تو اوس سے ایک بہت بھاری مہذب امت تیار ہو جائے گی جس کو امت فاضلہ کہیں گے اور اگر اس سے بھی زیادہ تمام دنیا کی آبادی کا اجتماع اسی اعانت پر ہو تو اوس کا نام معمورہ فاضلہ ہوگا اور اگر خدانخواستہ انسانی اجتماع سے امور خیر میں باہمی اعانت نہ ہو بلکہ اوس سے اعانتِ شرور (یعنی بری باتوں) کی اعانت ہو تو اوس کو مدینہ غیر فاضلہ کہیں گے اور اوپر کے قیاس پر اجتماع اور امت اور معمورہ ان سب کے ساتھ بھی غیر فاضل کا لفظ (اون کے حسب حالت) لگا سکتے ہیں اور اس عنوان کا دوسرا مضمون یہ ہے کہ

دوسرا مضمون

چونکہ حق میں تکثر و تجزی (یعنی باہمی تفرقہ) اور تضاد و منافات (یعنی ایک دوسرے کا ضد ہونا) نہیں لہذا اہل تحقیق نے تحقیقی رو سے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ مدینہ فاضلہ کی (گو وہ تمام جہان میں شایع ہو جائے) ایک ہی قسم ہوگی اور مدینۂ فاضلہ کے حکمران جو یکے بعد دیگرے پے در پے مختلف زمانوں میں

ہوتے آئے ہوں وہ گویا اپنے اصولی اور جنسی اتحاد کی وجہ سے مثل نفس واحد ایک ہی حکمراں کے مثل ہوں گے جس کا مسلسل قیام اور جن کی مسلسل بقا چلی آتی ہے مگر بخلاف اس کے حسب نقشہ ذیل مدینہ غیر فاضلہ کی چار قسمیں ہیں

مدینہ جاہلہ	مدینہ فاسقہ	مدینہ متبدلہ	مدینہ ضالہ

یہ تقسیم اس عنوان کا تیسرا مضمون ہے مدینۂ جاہلہ وہ ہے کہ وہاں کے لوگوں کو سعادت حقیقی کی شناخت نہ ہو بلکہ کبھی اوس کا خطرہ بھی اوس کے دل میں نہ آیا ہو یہاں تک کہ اگر سعادت حقیقی کی طرف اونکی رہبری کیجائے اور اون کو اوس کا شناسا کیا جائے تو بھی وہ اپنی جہالت متمکنہ کی وجہ سے نہ اوس پر عمل کر سکیں گے اور نہ اون کے دل میں اس کا یقین ہوگا اور اون کی معرفت صرف معیشت کی خوبیوں تک محدود ہوگی اور اونکا اعتقاد یہی ہوگا کہ وہی (معیشت کی خوبیاں) زندگی کے مقاصد و غایات ہیں مثلاً صحت جسمانی اور توانگری اور لذات دنیوی کا حظ اور نفسانی خواہشات میں آزادی اور دنیا کی عظمت وغیرہا اہل جہالت کے پاس ان امور میں سے ہر ایک امر سعادت حقیقی ہے اور سعادت عظمیٰ اون کی رائے میں یہ ہے کہ مجموعی طور پر یہ سب امور حاصل ہوں اور ان امور مذکورہ کی ضد (یعنی- بیماری اور مفلسی لذات سے بے بہرہ ہونے اور نفسانی خواہشات میں آزادی نہ ہونے اور عظمت دنیوی حاصل نہ ہونے) کو وہ شقاوت سمجھتے ہیں خلاصہ یہ کہ اس مدینہ (یعنی اس شہر)

کے سب کاروبار قوت غضبی اور قوت شہوانی پر چلتے ہیں اور یہی دونوں قوتیں وہاں کی معاشرت کے مواد ہیں اب حسب نقشہ ذیل اس مدینۂ جاہلہ کی چھ قسمیں ہیں۔

مدینۂ ضروریہ	مدینہ بدّالہ	مدینۃ الخستہ والشقوۃ (یعنی خساست اور شقاوت کا شہر)
مدینۃ الجماعیہ	مدینۃ التغلب	مدینۃ الکرامت

مدینۂ ضروریہ اوس کو کہتے ہیں کہ جہاں کے لوگوں کا مقصد صرف یہی ہو کہ بقدر ضرورت کھانے پینے۔ پہننے۔ رہنے نکاح کرنے کا اہتمام کیا جائے اور انھیں مقاصد کے لئے باہم اعانت کی جائے۔ اور مدینہ بدّالہ اوس کو کہتے ہیں کہ جہاں کے لوگوں کا مقصد اس خیال سے کہ زندگی کی غایت ثروت ہے صرف یہی ہوتا ہے کہ اوس (ثروت) کے حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے کی اعانت کریں۔ اس بنا پر مدینہ بدالہ کی نظر قدر ضرورت سے اونچی ہے اور مدینۃ الخستہ والشقوۃ (یعنی خساست اور شقاوت کا شہر) وہ ہے کہ وہاں کے باشندوں کا مطلب بجز اس کے کچھ اور نہ ہو کہ کھانے پینے سے اور عورتوں سے یعنی تمام محسوسی اور خیالی لذتوں سے محظوظ ہوں اور ہر طرح ہزلیات ولہویات کو ترجیح دیں۔ اس مدینۃ الخستہ کے پیش نظر مثل مدینۂ بدالہ ثروت بھی نہیں ہے بلکہ اوس کا مقصد مدینۂ بدالہ سے بھی بدتر ہے کیونکہ مدینۂ بدالہ کی صورت (جو ثروت ہے) بری نہیں ہے بلکہ اوس صورت میں اوس (مدینۂ بدالہ) کا مقصد برا ہے اور مدینۃ الخستہ کی خود صورت بری

اور خسیس اور بالکل حیوانی معیشت کی صورت ہے اور مدینۃ الکرامت وہ ہے کہ جہاں کے لوگوں کے پیش نظر صرف یہی ہو کہ اپنے فیمابین یا دنیا کی اور تمام اقوام میں نام اور شہرت پیدا کریں اور قول و فعل میں معظم و مکرم ہوں یہ شہر پورا دنیادار ہے اور اوس کی قوت شہوانی کا دولاب نہایت زور سے پھر رہا ہے اور مدینۃ التغلب کا مقصد یہ ہے کہ دوسروں پر غالب ہو اور سب کو اپنا مغلوب بنالے یعنی اس مدینۃ التغلب کی بڑی جد وجہد اسی میں ہوتی ہے کہ غلبہ کی لذت حاصل کرے اور مدینۃ الجماعیہ کے پیش نظر یہ ہے کہ مثل حمار (یعنی گدھا) بے قید یا مثل شتر بے مہار آزاد رہیں اور جو چاہیں کریں کسی خواہش میں اون کو روک ٹوک نہ ہو اس (مدینۃ الجماعیہ) کی آبادی کو نیچری آبادی کہنی چاہیئے جاہلیت کے حکمراں اپنی حکومت کے زمانہ میں اسی بات کو پیش نظر رکھتے تھے کہ جس آبادی پر اپنا تسلط ہے اوس (آبادی) کی تدبیر و انتظام سے اپنی نفسانی خواہشات اور اپنی حیوانی لذات حاصل کریں اور رعایائے جاہلیت کی ہمتیں بھی صرف انھیں حیوانی لذتوں پر محصور تھیں اور مدینۂ فاسقہ وہ ہے کہ اوس کی آرا اور اوس کے اعتقادات مدینۂ فاضلہ کی آرا اور اعتقادات کے جیسے ہوں (یعنی سعادت حقیقی کو بھی جانتا ہو اور خدائے تعالیٰ کو بھی مانتا ہو اور اوس کے سوا اوس کے اور اعتقاد بھی مثل اعتقاد مدینۂ فاضلہ اچھے ہوں) مگر اوس کا عمل مدینۂ جاہلہ کے جیسا ہو یعنی ہر چند اس شہر کو قوت ممیزہ ہوتی ہے مگر وہ قوت شہوانی اور قوت غضبی کی تابع ہوتی ہے لہذا اوس کا عمل قوت ممیزہ کے خلاف

ہوتا ہے اور مدینۂ مبدلہ وہ ہے کہ قدیم زمانہ میں اس کی آرا اور اوس کے افعال مثل مدینۂ فاضلہ ہوں مگر اس وقت اون میں انقلاب اور تغیر ہو گیا ہے اور برے اعتقاد آ بسے ہوں اور مدینۂ ضالہ وہ ہے کہ باہم عقائد باطلہ میں ایک دوسرے کے موافق ہو یا وہ جو آخرت کا یقین رکھتی ہے مگر اس یقین میں تحریف ہے یعنی اوس کا اعتقاد خدائے تعالی کی شان میں اور دوسرے ایمانی امور میں خلاف نفس الامر اور خلاف واقع ہو گیا ہے اور یوں بھی ہوتا ہے کہ اس مدینۂ ضالہ کا پہلا رئیس مدعی نبوت تھا جس کی وجہ سے اعتقاد میں یہ تمام فساد پھیل گیا ہو - یہ مدینہ غیر فاضلہ کے اقسام ہیں جن کے حکمران اپنے مقاصد و اغراض میں مدینۂ فاضلہ کے حکمرانوں کے نقیض ہوتے ہیں اور اونکی دولت بالکل دول فاضلہ کی ضد اور اوس (دولت) کی رعایا مدینۂ فاضلہ کی رعایا کی مناقض ہوتی ہے اب اس کے بعد ان چاروں قسم کے مداین (یعنی شہروں) کی حیثیت اور ان کا انجام مختصر طور پر عرض کیا جاتا ہے جو اس عنوان کا چوتھا مضمون ہے وہ یہ کہ اہل مدینۂ جاہلہ کے نفوس ناقص و غیر مکمل ہوتے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ اون (اہل مدینۂ جاہلہ) میں معقولات صحیحہ کی ایک ذرہ حقیقت (جس سے تکمیل نفس ہوتی ہے) منقش نہیں ہوی ہے لہذا اونکی نفوس اپنے قوام کمالی میں خواہ مخواہ مادہ مصلحہ کے محتاج ہیں اور تا اصلاح وہ بالکل معرض خطر میں ہیں اور چونکہ مدینۂ فاسقہ میں علمی تہذیب نہیں ہے لہذا وہ بھی ناقص و محتاج اصلاح ہے اور تا اصلاح مقام خطر میں ہے اور مدینۂ ضالہ کا سرپرست (و رئیس)

(چوتھا مضمون)

اور رئیس (جس نے شہر کو کسی جاہلانہ غرض سے گمراہ کر دیا حالانکہ خود سعادت حقیقی سے واقف تھا) مدینۂ فاسقہ کے لوگوں میں سے پھر تنہا وہی (رئیس) منجملہ اشقیا ہوگا مگر اہل شہر کا انجام بھی (اوس کے گمراہ کرنے کی وجہ سے) بُرا ہوگا یعنی اب اون کا حال اہل مدینۂ جاہلہ کا سا ہو جائگا اور مدینہ مبدلہ کا حاکم (جس نے اہل شہر کی پہلی عمدہ حالت بدل دی) اشقی ہوگا اور اس شہر کے لوگ بھی اشل مدینۂ جاہلہ ناقص و غیر مہذب اور بر سر ہلاک ہوں گے۔

باب (۴۴)

پانچویں مضمون سے ساتویں مضمون تک

پانچواں مضمون یہ ہے کہ چونکہ اعتقادی اور علمی فساد کی اصالت اور اوس کا استقلال مدینۂ جاہلہ اور مدینہ ضالہ میں ہوتا ہے اور مدینۂ فاسقہ ازروئے اعتقاد ٹھیک ہوتا ہے مگر اوس میں مدینۂ جاہلہ کا علمی فساد عارض ہوتا ہے اور مدینۂ مبدلہ کی اصلیت اچھی ہوتی ہے مگر اوسمیں مدینۂ فاسقہ یا مدینۂ جاہلہ سے عارضی طور پر تغیر آجاتا ہے لہذا صرف مدینۂ جاہلہ اور مدینہ ضالہ کے پیدا اور قائم ہونے کی وجہ قابل تحقیق و تنقیح ٹہرتی ہے اور مدینۂ فاسقہ اور مدینۂ مبدلہ مدینہ جاہلہ اور ضالہ کے ساتھ ضم ہو جاتے ہیں اب تنقیح و تحقیق کے بعد مدینۂ جاہلہ اور مدینۂ ضالہ کے قائم ہونے کی وجہ یہی ٹہرتی ہے کہ کسی وقت ملت و مذہب میں آراء قدیمہ فاسدہ کا اس طرح تداخل ہو گیا ہو کہ جس سے

معلوم ہو کہ اس وقت ملت کی بنا گویا انھیں آرا فاسدہ پر ہوئی ہے اب ملت کی یہ بنائے متداخلہ عارضیہ لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو ایسا مزین بناتی ہے کہ جس سے گمان ہوتا ہے کہ یہی بنا اصلی ہوگی اور اس دھوکہ میں بلا غور و تامل جہالت و ضلالت کی پارٹیاں قائم ہو جاتی ہیں اور اون کا نام مدینہ جاہلہ اور مدینۂ ضالہ ہوتا ہے یہاں تک مدینۂ غیر فاضلہ کے کلی اور جزئی اقسام کا اور اونکی حقیقت کا اور اونکی حیثیت و انجام کا اور اونکی وجہ پیدائیش کا بیان عرض کیا گیا اب مدینۂ فاضلہ کا کچھ تفصیلی بیان عرض کیا جاتا ہے جو اس عنوان کا اصلی مضمون ہے اور اوس کا شمار بحساب مضامین سابقہ چھٹا ہے مگر اوس کی اصلیت اور اوس کی کلیت کے اعتبار سے اوس کا درجہ پہلا ہے. مدینۂ فاضلہ اوس شہر کو کہتے ہیں کہ وہاں کے لوگوں کا اجتماع تحصیل سعادت اور ازالۂ شقاوت کے قواعد پر مبنی ہو پھر اس صورت میں وہاں کے سب لوگ عقائد حقہ اور اعمال صالحہ میں باہم شریک ہوں گے اور ان سب کا طریقہ اور اون سب کی غایت بالکل ایک ہوگی چنانچہ اسلامی فتح کے بعد ہندوستان میں جو اجتماع ہوا ہے اوسکی بنیاد بالکل تحصیل سعادت اور ازالۂ شقاوت کے قواعد پر تھی جس کی وجہ سے وہ سب لوگ عقائد حقہ اہل سنت اور اعمال صالحہ حنفیہ میں باہم شریک تھے اور اون سب کا طریقہ اور اون سب کی غایت بالکل ایک تھی اور اون کے حکمراں کا مقصد یہی تھا کہ طریقہ حقہ کی اشاعت ہو بناءً علیہ ہندوستان کے تمام ممالک پر مدن فاضلہ کا اطلاق ہوتا تھا اسی طرح

مدینۂ فاضلہ کی تعریف ۔ چھٹا مضمون

ہندوستان کے تمام ممالک پر مدینۂ فاضلہ کا اطلاق اور اس اطلاق کی وجہ

اورنگ زیبی فتح کے بعد شہر فرخندہ بنیاد حیدرآباد صانہا اللہ عن الفتن والفسائد
میں جب اجتماع نے اجتماع سابق کو اور اوس کے آثار و احکام کو کالعدم کرکے خود
متمکن ہوگیا اور اوسکی پرورش اور تربیت دولت آصفیہ کی حمایت میں ہوئی
وہ اجتماع بالکل اجتماع فاضل تھا جس سے شہر حیدرآباد پر اچھی طرح مدینۂ فاضلہ
کا اطلاق ہوتا تھا اور اس اجتماع فاضل کا سلسلہ برابر جاری رہا یہاں تک
کہ اس عہد مبارک عثمانی میں اوس کو دوبالا فروغ ہو رہا ہے ساتواں مضمون
یہ ہے کہ مدینۂ فاضلہ کی حقیقت ایک ایسے سلیس اور غیر پیچیدہ اتفاق کی خبر
دیتی ہے کہ جس میں (باوجود مختلف قابلیتوں اور متفاوت استعدادوں کے
نیچے کی قابلیت والا اوپر کی استعداد والے سے مربوط ہوتا ہے یہاں تک
کہ استعداد کے مدارج میں یہ درجہ سب سے نیچے ہے تو اوس نیچے کے درجہ والے کو
بھی (اس اتفاق فاضل میں) استعداد کے انتہائی درجہ والے کے ساتھ ربط و محبت
ہوتی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ شریعت (باوجود ایک ہونے کے) ہر استعداد
والے کی تعلیم بالکل اس کی تسلی اور تشفی کے موافق کردیتی ہے کہ جس سے ہر ایک
نفس کو اپنی طلب سے (اوس نفس کے) حدود و استعداد کے موافق (سیرابی حاصل
ہوجاتی ہے) اور اس طلب میں اوسکی جو متردوانہ اور مضطربانہ حرکت تھی وہ
اس تعلیم سے ساکن و مطمئن ہوجاتی ہے اور اس سکون و اطمینان سے ہر ایک
نفس کا شورشی مادہ فرو ہوجاتا ہے لہذا بجز باہمی محبت و ربط کے کسی طرح
کا اعراض اون میں نہیں رہتا بلکہ وہ باہمی اتحاد سے عام طور پر اپنے بادشاہ
فاضل کے ارکان دولت بنے رہتے ہیں مگر اون ارکان عام کے سوا جو لوگ

حیدرآباد پر مدینۂ فاضلہ کا اطلاق

ساتواں مضمون

مدینۂ فاضلہ کے ارکان علم

خاص طور پر مدینۂ فاضلہ کے ارکان ہو سکتے ہیں وہ حسب نقشۂ ذیل پانچ قسم پر ہیں اور یہ (ارکان خاص کا مضمون) آٹھواں مضمون ہے۔

باب (۴۵)

آٹھویں مضمون سے بارہویں مضمون تک

فاضل	ذوالالسنہ	مقدر	مجاہد	ارباب الاموال

فاضل وہ ہیں جو قوت ادراک میں اور لوگوں سے ممتاز ہوں تمدن کا انتظام انہیں لوگوں سے متعلق ہوتا ہے اور ذوالالسنہ (یعنی واعظین و مقررین کے گروہ) وہ ہیں جو عوام الناس کو تحصیل کمال کی ہدایت کرتے ہیں اور وعظ و تقریر کے ذریعہ اونکی حفاظت عقائد میں کوشش کرتے ہیں اور اخلاق رذیلہ کی قباحت اور اوس کے بُرے نتایج اون کے ذہن میں جماتے ہیں اور مُقدر (یعنی امور حسابیہ کے محافظ) اونکو کہتے ہیں جو ملک کی محاسبی اور تعمیرات اور طبابت کو انجام دیتے ہوں اور مجاہد (یعنی فوجی گروہ) وہ ہیں جن کی تلوار سے ملک کی اور ملک کے سرحدات کی اور قلعوں کی اور راستوں کی محافظت ہوتی ہے اور ارباب الاموال وہ لوگ ہیں جن سے کروڑگیری اور مالگزاری وصول ہوتی ہے یہ پانچ گروہ مدینۂ فاضلہ کے ارکان ہیں جن سے مدینۂ فاضلہ کی دُنیا و آخرت کا اہتمام ہوتا ہے اور ان پانچ گروہ کے سوائے جو لوگ ہیں وہ ہر چند ملکیت کے لحاظ سے

رکنیت عامہ کی صلاحیت رکھتے ہیں اور بوقت ضرورت اس صلاحیت کو ہنگامی طور پر کام میں لا سکتے ہیں مگر مدامی طور پر ملک کے جو ارکان خاص ہیں وہ بھی پانچ گروہ ہیں **نواں مضمون** یہ ہے کہ ان پانچ کے سوائے دوسرے لوگوں میں سے بعض تو گویا ان پانچ گروہ کے آلات اور اون کے ہاتھ پاؤں کے قائم مقام ہیں اور بعض جو زیر تعلیم اور قابل تعلیم ہیں وہ آیندہ اس رکنیت خاص پر مامور ہونے کے امیدوار ہیں اور جو زیر تعلیم و قابل تعلیم نہیں ہیں وہ اس قابل ہیں کہ اون سے تمدن کے بالائی کام لئے جائیں **بہرحال** مدینۂ فاضلہ کا کوئی صنف یا اوس کا کوئی شخص بے کار نہیں ہے **دسواں مضمون** یہ کہ ان پانچ گروہ میں سے ہر گروہ کے بلکہ اوس گروہ کے ہر ایک شخص کے مرتبہ کا لحاظ ضروری ہے کہ ہر ایک شخص اپنے لائق و مناسب کام میں بخوشی و مستعدی مصروف رہے اور ہر چند ایک ہی شخص مختلف علوم و فنون اور متعدد صنائع و حرف میں ماہر ہو مگر مناسب نہیں کہ مختلف کام یا متعدد صنائع اوس کے ذمہ لگائیں کیونکہ عام طور پر تحمل انسانی اس قابل نہیں کہ ہر ایک کام کو وہ زمانی حصوں پر منقسم کرکے باشتراک زمانی ہر ایک کام کو پورے طور پر انجام دیا کرے بلکہ اس میں یہ اندیشہ ہے کہ جب اوسکی توجہ اور اوسکی ہمت کئی کاموں میں بٹی ہوی ہوگی تو ہر کام میں کچھ نہ کچھ نقص رہجائے گا بخلاف اس کے جب اوسکی ہمت و توجہ کا رخ ایک ہی طرف ہوگا تو اوس کا دہیان ایک ہی ہوگا اور اوسکی قوت اوس کام پر اچھی طرح حاوی ہوگی لہذا وہ کام پورا ہوگا **گیارہواں مضمون** یہ ہے کہ اگر ایک شخص میں کئی قابلیتیں ہوں تو اوس وقت ضرورت موجودہ کے لحاظ سے اور نیز اس

نواں مضمون ارکان خاص کے علاوہ

دسواں مضمون

گیارہواں مضمون

لحاظ سے (کہ اس شخص کو کس فن میں اور کس ہنر میں زیادہ بصیرت ہے) اوس کو ایک خاص کام دیا جائے تا پورے طور پر اوسی میں مشغول ہے اور نہایت خوبی اور کمال کے ساتھ اوس کو انجام دے یہاں تک مدینہ فاضلہ کے ارکان خاص کا اور اون ارکان خاص کے پیشہ ستوں کا اور ہر ایک کے مشغلوں کا بیان ہوا اب اوس کے بعد بارہواں مضمون یہ ہے کہ لوگوں کے مذکورہ بالا اقسام تو تمدن میں بکار آمد اور قابل حفاظت و نگہداشت ہیں مگر اون کے سوائے مضر تمدن اور قابل اخراج گروہ بھی شہر میں پیدا ہو جاتا ہے جنکی حسب نقشہ ذیل پانچ قسمیں ہیں

گروہ مرائی	گروہ محرّفہ	گروہ باغیہ	گروہ مارقہ	گروہ مغالطہ

مرائی (یعنی ریاکار) وہ گروہ ہے کہ جو بزرگوں کے پیرایہ میں عام لوگوں کو بہت دہوکہ دے یعنی اپنے کو بزرگوں کے جیسا بنائے اور محرّف (یعنی) (تحریف کرنے والا) گروہ ہے جو اغراض فاسدہ کی بنا پر اپنے پہلے اجتماع سے علیحدہ ہو کر جدید فرقہ بندی کر لیتا ہے اور اصلیت قدیمہ متفقہ کے خلاف ایک جدید تراش کرتا ہے جس کا (اوس اصلیت قدیمہ کے مقابل) عارضی ہونا ظاہر ہوتا ہے یہاں تحریف کے معنی یہی ہیں کہ اصلیت بدل دی جائے **مذہب حق** کے سوائے جتنے مذاہب ہیں وہ سب محرّف ہیں اون (مذاہب) کی ابتدا تحریف کے اسی مذکورہ معنی پر ہوی ہے اگر تحقیقی نظر سے ہر مذہب محرّف کی تاریخ دیکھی جائے تو مذہب حق کی اصلیت کے مقابل اوس کا عارضی ہونا ظاہر ہو جائے گا اور باغی وہ گروہ ہے جو شاہی اطاعت سے منحرف ہو علمائے سیاست نے جہاں اس گروہ کو

تیسرے نمبر پر ذکر کیا ہے وہاں ساتھ ہی یہ لکھدیا ہے کہ شرعی اور عقلی روسے اس گروہ کا
استیصال ضروری ہے۔ بخلاف اس کے دوسرے چار گروہ کے ساتھ ہی ساتھ انکے
استیصال کا مضمون نہیں لکھا ہے بلکہ اونکی اصلاح و تادیب اور بالآخر اون کی
تنبیہ و تعزیر کا اشارہ کیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سلطنت کی مخالفت کس قدر
بری ہے جو فروگزاشت اور مہلت کے قابل نہیں بلکہ فوری استیصال کے لائق
ہے اور گروہ مارقہ وہ ہے کہ جس نے کم فہمی سے مذہب حق کی اصلیت
بدل دی ہو تمام مذاہب باطلہ کا مبدء و منشا یہی (دو محرفہ و مارقہ) گروہ
ہیں جنھوں نے رفتہ رفتہ بہت سی شاخیں پیدا کرلی ہیں اور علیحدہ علیحدہ
نام سے مشہور ہوگئے ہیں پہلے اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً[1]
کا ایک ہی اتحادی اجتماع سلسل چلا آتا تھا جس کی اصلیت خود اوس کے اجماع
اور اوس کے تسلسل سے ظاہر تھی مگر بعد کو انسان کے شہوانی اور غضبی انحراف
نے اس اصلی اور متحدہ اجماع سے اوس کو باہر کر کے فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ
بَيْنَهُمْ زُبُرًا[2] کے عارضی تفرقہ میں گرفتار کردیا۔ فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ
رَاجِعُوْنَ[3]۔ اور گروہ مغالطہ بھی گروہ محرفہ اور گروہ مارقہ کے ساتھ تحریف
میں شریک ہے مگر ان تینوں میں سے ہر ایک کی تحریف علیحدہ علیحدہ نوعیت
رکھتی ہے جس کی تفصیل اس مقام کے مناسب نہیں۔

سلطنت کی مخالفت فوری استیصال کے لائق ہے

مذاہب باطلہ کا مبدء و منشاء

باب (۴۶)

ترجمہ۔ (۱) یہ (در اصل) ایک ہی متحدہ امت ہے (۲) پھر انھوں نے اپنے (متحدہ) امر میں تفرقہ ڈال لیا۔
(۳) پس ہم بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی ملک ہیں اور اوسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

اندرون بدن انسانی مدینۂ فاضلہ کا پورا نقشہ ہونے نہیں

اس عنوان کا تیرہواں مضمون نہایت دلچسپ اور اعلیٰ مضمون ہے
وہ یہ کہ خدائے تعالیٰ نے انسان کی مدینۂ فاضلہ کی طرف رہبری بالکل نزدیک
کے راستہ سے کی ہے۔ نہیں بلکہ مدینۂ فاضلہ کو بالکل اوس کے پیش نظر کردیا
ہے وہ یوں کہ یہاں بدن انسانی کو خدائے تعالیٰ نے نفس ناطقہ کا آلہ
بنایا ہے جس کے تعلق سے نفس ناطقہ یہاں بڑے سے بڑے کلیات طے
کرتا ہے منجملہ اون کلیات کے تمدنی کلیات ہیں جس کا نقشہ خود بدن انسانی
میں موجود ہے جب پہلے سے تمدن کا نقشہ نفس ناطقہ کے روبرو ہے تو
اوس نقشہ کے ملاحظہ سے مدینۂ فاضلہ کا وسیع اور عالیشان احاطہ اوس کے
پیش نظر ہو جاتا ہے گویا اس ملک کو یعنے وجود انسانی کو جو تمام ممالک غیبیہ
اور مثالیہ اور شہودیہ کی غایت ہے اور خاص خدائے تعالیٰ کے دست قدرت
کی ساخت اور ترتیب ہے۔ خدائے تعالیٰ نے سراپا تمدن فاضل بنایا ہے
جس کا عکس ادراک نفس کے ذریعہ سے اس عالم میں باذن اللہ بصورت
مادیہ نمودار ہوتا ہے اور اصل یہ ہے کہ خود ہی ملک باذن اللہ اپنے نظائر
اس عالم میں قائم کرتا ہے اور اپنے اجمال معقول کو تفصیل محسوس کا پیرایہ
پہناتا ہے وجود انسانی کے سراپا تمدن فاضل ہونے کا مختصر بیان یہ ہے کہ انسان
کے کامل الخلقت اور صحیح المزاج بدن کے جتنے اعضاء ہیں وہ سب حیات
انسانی کی تکمیل کے لئے باہم ایک دوسرے کے معاون ہیں اور اس معاونت

ہیں اون کا باہمی تعلق اس درجہ پر ہے کہ گویا وہ سب باہم ایک ہی ہیں چنانچہ جب ارادہ الٰہیہ انسانی خلقت سے متعلق ہوتا ہے تو جسم انسانی میں یکے بعد دیگرے نقشہ ذیل کی ترتیب پر قویٰ ظاہر فرمائی جاتی ہیں۔

اولاً قوت غاذیہ	ثانیاً قوت حاسہ مع قوت شوقیہ و قوت ہربیہ
ثالثاً قوت متخیلہ	رابعاً قوت ناطقہ مع قوت میلانیہ

منجملہ قوائے مندرجہ نقشۂ بالا قوت حاسہ کی حسب نقشہ ذیل پانچ شاخ ہیں۔

قوت لامسہ	قوت ذائقہ	قوت شامّہ	قوت سامعہ	قوت باصرہ

ان پانچوں قوتوں کو حواس خمسہ ظاہری کہتے ہیں انھیں حواس خمسہ کے ساتھ ہی ساتھ محسوسات مرغوبہ کی جانب اشتیاق اور محسوسات مکروہہ سے ہرب و نفرت کی قوت بھی پیدا فرمائی جاتی ہے اور اسی طرح قوت ناطقہ کے ساتھ معقولات کیجانب میلانی قوت کا حدوث ہوتا ہے اب قوت غاذیہ کی دو قسمیں ہیں ایک قوت غاذیہ رئیہ جو صرف منہ میں ہے اور ماتحت اوس قوت کے ہے جو قلب میں ہے دوسری قوائے غاذیہ خادمہ جو تمام اعضا میں پھیلی ہوئی ہیں اور علیٰ ہذا قوت حاسہ میں بھی ایک قوت رئیہ ہے جس کا مرکز قلب ہے اور حواس خمسہ اس قوت رئیہ کے خادم و معاون ہیں مگر قوت متخیلہ صرف ایک ہی قوت ہے لہذا اوس کے ماتحت اوسکی نوع سے اوس کے خادم و معاون نہیں ہیں اور اس کا مستقر قلب ہے اور اسی طرح قوت ناطقہ

کے لئے بھی اوس کی نوع سے خادم و معاون نہیں ہیں بلکہ تمام قوائے متخیلہ (شایعیہ فی الجسم) اوس سے متعلق ہیں اور وہ ان سب پر حکمراں ہے اور قلب اس کا مقام خاص ہے اب رہی وہ میلانی قوت جس کا حدوث قوت ناطقہ کے ساتھ ہی ساتھ قلب میں ہوتا ہے تو وہ رئیسہ ہے اور اوس کے معاون و خادم تمام اعضا میں متفرق ہیں الغرض جتنی قوتیں ہیں وہ سب اس قوت کی تابع ہیں جو قلب میں ہے اون سب کے کام بالاتفاق بالکل قوت قلبیہ کی غرض کے موافق ہوتے ہیں اور یک سر مو اوس کی غرض سے باہر نہیں ہوسکتے۔

باب (۴۷)

چھیالیسویں باب کے تکملۂ مضمون اور تمام اعضا پر قلب کی ریاست ہونے میں مع نقشۂ بدن انسانی

اسی طرح جب اعضائے بدن کی طرف نظر ڈالی جاتی ہے تو ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ازروئے افعال و قویٰ مختلف و متفاوت ہیں یعنی بعض اعضا کو بعض پر ازروئے افعال و قویٰ فضیلت ہے مگر اون سب میں ایسا عضو رئیس جس کو منجانب اللہ تمام اعضا پر ریاست حقیقیہ اور حکومت اولیٰہ عطا فرمائی گئی ہے اور اوس پر کسی عضو کو حکومت و ریاست نہیں ہے اور اوس کے افعال تمام اعضا کے افعال سے اشرف و اعلیٰ اور الطف اور انفس ہیں وہ صرف قلب ہے کیونکہ وہ حرارت غریزیہ کا اور تمام قوتوں کا منبع ہے جہاں سے تمام اعضا کو روح حیوانی غریزی کا اور اون کی قوائے مخصوصہ کا کافی حصہ ملتا ہے جس سے ہر ایک عضو

اپنے اپنے مقررہ کاموں میں اور باہمی معاونت میں مصروف رہتا ہے اور
اس باہمی معاونت و مصروفیت سے انسان کی بدنی ملکیت کا انتظام نہایت
خوبی کے ساتھ برابر قائم رہتا ہے دماغ کو قوائے نفسیہ اور حس اور جگر کو قوائے
طبعیۂ اور فعل تغذیہ (جو دماغ اور جگر کی قوائے خاص اور فعل خاص ہیں) قلب
ہی سے حاصل ہوتے ہیں کیونکہ ارسطو اور نیز دوسرے فلسفیوں کے پاس بجز قلب کے
کوئی عضو معطی غیر قابل اور تمام قوتوں کا منبع نہیں ہے بلکہ یہ شان صرف قلب کی
ہے جو تمام اعضاء کو باذن اللہ اون کے خاص خاص قوتیں عطا کرتا ہے مگر اس کو
کسی عضو سے قوت نہیں پہنچتی بناءً علیہ منجملہ اعضاء خاص یہی عضو رئیس اور
حاکم مطلق ہے اور دوسرے اعضا کی ریاست و حکومت اوسکی ماتحتی سے ہے
مگر اون سب کی ریاست بھی ایک ہی حد پر نہیں ہے بلکہ حسب اشارہ سابقہ اونکی
ریاست میں ترتیب اور فرق ہے چنانچہ قلب کے بعد دماغ کی ریاست اور
اوسی کا مرتبہ ہے جو قلب کا خادم و ماتحت اور دوسرے تمام اعضاء کا رئیس ہے
اور جس کے افعال لطافت و نفاست میں قلب کے بعد دوسرے تمام اعضا سے
بڑھے ہوے ہیں یہی عضو (یعنی دماغ) قلب کے مقاصد خاص کو پورا کرتا ہے
چنانچہ منجملہ اون (تکمیل مقاصد) کے قلب کے حق میں اوسکی پہلی خدمت اور اوس
(دماغ) سے مقصد قلبی کی پہلی تکمیل یہ ہے کہ جو حرارت قلب سے تمام اعضا
میں تقسیم ہوتی ہے وہ پہلے خزانہ دماغ میں چھن جاتی ہے اور نہایت
اعتدال و صفائی کے ساتھ ہر عضو کے مناسب بنجاتی ہے اور من بعد اس
خزانہ سے ہر ایک عضو میں اوس کے مزاج خاص کے مناسب اوس حرارت

کی تقسیم ہوتی ہے گویا دماغ اپنے دماغی آلات وادوار سے حرارت قلبیہ کو معتدل اور مصفا کرکے (جو قلب کا مقصد خاص ہے) تمام اعضا میں پہونچاتا ہے اس کے علاوہ اور کئی طرح کی خدمتوں سے وہ قلب کے مقاصد پورے کرتا ہے جس کی تفصیل سے طوالت ہوتی ہے لہذا امثال مذکور کے علاوہ یہاں اسکی خدمات قلبیہ کی اور امثلہ ترک کی گئیں اور اسی طرح آیندہ بھی اس قسم کی مثالیں اسی طوالت کی وجہ سے متروک ہوئیں اور دماغ کے بعد جگر کی ریاست اور اسی کا مرتبہ ہے جو اپنی قوائے خاص سے عضو مرتبہ اول (یعنی دماغ) کے اغراض (جو رئیس اپنی قلب کے غرض اعظم اور مقصد کلی سے مربوط اور اوسکی جزئیات ہیں) پورے کرتا ہے اور بواسطۂ دماغ قلب کا خادم ہے اور دوسرے درجہ پر ہے اور اوس کے افعال کی لطافت و نفاست قلب سے تیسرے اور دماغ سے دوسرے درجہ پر ہے اور جگر کا مرتبہ دماغ کے بعد اس لئے ہے کہ جگر قوت طبعیہ کا محل ہے اور دماغ قوت نفسانیہ کا محل اور قوت طبعیہ کا مرتبہ قوت نفسانیہ کے بعد ہے اور جگر کے بعد طحال یعنی تلی کی ریاست اور اسی کا مرتبہ ہے جس کے کام عضو مرتبۂ ثانی (یعنی جگر) کے اغراض پر ہوتے ہیں اسی لئے یہ عضو تیسرے درجہ پر ہے اور طحال کے بعد اعضائے تولید کا مرتبہ ہے جن کے افعال عضو مرتبہ ثالث کے مقاصد پر ہوتے ہیں خلاصہ یہ کہ اسی طرح اعضاء اور اون کے افعال کا سلسلہ اور نیز اون کے افعال کی لطافت کا تنزلی سلسلہ برابر قائم رہتا ہے یہاں تک کہ اون اعضا کی نوبت پہنچتی ہے جو بلا ریاست وحکومت صرف خدمت ہی خدمت

بجا لاتے ہیں اور کسی پر سرداری نہیں کرتے اور اون کے افعال بلا شائبہ لطافت محض کثیف ہی کثیف ہوتے ہیں جیسے مثانہ اور امعائے سفلی (یعنے نیچے کی آنتیں جن کا فعل محض دفع فضلات ہے اور اوس کے سوائے اون کا اور کوئی فعل نہیں ہے اور نہ اون کا کوئی خادم ہے بلکہ بلا ریاست محض خدمت کی انتہا انھیں اعضاء پر ہوتی ہے چنانچہ اس سلسلہ کا ایک نمونہ یہ ہے کہ مثانہ گردہ کا خادم ہے اور گردہ جگر کا خادم ہے اور جگر دماغ کا خادم ہے اور دماغ قلب کا۔ اس سلسلہ کی انتہا کو جب ابتدا کریں گے تو اوس سلسلہ کی انتہا یوں ہوگی کہ گردہ کا خادم مثانہ ہے اور اوس کے نیچے خادمیت کا کوئی درجہ نہ ہوگا اور علاوہ گردہ کے معدہ اور مُری (یعنی نرخرا) اور فم (یعنے مُنہ) اور اَوْرِدَہ (جمع ورید یعنی وہ رگیں جو جگر میں آئی ہیں) بھی جگر کے خادم ہیں اور سب میں باہم بالکل اتحاد و اتفاق ہے اور اونکی وضع ایسی ہے کہ گویا اون سب نے اپنے کو باہم اپنے رئیس اعظم یعنے قلب کی غرض مجسّم کا مجموعہ بنا رکھا ہے خلاصہ یہ کہ بدن انسانی کے نظم فاضل کی تفصیل مع تمثیل بہت کچھ طوالت و وسعت چاہتی ہے لہذا یہاں بغرض اختصار صرف اس نظم بدنی کا نقشہ منسلک کیا جاتا ہے جس سے بدن انسانی کے اس نظم فاضل کا معائنہ ہو جائے گا۔ نقشہ ہذا ملاحظہ ہو۔

باب (۴۸)

دونوں مذکورہ بالا باب کے تکملہ مضمون اور بدن انسانی پر مدینۂ فاضلہ کی تطبیق میں

نظم بدنی کا نقشہ یہ ہے

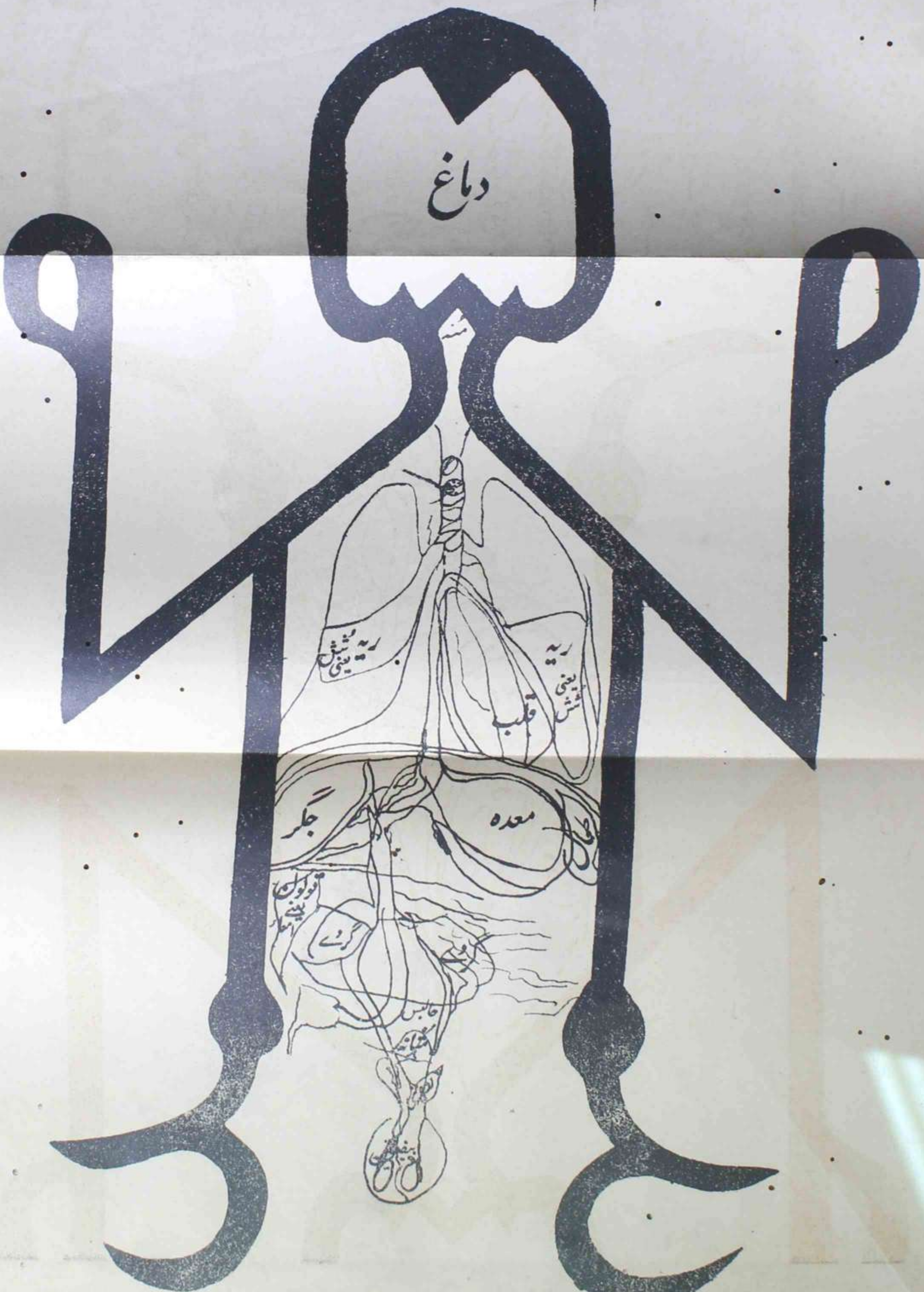

جب بدنی انسانی کا تمدن فاضل معہ نقشہ ذہن نشین ہوا تو اب جاننا چاہیے کہ مدینہ فاضلہ کی بھی بالکل یہی ترتیب ہے اس لیئے کہ جیسے وہاں (یعنی نظم بدنی میں) مختلف الفطرت اور متفاوت القولی عضو ہیں اور اون سب میں ایک ہی عضو رئیس ہے اوسی طرح مدینہ فاضلہ کے اجزا (یعنی افراد بھی) مختلف و متفاوت ہیں اور اون میں ایک ہی فرد ہے جو رئیس ہے اور اسی ترتیب بدنی کے موافق یہاں مدینۂ فاضلہ کے بعض اجزاء ایسے ہیں کہ جن کا مرتبہ بالکل رئیس کے قریب ہے اور اون میں ایسی استعداد ہوتی ہے کہ جس سے اونکے کام رئیس کے عین مقاصد ہوتے ہیں جیسے وزیر اعظم مدینۂ فاضلہ کے ایسے افراد مرتبۂ اول میں ہیں اور اون (افراد مرتبہ اول) سے نیچے ایسا فرقہ ہے کہ جس کے کام فرقہ اول کے اغراض پر ہوتے ہیں جیسے معتمدان وزیر یہ فرقہ مرتبۂ ثانی میں ہے اور پھر اس فرقہ دوم سے نیچے بھی ایک تیسرے درجہ کا فرقہ ہوتا ہے جس کے کام فرقہ دوم کی غرض کے موافق ہوتے ہیں جیسے نظما یہ فرقہ مرتبۂ ثالث میں ہے اس (فرقہ ثالث) کے بعد بھی تمدن میں یہی ترتیب قائم رہتی ہے تاآنکہ اون لوگوں کی نوبت پہنچتی ہے جن کے کام اغراض عام کے موافق ہوتے ہیں اور اون کے نیچے کوئی فرقہ (اون کے حسب اغراض کام کرنے والا) نہیں ہوتا۔ یہ لوگ محض خدمت کرنے والے ہوتے ہیں نہ خدمت کرانے والے اور سب سے نیچے کے مرتبہ میں ہوتے ہیں مگر ماتحتوں کے تمام اغراض رئیس اعظم کی اغراض کلیہ سے مربوط اور اوسی کی جزئیات ہوتی ہیں اس تقریر سے ظاہر ہوا کہ مدینۂ فاضلہ بالکل بدن انسانی کے مشابہ ہے اور اگر فرق ہے

تو صرف اسی قدر کہ بدن کے اعضاء اور اون اعضا کی قوتی اور افعال از ابتدا تا انتہا طبعی ہیں اور مدینۂ فاضلہ کے اجزا اگرچہ وضعاً طبعی ہیں مگر اونکی وہ قوی اور وہ ملکات جس کی بنیاد پر وہ مدینۂ فاضلہ کے کام بجالاتے ہیں طبعی نہیں ہیں بلکہ ارادی اور اختیاری ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ خلاق علیم جل وعلا کو منظور تھا کہ انسان اپنے افعال واعمال میں اپنے خالق ورازق کے اخلاق علیہ اور اوضاع فعلیہ سے اقتدائی تشبہ حاصل کرے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ تَخَلَّقُوا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ لہذا اقتدا کے لئے ارادہ کی ضرورت ہے بناءً علیہ منجانب اللہ اوس کو ارادہ دیا گیا تاکہ اوس کی حرکت ارادی خلاق علیم تعالی شانہ کے حسب الحکم یہاں اوسی وضع خلاقی کا نمونہ قائم کرے اور اس اقتداسی خلیفۃ اللہ فی الارض کے مقاصد کو پورا کرے۔

باب (۴۹)

تینوں (مذکورہ) باب کے تکملہ مضمون اور مدینۂ فاضلہ کی دوسری دلچسپ تطبیق میں

اب اس تطبیق کے بعد اور ایک دلچسپ تطبیق قابل ملاحظہ ہے وہ یہ کہ جیسے بدن میں عضو رئیس کی حالت اور کیفیت اور دوسرے اعضاء پر اوس کی سلطنت اور اون سب کی اوس کے ساتھ وابستگی ہے بالکل اسی طرح مدینۂ فاضلہ کے رئیس کی حالت وکیفیت اور تمام اجزائے مدینہ پر اوسکی حکومت وسلطنت اور اون (سب اجزا) کی اوس کے ساتھ وابستگی ہے کیونکہ تمام بدن میں جس عضو کو

کامل سلطنت اور پوری امتیاز اور خصوصیت دی گئی ہے وہ صرف عضو رئیس (یعنی قلب) ہے جس کے اوپر کسی عضو کو حکومت نہیں ہے بلکہ اوسی کو تمام اعضاء پر حکومت ہے اور نہ اوس کی خصوصیات میں کسی کو شرکت ہے بلکہ اوسی کو تمام اعضا میں امتیاز کلی اور خصوصیت کاملہ ہے اسی طرح تمام شہر میں صرف رئیس شہر کو کامل حکومت اور پورا امتیاز اور خصوصیت ہے نہ اوس کے اوپر کسی کی حکومت ہے اور نہ اوس کی خصوصیات میں کسی کی شرکت ہے اور عضو رئیس کے تحت میں بہ ترتیب ایسے اعضاء ہیں جو عضو رئیس کے ماتحت دوسرے اعضاء پر حکمرانی کرتے ہیں اسی طرح رئیس شہر کے تحت میں بہ ترتیب عہدہ جات وہ فرقے ہیں جو ایک دوسرے پر حکمرانی کرتے ہیں اور جس طرح بدن میں سب سے پہلے عضو رئیس یعنی قلب کی تکوین ہوتی ہے اور وہی دوسرے اعضا اور اونکی قوائی کی تکوین اور اون کی مسلسل ترتیب کا سبب بنایا جاتا ہے اور جب کسی عضو میں خلل پیدا ہوتا ہے تو وہی عضو رئیس اوس خلل کے زائل کرنے کا اہتمام کرتا ہے اسی طرح پہلے مدینۂ فاضلہ کے رئیس کا وجود ضروری ہے تا اوس کے ذریعۂ مدینۂ فاضلہ اور اوس کے اجزا اپنی استعداد ارادی کے ساتھ علی الترتیب قائم ہوں اور من بعد جب مدینۂ فاضلہ کے کسی جز میں احیاناً خلل آجاتا ہے تو اوس کا زوال رئیس مدینہ کی کوشش سے ہوتا ہے اور جس طرح عضو رئیس کے تمام ماتحت اعضاء اپنے اپنے فوق کے کام کرتے ہیں یہاں تک کہ اونکی فوقیت کا سلسلہ ایک ایسی ماتحتی پر ختم ہو جاتا ہے جس کے نیچے کوئی ماتحتی نہیں ہوتی بلکہ صرف وہی ایک ماتحتی قائم رہتی ہے

جو بالکل اسفل کام کیا کرتی ہے اسی طور پر جو بلا واسطہ رئیس مدینہ کے ماتحت ہی وہ بالکل رمیانہ اغراض کے کام بجالاتا ہے اور جو اس ماتحت کے ماتحت ہے اور وہ اس ماتحت کے حدود اقتدار کے کام کو انجام دیتا ہے وعلی ہذالقیاس یہانتک کہ اون عام لوگوں کی نوبت پہنچتی ہے جن کے کام بالکل عامیانہ اور اسفل درجہ کے ہوتے ہیں اور بدن انسانی سے نیچے بھی جن مرکبات کے اجزا الطبعا باہم مربوط و منتظم ہوتے ہیں اون کے لئے بھی خواہ مخواہ رئیس ہوتا ہے اور اون تمام اجزا کی نسبت اوس کے ساتھ اسی طور پر ہوتی ہے جیسے بدن انسانی کے عضو رئیس کے ساتھ دوسرے تمام اعضائے بدنی کی نسبت ہے۔

اس تمام تقریر کا خلاصہ اور اوس کی غایت یہ ہے کہ دنیا میں بہ حیثیت دینوی حقیقی فوقیت صرف رئیس المعظم کو دی گئی ہے اور اوس کے تحت میں جہانتک عہدہ داروں کی فوقیت کا سلسلہ قائم ہے وہ سب فوقیتیں باہم اضافی اور سب اسی ایک حقیقی فوقیت کے تحت میں ہیں اسی بنا پر اون کے تمام اغراض اس فوقیت حقیقی کی غرض کے تابع اور اون کے تمام جزئیات رئیس کی کلیات میں شامل ہیں مجال نہیں کہ کبھی اوس سے علیحدہ ہوسکیں اور اگر کسی نے علیحدہ کیا تو وہ اپنی قوم کی جان عزیز کا قاتل ہوا لہذا اوس کی جان قوم کے بچاؤ کے لئے بھینٹ دینے کے قابل ہوی۔ اَلعِیاذُ بِاللہِ ط

باب (۵۰)

مذکورہ بالا چارو باب کے تکملہ مضمون اور رئیس المعظم کی حقیقی فوقیت کی دلچسپ تقریر میں

ہرچند اوپر کی تقریر سے یہ مطلب بالکل ظاہر ہے مگر اوس کے علاوہ خاص
اس مطلب کی اور ایک دلچسپ فلسفیانہ تقریر ہے وہ یہ کہ وجود کے سبب
اول کو موجودات کے ساتھ جس طرح نسبت ہے اوسی طرح مدینۂ فاضلہ کے
بادشاہ کو اوس مدینہ کے تمام اجزا کے ساتھ ہے کیونکہ جو موجودات (یعنے
مجردات) مادہ کی کثافت سے پاک ہیں وہ سبب اول کے قریب ہیں اور
ان مجردات کے بعد اجسام سماوی کا مرتبہ ہے اور اجسام سماوی کے بعد اجسام
ہیولانی کا درجہ ہے اور یہ سب بالکل سبب اول کے محاذی مقصد اور اس
مقصد میں اوس کے تابع و پیرو ہیں اور ہرچند سبب اول سے وہ بعید بھی
ہوتے جائیں مگر اون کی غرض مدارج کے توسط سے بالکل سبب اول کے مقصد میں
جا ملتی ہے کیونکہ موجودات میں جو بالکل سفل اور اخس (یعنی بالکل نیچے کے درجہ
میں اور نہایت خسیس) ہوگا وہ اپنے سے اوپر والے کی غرض کا پیرو ہوگا اور وہ
اوپر والا اس کی غرض کا تابع ہوگا جو اوس سے اوپر ہے اور اسی طرح یہ تیسرا
بھی چوتھے کی غرض کا (جو اوس سے اوپر ہے) تابع ہوگا اور یوں ہی اس
پیروی کا سلسلہ درجہ بدرجہ اوس موجود مجرد تک پہونچے گا کہ جو بلا واسطہ سبب
اول کے قریب اور اوس کے مقصد کا تابع ہے اب اس ترتیب سے تمام
موجودات سبب اول کے تابع مقصد ہیں الغرض اس تمام تمہید سے جو مطلب
نکالا گیا ہے وہ نہایت نفیس اور پرمعنی اور روح تمدن ہے لہذا پہلے اس مطلب کے
اصلی الفاظ عرض کرکے اوس کے بعد اوس کا مضمون عرض کیا جاتا ہے
اس مطلب کے اصلی الفاظ یہ ہیں وَكَذٰلِكَ يَنْبَغِي اَنْ تَكُوْنَ الْمَدِيْنَةُ

نہایت نفیس و پرمعنی مطلب

الفاضلۃ فان اجزاءھا کلھا ینبغی ان تحتذی بافعالھا حذو مقصد رئیسھا الاول علی الترتیب ورئیس المدینۃ لیس یمکن ان یکون ای انسان اتفق۔

یعنی جیسے موجودات از ابتدا تا انتہا حضرت موجد تعالیٰ شانہٗ کے بندہ مقصد ہیں اسی طرح مدینۂ فاضلہ کے اجزا کو بھی لازم ہے کہ وہ فوق سے لیکر تحت تک بہ ترتیب اپنے رئیس کے تابع مقصد ہوں اور اپنے تمام کام بالکل رئیس معظم کے محاذی مقصد رکھیں اور ایک ذرہ برابر اس مقصد کی محاذات سے اپنے کاموں کو منحرف نہ کریں اور بالیقین جانیں کہ رئیس المعظم کوئی معمولی انسان نہیں ہوتا بلکہ ایک منتخب اور ممتاز انسان ہوتا ہے اور اوس کی شان انتظام اور تدبیر میں ایسی نہیں ہوتی کہ جن کو سب لوگ سمجھ جائیں بلکہ وہ بہت بڑے حکیمانہ ادراک پر مبنی ہوتی ہے جس کی تہ تک پہنچنا اوسی حکیمانہ عقل کا کام ہے نہ عامیانہ فہم کا دعاگو کی کتاب منتہی الکلام فی اطاعۃ حضرت النظام اسی موضوع پر مرتب ہے یہاں تک تیسرے عنوان کے مضامین ختم ہوئے

رئیس المعظم کوئی معمولی انسان نہیں

باب (۵۱)

سلطنت خدایتعالے کی خاص الخاص قائمقامی ہو نے اور سیاست فاضلہ کے بیان میں

تمدن کا عنوان رابع

اور تمدن کا چوتھا عنوان سیاست ملک اور آداب ملوک ہے۔ اس عنوان کا پہلا مضمون دجو بادشاہ کو عدل و انصاف کی طرف توجہ دلانے والا اور اوس کی

عنوان [illegible] کا مضمون

حلاوت معلوم کرانے والا ہے ۔ یہ ہے کہ سلطنت حضرت احکم الحاکمین تعالیٰ شانہٗ کی ایک خاص الخاص قائم مقامی کا نام ہے جو انسان کی خلافت عام سے ممتاز ہے یعنی سلطنت اس خلافت عام کی نگران مقرر کی گئی ہے گویا اس نگرانی میں وہ خدائے تعالیٰ کی قائم مقامی خاص کا کام بجا لاتی ہے پھر اس سرفرازی کا شکر یہی ہے کہ عدل و انصاف سے بندگان خدا کی نگرانی فرمائیں اور نیز اس امر کی کوشش فرمائیں کہ وہ مقاصد الٰہیہ کے پورا کرنے والے بن جائیں جب حضرت سلطان اپنی اس خاص الخاص قائم مقامی کو سونچیں گے تو اون کی راحت و لذت صرف اسی میں ہوگی کہ وہ اس مبارک قائم مقامی کے فرائض پورے کریں اس لذت کے مقابل تمام دنیا کی لذتیں اون کے روبرو ہیچ ہوں گی چنانچہ ایک روز اسکندر ذوالقرنین علیہ السلام والرضوان من رب المشرقین صبح سے شام تک اپنے اجلاس پر بیٹھے رہے مگر کسی نے اپنی حاجت اون کے روبرو پیش نہیں کی جب شام کو بادشاہ اپنے اجلاس سے اٹھنے لگے تو فرمایا کہ آج کے دن کو میں اپنی عمر کے حساب میں محسوب نہیں کرتا مصاحبوں نے عرض کی کہ جو روز صحت و فراغت میں گذرے اور امن کے ساتھ رات آجائے اور پوری کامیابی حاصل ہو۔ ایسا روز عمر کے حساب میں نہ لگایا جائے تو پھر کونسا روز لگایا جائے بادشاہ نے فرمایا کہ جس روز کسی مظلوم کو بادشاہ سے راحت پہنچے اور نہ کسی محروم کی حاجت (جو بادشاہ کا فریضہ ہے اور اسی میں بادشاہ کی اصلی لذت ہے) اوس سے پوری ہو تو وہ روز کس طرح اوس کی عمر میں محسوب ہوگا۔ اسی قابلیت اور اولوالعزمی کی وجہ سے خدائے تعالیٰ نے انھیں

تمام دنیا کی بادشاہی دے رکھی تھی اور فرائض سلطنت سے اُنکی دلچسپی کا حال شہرہ آفاق تھا چنانچہ ابنی شہرت پر شاہ چین نے ان اولوالعزم بادشاہ سے پوچھا کہ آپ نے سلطنت کی لذت کس چیز میں پائی بادشاہ ذوالقرنین نے فرمایا کہ تین چیزوں میں ایک تو دشمنوں کے مغلوب کرنے میں اور دوسری دوستوں اور خیر خواہوں کے سرفراز کرنے میں تیسری محتاجوں کی حاجت روا کرنے اور اون پر نوازش کرنے میں ان تین کے سوا کوئی لذت قابل اعتبار نہیں ہے اور یہ مضمون نظم کے پیرایہ میں بھی بیان کیا گیا ہے چنانچہ کہا ہے۔

ہمیں بس ز شاہی و فرماں دہی — کہ از دشمناں ملک سازد تہی
دوم دوستاں ابود دل نواز — رعایا کہ خود را شود کارساز
سوم حاجت مرد امیدوار — برآرد نگردد اندش شرمسار
بسے بادشاہاں گردن فراز — گذشتند ازیں کارگاہ مجاز
ازیشاں کسے گوئے دولت ربود — کہ دربند آسایش خلق بود

دوسرا مضمون

اس عنوان کا دوسرا مضمون یہ ہے کہ اس قائم مقامی کے لئے ایک عمدہ انتظام کی ضرورت ہے جس کو سیاست فاضلہ اور امامت کہتے ہیں اور سیاست فاضلہ وہ ہے کہ بندگان خدا کی دنیا اور آخرت کا عمدہ نظام مقرر کیا جائے تا اوسکی پابندی سے ہر شخص اپنے اپنے کمال اور اپنی اپنی سعادت کو پہنچے اور

سیاست فاضلہ

اس سیاست کی تکمیل حضرت شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی سے ہوتی ہے اس قسم کی سیاست قائم کرنے والے کو خلیفۃ اللہ اور ظل اللہ کہیں گے جنکی

انتظامی برکات تمام دنیا میں پھیلیں گی اور بنی آدم اور اُن کے علاوہ اور تمام کائنات
کے رگ وریشہ میں اس خلیفۃ اللہ کا سرِ جبّی نافذ ہو جائے گا **چونکہ** یہ قائم مقامی اور
اس کی سیاست فاضلہ خدا یتعالیٰ کا مقصود اصلی ہے لہذا وہ دامی ہوتی ہے **بخلاف**
اس کے سیاست ناقصہ جس کو تغلب کہتے ہیں ایک جابرانہ عارضی اور ہنگامی تسلط ہے
جو تھوڑی سی مدت میں تباہ اور برباد ہو جائےگا **کیونکہ** سیاست ناقصہ کی غرض یہی
ہوتی ہے کہ بندگان خدا سے جبریہ خدمت لی جائے اور اُن پر جابرانہ تحکم کیا جائے
اور خدا یتعالیٰ کے آباد ملک برباد کئے جائیں اور یہ مقصد الٰہی کے بالکل خلاف ہے لہذا
اسکو ہرگز قیام نہ ہوگا **اور اسکی** مثال ایسی ہوگی کہ جیسے منجمد برف کے پایہ پر بلند عمارت
قائم کی جائے **جب** دھوپ پڑے گی تو برف خواہ مخواہ پگھل جاوے گی اور اس کے
پگھلنے سے وہ عمارت ضرور گرجاوے گی اسی طرح جب عدالت الٰہی کی حرارت بادشاہ ظالم
کی بے ثبات بنیاد کو پگھلاوے گی تو بادشاہ ظالم کا استیصال ہو جائے گا **حاصل یہ**
کہ ظالمانہ حکومت کی نظر نہایت کوتاہ اور اس کا ظرف نہایت تنگ اور پست ہوتا ہے اور اصل
اس کے پیش نظر یہی ہوتا ہے کہ اِدھر اُدھر کے جابرانہ وصولات اور جا و بیجا ظالمانہ محاصل
سے حکومت کی تقویت و آرائش کی جائے **حالانکہ** یہ امر مقصد الٰہی کے بالکل خلاف
ہے مگر خدا یتعالیٰ کی حلیمانہ مہلت میں اس کو اس جبر و ظلم کی وسعت حاصل ہوتی
ہے جس کو وہ اپنی سلطنت سمجھ لیتا ہے حالانکہ وہ محض تنبیہ کی ایک تاخیری
مدت اور ظلم سے مراجعت کرنے کی ایک محدود مہلت ہوتی ہے جنکو شیطانی
دھوکہ سے وہ سلطنت سمجھ لیتا ہے اور اسی دھوکہ میں رہتا ہے یہاں تک کہ
مہلت کی مدت ختم ہو جاتی ہے اور ظالم کی گرفتاری کی نوبت آ پہنچتی ہے

اس تقریر پر حضرت اعلیٰ کی فراست ظالمانہ سلطنتوں کی آغاز اور ان کی دورانی حالت سے ان کی انجامی تمہید کی انتہا اور ... ان کی شدنی کے سلسلہ کا انجام فوراً معلوم کرلے گی جاننے والے تو اس محبت کے انجام سے بے خبر نہ تھے مگر نادانوں کے روبرو مہلت نہ تھی بلکہ ایک مستقل قوت و مکنت تھی جس کے ساتھ ان کی تمنائیں وابستہ ہو گئی تھیں جواب خاک میں ملنے کو ہیں وَلِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ اور ریاست عادلہ اور دولت فاضلہ نہایت سیر چشم اور عالی ظرف ہوتی ہے اور جسمانیات کے قعر سے اسکو روحانیات کے اوج پر ترقی ہوتی ہے لہذا پاک باطن اور صافی دل بزرگوں کی پناہ کو وہ اپنا قلعہ جانتی ہے اور اولیائے تاج بخش کی ہمت کو وہ اپنا عماد السلطنۃ سمجھتی ہے۔

بر درِ میکدہ رندان قلندر باشند ... کہ ستانند و دہند افسر شاہنشاہی
خشت زیر سر و بر تارک ہفت اختر پائے ... دست قدرت نگر و منصب جاجہاہی

لمؤلفہ

اے خدا دوہند خوشش بدار این دولت ... کز در دولت تو آمدہ آصف جاہی
آنکہ از درگہ تو یافت نظام این ارض ... بہ نظام علی بسپرد نظام شاہی
وانکہ و ہستی تو نیت منودہ عالم ... برضائے تو عطا کرد سکندر جاہی
نصرت دولت و فضلش زعطیات ویست ... ہم بہ محبوب علی داد ثریا جاہی
پس سرافراز منود از پس آن عثمان را ... و بدادش ظفر و خبرت و کار آگاہی
از در دولت خاصان خود این دولت را ... چو کرامت بنمودی و بدادی شاہی

ہر چند احقر شاعر نہیں ہے اور نہ اس سے اس کو مذاق ہے مگر خدمت سلطنت سے اس کو ایک خاص مذاق ہی لہذا جب اشعار مذکور الصدر کی نوبت پہنچی تو ان اشعار کو دیکھے ہوے اسکے باطن میں اپنی سلطنت کیلئے

پس بقائے ابدی نگر ہمتش فرمائی گز درِ دولت تو آمدہ آصف جاہی

ان اشعار کا مضمون نواب مغفرت مآب بانی دولت آصفیہ کی سترہ وصیتوں میں سے اس پانچویں وصیت پر مبنی ہے کہ جس میں نواب مغفرت مآب طاب ثراہ نے ظاہر فرمایا ہے کہ اس دولت کی بنیاد اور اس کا قیام بزرگوں کی برکات انفاس (یعنی ان کی ہمت اور دعا اور ان کی توجہ و تعلق) سے ہے چنانچہ اس وصیت مبارک کی عبارت یہ ہے:۔

پنجم آنکہ بنائے ایں دولت بہ میامن انفاس بزرگان است کہ بدول آں الشکر دعا بکار نمی آید مقدم بر سائر امور ریاست دانند الخ

یہ وصیت مع اور سولہ وصیتوں کے دولت آصفیہ کے لئے دستور العمل ہے اور بہت بڑی تحقیق و تدقیق اور توسیع و تفصیل کی طلبگار ہے۔

خلاصہ یہ کہ وہ (دولت فاضلہ) شدید القویٰ کے خالق و مالک قوی کی زبردست قوت اپنے ہمراہ رکھتی ہے اگر کسی مغرورہ جہت سے اس کو من اللہ

(بقیہ حاشیہ گذشتہ) ایک جوش اور ولولہ پیدا ہوا اور ان اشعار کیلئے اسکی طبیعت موزوں ہوئی جن میں دولت آصفیہ کے اہل اللہ ہونے کا (جو فی الحقیقت بخشش الٰہی ہے) بیان ہوا ہے اور اس وسیلہ قویہ کو پیش کرکے بارگاہ الٰہی میں اسکی بقائے ابدی کیلئے دعا کی ہے اور نیز ان اشعار میں اس دولت ابد مدت کی بنیاد سے لیکر اب تک ساتوں سلطنتوں کا مسلسل ذکر ہوا ہے جس سے اس سلطنت مبارک کی قدامت و پختگی ثابت ہوتی ہے اور اس قدامت سے آیندہ کے لئے اس کے قیام و استحکام اور اس کے ثبات و دوام کی بہت کچھ امید ہوتی ہے اور سات پشت کی فضیلت اور پختگی کی نسبت جو حدیث وارد ہوئی ہے وہ کتاب منتہی الکلام میں لکھی گئی ہے اور ان اشعار میں مضمون خاص کا زیادہ لحاظ تھا اور ضوابط شعریہ سے چنداں سروکار نہ تھا لہذا ضابطہ شعر کے خلاف ان اشعار میں کوئی بات دیکھی جاوے تو وہ قابل طعن و تعرض نہ ہوگی۔

مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّۃً کی مغرورانہ آواز آتی ہے تو وہ فوراً اَنَّ اللّٰہَ الَّذِیْ خَلَقَھُمْ ھُوَ اَشَدُّ مِنْھُمْ قُوَّۃً (ترجمہ اللہ تعالیٰ جس نے ان کو پیدا فرمایا ہے بے شک ان سے قوت میں بڑھا ہوا ہے) کے صیحۂ جلالیہ (یعنی مہیب آواز) سے اس کو زمین میں دھنسا دیتی ہے۔ ہمارے حضرت اعلیٰ کو خدائے تعالیٰ نے جس دولت عظمیٰ کا مالک بنایا ہے وہ دولت قدیم سے اسی روحانی تعلق کے اوج پر رہی ہے اور ہمیشہ اس دولت مبارک کی استعانت واستمداد و قوت الٰہیہ اور ولایت ربانیہ سے رہی ہے چنانچہ خود وصایائے آصف جاہی نے (جو دولت آصفیہ کے بانی ہیں اس روحانی استمداد کو اپنی دولت کی بنیاد قرار دی ہے۔

باب (۵۲)

دولت فاضلہ کی رُوحانی قوت میں

تیسرا مضمون

اور اس عنوان کا تیسرا مضمون یہ ہے کہ دولت فاضلہ کی روحانیت ہر قسم کی جسمانی حرص کو مغلوب کر دیتی ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ رعایا کے ساتھ اس کی معاشرت بالکل فرزندانہ محبت سے ہوتی ہے بخلاف اس کے دولت ناقصہ بالکل بندۂ نفس اور اسیر حرص ہوتی ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ رعایا کو اپنے غلاموں بلکہ چار پایوں کے برابر سمجھتی ہے اور چوتھا مضمون یہ ہے کہ جب دولت فاضلہ سراپا روحانی اور نورانی ہوتی ہے تو انتخاب در انتخاب کے بعد چار خصلتیں اس کے لئے ضروری ثابت ہوتی ہیں ایک تو بلند ہمتی

چوتھا مضمون

(جو اخلاق کی تہذیب و اصلاح سے حاصل ہوتی ہے) **دوسری** رائے صائب (جو جودت اور تجربہ سے حاصل ہوتی ہے **تیسری** قوت عزیمت یعنے عزم (جس پر استقلال اور ثابت قدمی کی وجہ سے قبضہ ہوتا ہے اور جس کو عزم الملوک یعنے شاہانہ عزم اور عزم الرجال یعنے مردانہ عزم کہتے ہیں یہی عزم تمام اخلاق فاضلہ کے حاصل کرنے کا اور سب کامیابیوں کا ذریعہ ہے **چوتھی** صبر یعنے سختیوں کی برداشت **پانچواں مضمون** یہ ہے کہ یعنے بادشاہ طبیب عالم ہے اور طبیب کے لئے ضرور ہے کہ مرض سے اور اس کے اسباب سے اور اس کے علاج سے واقف ہو لہذا بادشاہ کیلئے ضرور ہے کہ مملکت کے مرض کو اور اس کے علاج کو اچھی طرح جانے۔

پانچواں مضمون

باب (۵۳)

اس مضمون میں کہ مزاج تمدنی کا اعتدال چار طبقوں کے باہم مساوی رکھنے سے حاصل ہوتا ہے

چھٹا مضمون یہ ہے کہ مختلف طبقات اور مختلف گروہ کے باہمی اجتماع کو تمدن کہتے ہیں اس بنا پر جب ہر طبقہ کی حیثیت اور اس حیثیت کے آثار اپنے اپنے حدود پر قائم رہیں گے اور اس حیثیت کے مناسب اسکی قدر اور اس کے ساتھ معاملہ کیا جائے گا تو تمدن کا مزاج اعتدال پر قائم ہوگا۔ اور تمدن کے تمام کام انتظام کے ساتھ جاری رہیں گے اور جب اس اصول سے

مزاج تمدن کا اعتدال چھٹا مضمون انتظام

انحراف ہوگا تو خواہ مخواہ باہمی اختلاف پیدا ہوگا اور اس اختلاف سے فیمابینی الفت کا رابطہ ٹوٹ جائیگا اور تجربہ نے یہ بات ثابت کی ہے کہ جس دولت کے اراکین اور رعایا میں اتحاد رہا ہے اور ان کی باہمی معاشرت عادلانہ اور متفقانہ رہی ہے اس دولت کو روزافزوں ترقی اور وسعت حاصل ہوی ہے اور جب اون کے فیمابین ظلم و تعدی شائع ہوی ہے تو اس سے مزاج دولت کا اعتدال زائل ہوگیا اور دولت فنا ہوگئی ہے ساتواں مضمون یہ ہے کہ جس طرح مزاج طبعی کا اعتدال عناصر اربعہ کے باہم مساوی (یعنے اپنے اپنے مقداری حدود پر قائم) ہونے سے حاصل ہوتا ہے اسی طرح مزاج تمدنی کا اعتدال بھی چار طبقوں کے جنکی تصریح نقشہ ذیل میں ہے باہم مساوی رکھنے یعنے ہر ایک کو اس کی حد پر قائم رکھنے سے حاصل ہوگا ان چار طبقوں کی تفصیل نقشہ ذیل میں ہے۔

ساتواں مضمون مزاج تمدن کے زوال اعتدال کا سبب

طبقہ اہل علم	طبقہ اہل شمشیر	طبقہ اہل معاملہ	طبقہ اہل زراعت

منجملہ طبقات نقشہ بالا طبقہ اول یعنی طبقہ اہل علم سے علما، فقہا، قضات۔ اہل انشا۔ اہل حساب۔ اطبا۔ اہل نجوم۔ شعرا وغیرہ کا طبقہ مراد ہے جس سے دین و دنیا کا انتظام مربوط ہے اور یہ طبقہ ایسا ہے کہ جیسے عناصر میں پانی کا عنصر۔ اس لئے کہ جیسے پانی سے جسمانی حیات ہے ویسے ہی اس طبقہ سے روحانی حیات ہے اور طبقہ دوم یعنے طبقہ اہل شمشیر سے بہادروں اور غازیوں اور قلعہ جات و سرحدات کے محافظوں کا طبقہ

مراد ہے جن سے ملک کے دشمنوں اور باغیوں کا استیصال ہوتا ہے اور یہ طبقہ مثل عنصر آتش ہے کیونکہ فنا کرنے میں اُن کی شمشیر آتش کا کام دیتی ہے اور طبقہ سوم یعنے طبقہ اہل معاملہ سے تاجر اور مختلف پیشے والے مراد ہیں جن کے ذریعہ معیشت کا انتظام ہوتا ہے اور ایک مقام کی خاص خاص چیزوں سے دوسرے دور دور کے مقام والے (جن کے مقام میں وہ چیزیں نہیں ہوتیں) فائدہ اٹھاتے ہیں اور یہ طبقہ مثل عنصر ہے کیونکہ اُس کے ذریعہ ایک مقام کے تحایف دوسرے مقام میں پہنچتے ہیں اور طبقہ چہارم یعنے طبقہ اہل زراعت سے کاشتکار اور زمیندار وغیرہ مراد ہیں جن کے سبب سے مختلف غذائیں انسان کو پہنچتی ہیں اور یہ طبقہ مثل عنصر خاک ہے اسلئے کہ مثل خاک اس طبقہ کے استقرار سے انسانی زندگی کا استقرار ہوتا ہے اور جیسے کہ زمین انسان کی پرورش وراحت کا ایک گہوارہ ہے اسی طرح یہ طبقہ بھی انسانی پرورش کا ذریعہ ہے اور جیسے کہ چار عنصر میں سے کوئی ایک عنصر اپنے معینہ مرتبہ سے بڑھ جاتا ہے تو مزاج کا اعتدال زائل ہو جاتا ہے ویسے ہی ان چار طبقوں سے کوئی ایک طبقہ اپنی حد سے بڑھ کر تین طبقوں پر تعدی کرتا ہے تو اس سے مزاج تمدن کے اعتدال میں خلل آجاتا ہے

باب (۵۴)

آٹھواں مضمون یہ ہے کہ طبقات کی یہ مذکورہ تفریق تصنفی طور پر ہے مگر جب اُن کی تقسیم وصفی حیثیت سے کیجاتی ہے تو اُن کے پانچ طبقے ہوتے ہیں پہلا طبقہ وہ ہے کہ یہ لوگ سراپا خیر ہی خیر

ہوتے ہیں اور اپنی ذاتی خوبی کے علاوہ اُن کی خیر سے دوسرے بھی حظ اٹھاتے ہیں یہ طبقہ علمائے شریعت اور مشائخ طریقت اور عارفان حقیقت کا ہی حکمانے کہا ہے کہ یہ طبقہ بادشاہی مصاحبت اور سلطانی تقرب کے قابل ہے اور اس لایق ہے کہ اس کو دوسرے طبقات کی نگرانی دی جائے اور عقلی اصول اور پختہ تجربہ نے یہ بات ثابت کی ہے کہ جب تک اہل علم کو سلطنت کا تقرب حاصل رہے گا اس وقت تک سلطنت روزافزوں ترقی پر رہے گی دوسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے کہ جو اپنی ذات سے تو نیک ہوتے ہیں مگر انکی خیر صرف اُن کی ذات پر منحصر ہوتی ہے دوسرے اُس سے نفع نہیں اٹھاتے جیسے عابد وزاہد یہ طبقہ کامل ہے مگر مکمل نہیں اس لئے پہلے طبقہ سے (جو کامل ومکمل ہے) اس کا درجہ کم ہے سلطنت کو چاہیئے کہ اس (دوسرے) طبقہ کی بھی عظمت اور قدر کرے اور کافی مقدار میں اُن کے ماہوارات اور انکے روزینے جاری رکھے تیسرا طبقہ اُن لوگوں کا ہے کہ جو اہل خیر بھی نہیں ہیں اور اہل شر بھی نہیں اس طبقہ کو اپنے امن کے سایہ میں محفوظ رکھنا چاہیئے تا وہ بُری استعداد پیدا نہ کریں اور حتی الوسع خیر پر قائم رہیں۔

چوتھا طبقہ اُن لوگوں کا ہے کہ جو خود اپنی ذات سے تو شریر ہوتے ہیں مگر اُن کا شر دوسروں تک نہیں پہنچتا اس (چوتھے) طبقہ کو زجر و توبیخ کرنی چاہیئے اور زیر وعظ ونصیحت سے اُن کی ہدایت کرنی چاہیئے۔

پانچواں طبقہ اُن لوگوں کا ہے کہ جنکی ذاتی بُرائی کے علاوہ اُن کا شر

دوسروں تک پہنچتا ہے۔ تمام طبقات (پنجگانہ) میں یہ (پانچواں) طبقہ نہایت خسیس اور خبیث طبقہ ہے جب تک اس پانچویں طبقہ کی اصلاح کی امید ہو اس وقت تک حضرت سلطان کو اس طبقہ کی اصلاح کی طرف توجہ رکھنی چاہیے اور جب اون کی اصلاح سے مایوسی ہو مگر اون کا شر (از روئے وقوع خارجی) عام نہ ہوگیا ہو تو بادشاہ عالی جاہ اپنی نگرانی کے ساتھ بالفعل اون کے انتظام کو آئندہ پر محول رکھیں۔ اور اگر اون کا شر (از روئے وقوع خارجی عام ہوگیا ہو تو اوس وقت وہ چھوڑنے کے قابل نہیں ہوتے بلکہ حسب مناسب وہ حبس یا قید۔ یا اخراج کی سزا کے قابل ہوتے ہیں نواں مضمون یہ ہے کہ ہر طبقہ کو برابر اوس کی حد پر قائم رکھنے اور اوس کے مناسب اوس کی عظمت کرنے کے بعد اون کی عطیات اور اون کے خاص خاص اکرام اور اونکی حفاظت میں بھی مساوات کرنی چاہیے یعنے ہر شخص کے لئے اوس کے استحقاق کے موافق ان امور کی مراعات ومدارات کرنی چاہیے نہ استحقاق سے بڑھانا چاہیے نہ گھٹانا چاہیے۔ دسواں مضمون یہ ہے کہ انسداد ظلم کے لئے ہر قسم کے ظلم کی سزائیں مرتب کرنی چاہئیں اور اس کے موافق سزا دینی چاہیے۔ اور بجز حدود شرعیہ کے اون جرائم کی سزائیں جن کے لئے شرع نے کوئی حد مقرر نہیں فرمائی ہے۔ بادشاہ کی رائے پر چھوڑی گئی ہیں لہذا شرعی اصول کی بنیاد اون کی تعداد اور مقدار معین کرنی چاہیے اور اوس میں بھی مساوات کا ضرور لحاظ رکھنا چاہیے یعنی ہر ایک جداگانہ ظلم کے لئے جو سزا مناسب ہے نہ اوس سے سزا گھٹانی چاہیے نہ بڑھانی چاہیے۔

نواں مضمون

دسواں مضمون

گیارہواں مضمون نہایت اہم ہے اور وہ یہ ہے کہ تمدنی امور کا واقعی انتظام جب ہی ہو گا کہ بادشاہ عالی جاہ بلا واسطہ خود اپنی ذات عالی صفات سے رعایا کی احوال پرسی کریں اور بقدر استحقاق ہر ایک کو عطیات اور اکرامات سے سرفراز فرمایں لہذا ضرور ہے کہ رعایا اور دادخواہوں کی رسائی بلا واسطہ راست حضرت سلطان تک ہوا کرے ۔ اگر کسی مصلحت سے ہر وقت ایسی رسائی ممکن نہ ہو تو کم از کم اتنا ضرور ہونا چاہیے کہ ہفتہ میں خاص ایک روز اون کی رسائی کے لئے معین فرمایا جائے تا وہ بذات خود پیشگاہ اعلیٰ میں اوس روز اپنے استغاثہ اور اپنی حاجات عرض کیا کریں چنانچہ عجم کے بادشاہوں نے بارعام کے لئے ایک دن مقرر کر رکھا تھا اور اسی طرح ابتدا میں فرعون نے بھی (باوجود کافر ہونے کے) دادخواہوں اور حاجتمندوں کو اپنے پاس آنے کی عام اجازت دے رکھی تھی مگر آخر میں انھوں نے بارعام اور کرم عام کی سابقہ روش کو بدل دیا جس کا انجام یہ ہوا کہ رود نیل میں غرق کیا گیا اور ہمارے پاس اسلام میں تو اس امر کی خاص تاکید ہے ۔ چنانچہ امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب کسی کو کسی ملک کی حکومت دیتے تو اوس سے یہ شرط لیتے کہ وہ حاجتمندوں کے لئے اپنا دروازہ ہمیشہ کھلا رکھے اس مضمون کو دعاگو نے کتاب قوانین الانتظام لممالک النظام میں تفصیل سے لکھا ہے ۔

بارھواں نہایت اہم مضمون

باب ۵۵

عدل کی بنیاد دس قاعدوں پر ہوئیں

بارھواں مضمون بھی نہایت اہم ہے وہ یہ کہ عدل کی بنیاد دس قاعدوں
پر ہے پہلا قاعدہ یہ ہے کہ جو مقدمہ پیش ہو بادشاہ عالی جاہ اوس مقدمہ
میں یہ ٹھہرالیں کہ گویا خود رعیت ہیں اور بادشاہ دوسرا شخص ہے اور اوس کے
بعد اپنی نفس کی طرف رجوع فرمائیں اور غور کریں کہ کس بات کو وہ اپنے حق
میں ناپسند کرتی ہے جس بات کو وہ اپنے لئے ناپسند کرے۔ حکم کے وقت
رعیت کے لئے بھی اوس بات کو پسند نہ کریں۔
دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ حاجت مندوں کے انتظار کو گوارا نہ کریں اور اوس کے
خطر سے بہت ہی خوف فرمائیں ارسطو نے سکندر کو کہا کہ اگر آپ اپنے حق میں
خدائے تعالیٰ کی اعانت چاہتے ہیں تو حاجت مندوں اور دادخواہوں کی حاجت
روائی اور دادرسی میں سرعت کیجئے تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ اپنے تمام اوقات نفسانی
خواہشات میں نہ لگائیں کیونکہ یہی نفسانی خواہشات میں وقت ضائع کرنا
ملک کے فساد اور اوس کی تباہی کا بڑا سبب ہے چوتھا قاعدہ یہ ہے کہ تمام
کاموں کی بنیاد نرمی اور مدارات پر رکھیں نہ قہر اور سختی پر پانچواں قاعدہ
یہ ہے کہ مخلوق کی خوشنودی سے (یعنے اون کے خوش رکھنے سے) خدایتعالیٰ
کی خوشنودی کا خواستگار ہو چھٹا قاعدہ یہ ہے کہ جہاں خدائے تعالیٰ کی مخالفت
ہوتی ہے وہاں مخلوق کی رضامندی کا ہرگز خیال نہ کرے بلکہ سب سے پہلے خدائے تعالیٰ
کی رضامندی پیش نظر رکھے۔ چاہے (خدایتعالیٰ کی رضامندی مقدم رکھنے
میں) کسی کی خوشنودی ہو یا ناخوشی۔ ساتواں قاعدہ یہ ہے کہ جب رعایا
بادشاہ سے کسی امر میں فیصلہ اور حکم چاہے تو اوس وقت عدل سے حکم صادر

فرمائیں۔ اور جب رحم کی خواستگار ہو تو معافی سے اون کو خوش کریں کیونکہ مخلوق پر رحم کرنے سے خدائے تعالیٰ رحم فرماتا ہے چنانچہ حدیث صحیح مین وارد ہوئی ہے الراحمون یرحمھم الرحمٰن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء آٹھواں قاعدہ یہ ہے کہ حق گویوں کو اپنا مصاحب بنائیں اور اون کی نصیحتوں سے کشیدہ خاطر نہ ہوں نواں قاعدہ یہ ہے کہ ہر شخص کو اوس کے استحقاق کے مرتبہ میں رکھیں یعنے اوس کے استحقاق سے اوسکو نہ بڑھائیں دسواں قاعدہ نہایت ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ صرف اسی پر اکتفا نہ کریں کہ اپنی ذات سے کسی پر ظلم نہ ہو بلکہ علاوہ اس کے اس امر کا بھی پورا انتظام رکھیں کہ اہل فوج اور اہلکار اور رعایا کو آپس میں ایک دوسرے پر ظلم کرنے کی مجال نہ ہو کیونکہ جو ظلم اور جو بے انتظامی جو تکلیف بادشاہ کی عدم نگرانی کی وجہ سے ملک میں واقع ہوگی قیامت میں اوس کی باز پرس ازروے حدیث بادشاہ سے ہوگی

خلفائے امویہ میں امیر المومنین عمر بن عبد العزیز نہایت عادل اور مقدس خلیفہ ہوے ہیں چنانچہ اون کے اسی عدل و تقدس کے وجہہ سے اون کو خامس الخلفا کہتے ہیں جب انھوں نے انتقال فرمایا تو کسی نے خواب میں دیکھا

ترجمہ۔ جو مخلوق پر رحم کرنے والے ہیں اون پر حضرت رحمان تعالیٰ شانہٗ رحم فرماتے ہیں۔ رحم کرو اون پر جو زمین میں ہیں (تو) رحم فرمائیگا تم پر (اے زمین والوں پر رحم کرنے والو) وہ ذات پاک جو آسمان میں ہے (یعنے خدائے تعالےٰ جو تمام مخلوقات سے ہر طرح بلند اور برتر ہے

آٹھواں قاعدہ

نواں قاعدہ

اور اون کی احوال پرسی کی تو فرمایا کہ ایک سال عتاب الٰہی کے حجاب میں رکھا گیا اور اس (عتاب) کی وجہ یہ تھی کہ ایک پُل میں تھوڑا سا سوراخ پڑگیا تھا اور کسی بکری کا پاؤں اس سوراخ میں جاکر زخمی ہوگیا تھا تو اوس پر مجھے یہ عتاب ہوا کہ جب مخلوق کا انتظام تمھارے ذمہ تھا تو کیا وجہ کہ تم اس میں غفلت اور سستی کرو جس کے سبب سے کسی ایک مخلوق کو کچھ تکلیف پہونچے۔

اس بنا پر ضرور ہے کہ رعیت کے باہمی معاملات کی اصلاح و تہذیب میں نہایت مستعدی اور بیدار مغزی سے کوشش فرمائیں تا وہ ایک دوسرے پر ظلم و ستم نہ کریں بلکہ باہم برادرانہ اتحاد کے ساتھ معاشرت کریں۔

باب (۵۶)

جس میں خفیہ احوال معلوم کرنیکے اصول ہیں

تیرھواں مضمون

تیرھواں مضمون مختصر مگر نہایت پر مغز و پر معنی ہے وہ یہ کہ جیسے بدن کا قیام طبیعت سے اور طبیعت کا قیام نفس سے۔ اور نفس کا قیام عقل سے ہے ویسے ہی شہر کا قیام بادشاہ کی ذات مبارک سے اور بادشاہ کا قیام سیاست سے اور سیاست کا قیام حکمت سے ہے اور حکمت عین شریعت ہے۔ اس سلسلہ سے شہر کا قیام شرعی انتظام سے ہوتا ہے انتظام ملکی میں شریعت کی ضرورت کو فلسفیوں نے بھی مان لیا ہے چنانچہ افلاطون نے کہا ہے احفظ الناموس یحفظك (یعنی شریعت کو نافذ کرو تا وہ تمھارے اخلاق اور

اور تمہاری تدبیر منزل اور تمہارے تمدن اور تمہارے ملک کی حفاظت کرے۔

چودھواں مضمون

چودھواں مضمون یہ ہے کہ صرف عادلانہ انتظام پر ہی حصر نہ فرمائیں بلکہ عدل و انصاف کے ساتھ اپنے فضل و احسان سے بھی رعایا کی سرفرازی فرمائیں کیونکہ تمام خصائل حمیدہ میں فضل و احسان کے برابر کوئی خصلت نہیں ہے مگر جیسے عدل میں استحقاق کی مقدار کا لحاظ کیا گیا تھا ویسے ہی فضل میں بھی مقدار استحقاق کی رعایت کرنی چاہیے اور بڑا لحاظ اس امر کا رکھنا چاہیے کہ فضل و احسان ہیبت اور شوکت کے ساتھ ہو ورنہ تحت والوں میں طمع پیدا ہو جائے گی اور بادشاہی احسان کے روبرو ادب قائم نہ رکھیں گے اور کتنا ہی اون کے ساتھ احسان کیا جائے اون کی طمع فرو نہ ہوگی۔

پندرھواں مضمون

پندرھواں مضمون یہ ہے کہ ارسطو نے سکندر کو یہ نصیحت کی کہ مظلوموں کے حق میں اپنی ہیبت اس قدر نہ بڑھائے کہ جس سے اون کو اپنے استغاثہ کی جرأت نہ ہو بلکہ اون کے حق میں ایک اعتدالی مقدار پر اپنی ہیبت قائم رکھے تا وہ دل کھول کر اپنی حاجت عرض کر سکیں۔ بخلاف اس کے نوجیوں اور سرکشوں کے حق میں اپنی ہیبت کو بڑھائے تا اس ہیبت سے اون کو ظلم و تعدی کی جرأت نہ ہو سکے

سولھواں مضمون

سولھواں مضمون یہ ہے کہ اپنے راز پوشیدہ رکھیں اور مخالفوں کے احوال معلوم کرنے میں کبھی غفلت نہ کریں اور اون کے احوال معلوم کرنے کے لئے صیغہ خفیہ کا تقرر فرمائیں اور مخالفوں کے ظاہری احوال سے اون کے باطنی احوال کا پتہ لگائیں اور مخالفوں کے خفیہ احوال اور پوشیدہ مقاصد معلوم کرنے کا ایک بڑا اصول یہ قائم کیا گیا ہے کہ مخالفوں

کے اون حواشی سے جو کم عقل ہوں اور اون کے احوال دریافت کئے جائیں اور اوس کا دوسرا اصول یہ ہے کہ ہر شخص گفتگو کا طریقہ جاری رکھے اس اصول کی بنیاد یہ ہے کہ ہر شخص کے لئے ضرور ایسا دوست ہوتا ہے کہ جس سے اوس کو بہت انست ہوتی ہے اور اس انست کی وجہ سے اپنے راز اوس پر ظاہر کرتا ہے لہذا ہر شخص سے گفتگو کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ اون تمام اشخاص میں ایسا شخص بھی (جو مخالف کا دوست ہو) مل جائے گا اور چونکہ ہر وقت انسان باخبر نہیں رہتا بلکہ بسا اوقات وہ انجان رہتا ہے اور خصوصاً جب کسی امر میں (جن میں سے ایک امر باہمی گفتگو بھی ہے) اوس کی مشغولیت ہو یا کسی جانب اوس کی توجہ ہو تو اوس وقت اکثر واغلب اسکو رازداری کا خیال نہیں رہتا اس لئے بے خبری سے اثنائے گفتگو میں اس راز کا اظہار ہو جاتا ہے سترھواں مضمون یہ ہے کہ حضرت سلطان تین باتیں ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھیں ایک تو خزانہ اور اپنے اضلاع وصوبہ جات کی آبادی دوسری رعیت پر شفقت تیسری یہ کہ بڑے بڑے کام (جنمیں عقل وفراست کی ضرورت ہے) کم درجہ کے چھوٹے چھوٹے لوگوں کو (جو عقل سے محروم ہوں) نہ دئے جائیں۔

باب (۵۷)

جسمیں بادشاہ کے ساتھ عقیدتمندی رکھنے کا بیان ہی

یہاں تک چوتھے عنوان کے مضامین ختم ہوے اب اوس کے بعد

پانچویں عنوان کی نوبت ہے اور وہ عنوان بادشاہی خدمت کے آداب و قواعد کا ہے اس عنوان کا پہلا مضمون یہ ہے کہ بادشاہ کے ساتھ عام رعایا کی عقیدتمندانہ معاشرت یوں ہونی چاہئے کہ اپنے دل اور اپنی زبان۔ اور اپنے اعضاء ان سب کو وہ حضرت سلطان سے وابستہ کردیں یعنے دل سے ان کے ساتھ محبت رکھیں اور زبان سے اونکی تعریف کریں اور اعضائے اون کی خدمت واطاعت کے لئے دوڑیں اور خوشی سے اون کے حقوق (جیسے محاصل) وغیرہ ادا کریں۔ اور اون کی تعظیم وتکریم کا کوئی دقیقہ نہ چھوڑیں اور ضرورت کے وقت اپنی جان ومال کو اون کے لئے فدا کردیں کیونکہ دین ودنیا کی اور بال بچوں کی حفاظت اون کے وجود گرامی سے متعلق ہے۔

دوسرا مضمون یہ ہے کہ جو لوگ خاص طور پر خدمت شاہی سے ممتاز وسرفراز ہیں اون کو چاہئے کہ حضور شاہی میں نہایت مودب اور محتاط رہیں اور کبھی قربت شاہی کے غرہ پر جرات نہ کریں کیونکہ بادشاہی مصاحبت کو شیر کی مصاحبت سے تشبیہ دی ہے اور سچ تو یہ ہے کہ حضرات سلاطین کی خدمت وملازمت کے آداب وقواعد کا لحاظ ایک نہایت دشوار امر ہے اور ہر کس وناکس کو ان آداب وقواعد کی ریاضت نصیب نہیں ہوتی اسی بنا پر طریقت کے بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ جس نے سلاطین کی خدمت نہ کی ہو اور اون سے تعلق نہ رکھا ہو تو اوس سے طریقت کا سلوک ومجاہدہ نہ ہوسکے گا اس لئے کہ سلطان ظل اللہ ہیں جب ظل اللہ کی مجلس خاص کے آداب وقواعد کی بجا آوری ہو تو وہ نفس کی ریاضت اور رسوم طریقت کی رعایت کا

سبب ہوگی. کیونکہ اس (مجلس خاص کے قرب و اطاعت) کی حلاوت اوس کو قرب الٰہی کی حلاوت کی طرف ترقی دیگی - اس نکتہ میں مخالفان حکومت کے لئے بہت بڑی ہدایت ہے اس پر بھی اگر وہ اپنی ضلالت اور ضالت کو نہ چھوڑیں تو فیا حسرتا علیہم -

تیسرا مضمون یہ کہ جب تقرب سلطانی سے سرفرازی حاصل ہو تو اس طرح حاضر باش رہیں کہ جس وقت طلبی ہو فوراً حاضر ہو جائیں اور جو امر حضرت سلطان سے صادر ہو خلوص سے اوس کی تعریف کریں نہ نفاق سے اور منجملہ مقربین جن کو نصیحت سلطانی کا مرتبہ حاصل ہو اون کو چاہئے کہ وہ نہایت ادب کے ساتھ پیشگاہ سلطانی میں نصیحت عرض کریں -

چوتھا مضمون یہ ہے کہ وزیر اور مشیر پر لازم ہے کہ اگر احیاناً بوجہہ بشریت کوئی امر خلاف مصلحت بادشاہ عالی جاہ سے صادر ہو جائے تو پہلے اوس امر میں بادشاہ کے ساتھ موافقت کریں اس لئے کہ فوری اور لفظی رد بادشاہی شان کے خلاف ہے اور نیز اندیشہ ہے کہ ناگوار طبع لطیف ہو لہذا تامل کرکے بتدریج و ملایمت اوس خلاف مصلحت امر کو اون کی خاطر مبارک سے دور کردیں اور راون کے اسرار ظاہر نہ کریں اور اسرار چھپانے کا ملکہ اس طریقہ سے حاصل ہوتا ہے کہ بادشاہوں کے ظاہری احوال بھی (جن سے سب کوئی واقف ہوتے ہیں) اپنی زبان پر نہ لائیں - اس طریقہ سے اون پر بادشاہی راز کا مخفی رکھنا آسان ہو جائے گا اور دوسرا بڑا فائدہ اس عادت کا یہ ہے کہ از روے اصول عالم کے امور باہم ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہیں تو اب اس اصول

کی رو سے اَلظَّاہِرُ عُنْوَانُ الْبَاطِنِ کا اصول قائم ہوتا ہے اور احوال ظاہری کو احوال باطنی کے ساتھ ربط ہوتا ہے یعنے ظاہری احوال سے باطنی احوال کا پتہ لگتا ہے بناءً علیہ جب وزیر ومشیر کی یہ عادت استوار ہو جائے گی کہ وہ بادشاہ کے ظاہری احوال بھی ہرگز کسی سے بیان نہیں کرتا ہے تو پھر لوگوں پر بادشاہ کے باطنی احوال معلوم کرنے کا راستہ بند ہو جائگا اور اگر کسی وقت کسی نادان سے بادشاہی راز کا اظہار ہو جائے تو اوس وقت یہ (وزیر ومشیر) اپنی عادت کی وجہ سے کسی کے پاس افشائے راز سے متہم ہونے کے قابل نہ ٹھہرے گا۔

باب (۵۸)

اوسی (ساتویں سبق کے) مضمون میں

پانچواں مضمون یہ ہے کہ حضرت سلطان کی پیشگاہ میں یہاں تک اپنی عقیدت وخلوص کا اظہار کرے کہ **صرف** حضرت اعلیٰ کے ایک اشارہ پر وہ اپنا تمام مال اور ذخیرہ بندگانعالی پر نثار کرنے کو تیار ہے اور بادشاہی خصوصیات میں (خواہ وہ کسی قسم کے ہوں) ہرگز شرکت نہ کرے (یعنی اس خصوصیت شاہی کے اختیار کرنے سے اجتناب کرے) اور چھوٹے سے چھوٹے امر میں بھی اپنا استغنا کا اظہار نہ کرے بلکہ ایسے (چھوٹے) امور میں بھی بادشاہ سے اپنی احتیاج متعلق رکھے اور ہر حال میں احکام شاہی پر راضی رکھنے کو اپنا شعار بنا رکھے پانچواں مضمون

حضرت سلیمان علیہ السلام کے صحیفہ میں لکھا ہے کہ خود حضرت سلیمان علیہ السلام نے

اپنے نفس کو مخاطب کرکے فرمایا کہ اے نفس بادشاہوں کے ساتھ معمولی طور پر برتاؤ نہ کر اور اون کی بات کو مان لے۔ چھٹا مضمون یہ ہے کہ ابن المقفع کے آداب میں لکھا ہے کہ اگر سلطان تجھ کو بھائی کہے تو تو اون کو خداوند کہہ ؎

شاہ اگر لطف بعید دراند	بندہ باید کہ قدر خود داند

اور جس قدر تجھ کو اون کے ساتھ زیادہ قدرت حاصل ہو اوتنی ہی اونکی تعظیم زیادہ کر اور کبھی یہ نہ کہہ کہ میرا آپ پر حق ہے یا میری کوئی سابقہ خدمت ہے بلکہ موجودہ خدمتوں سے پہلے کے حقوق تازہ رکھ اور مسلسل طور پر خدمت کیے جا کیونکہ بادشاہ بلکہ اون کے علاوہ اور لوگ بھی اس گزشتہ حق کو جو مسلسل نہ چلا آئے بھول جاتے ہیں ساتواں مضمون یہ ہے کہ وزارت سے بڑھ کر کوئی عہدہ خطرناک نہیں ہے اور مثل امانت و دیانت وزیر کا کوئی رفیق و معاون نہیں چونکہ خاص اس عنوان کے مضمون پر دعاگو نے ایک مفصل و مستقل کتاب معہ مقدمہ مسمّٰی بہ منتہی الکلام فی اطاعتہ حضرت النظام (جو پیشگاہ اعلی کی قبولیت سے مشرف ہو چکی ہے) لکھی ہے لہذا اس عنوان کو انھیں مضامین پر مختصر کرتا ہے

باب (۵۹)

صداقت یعنے خالص دوستی اور مصاحب عقیدتمند کی آزمائش کے طریقوں میں

تکملہ

چھٹا عنوان صداقت یعنے خالص دوستی کی فضیلت کا اور ایسی خالص (دوستی) رکھنے والوں کے ساتھ معاشرت کرنے

چھٹا مضمون
ساتواں مضمون
پہلا عنوان ساتواں

کے آداب و قواعد کا ہے۔

اس عنوان کا پہلا مضمون یہ ہے کہ صداقت محبت کا انتہائی مرتبہ ہے لہذا صداقت سے بہت بڑی اعانت کی امید ہے اور گزشتہ تقریروں سے معلوم ہو چکا کہ بجز باہمی اعانت کے تکمیل انسانی ممکن نہیں بناءً علیہ تمدن کے حق میں صداقت نہایت مفید و بکار آمد چیز ہے دوسرا مضمون یہ ہے کہ حضرت سلطان کو صدیق (یعنی خالص اور عقیدتمند مصاحب) کی سخت ضرورت ہے اس لئے کہ حضرت سلطان کے واسطے اس امر کی سخت ضرورت ہی کہ وہ ملک کے جزئی اور کلی سب امور سے واقف رہیں اور صرف دو آنکھیں ایک دل اور ایک زبان اس واقفیت کے حاصل کرنے کا کوئی نہیں ہیں بلکہ جب خلوص عقیدت سے دوسرے خالص عقیدتمندوں کی آنکھیں اور اون کے کان اور دل اور زبان بادشاہ کے ملک اور قبضہ میں آئیں تو اس وقت ان تمام آنکھوں سے ملک کی جزئیات وکلیات کو ملاحظہ فرمائیں گے اور ان سب کانوں سے مختلف باتیں سماعت فرمائیں گے اور ان سب زبانوں سے مختلف احوال کی خبر دینگے اور امور مملکت کا انتظام آسان ہوگا تیسرا مضمون یہ ہے کہ صدیق کے امتحان کے لئے اوس (صدیق) کا امتحان ضروری ہے اور اس امتحان کے متعدد طریقے ہیں پہلا طریقہ یہ کہ لڑکپن میں ماں باپ کے ساتھ اوس کے سلوک کا جو حال تھا اوس کی تحقیق فرمائی جائے اگر معلوم ہوا کہ ماں باپ کے ساتھ اوس کا سلوک ٹھیک نہ تھا تو وہ ہرگز مصاحب اور رازدار بنانے کے قابل نہیں کیونکہ جس نے ماں باپ کے حقوق کا لحاظ نہ رکھا ہو اوس سے دوسروں کے حق میں

عنوان سادس کا پہلا مضمون

دوسرا مضمون

تیسرا مضمون۔

کب بہتری کی امید ہوسکتی ہے اس دریافت مذکور کے بعد اس امر کی تحقیق فرمائی جائے کہ دوستوں کے ساتھ اوس کی معاشرت کیسی رہی ہے اور یہ اس امتحان کا دوسرا طریقہ ہے اگر دوستوں کے ساتھ اوس کی معاشرت اچھی رہی ہو تو بہتر ورنہ وہ قابل مصاحبت نہیں اور اوس کے بعد یہ دریافت فرمایا جائے کہ اپنے محسنوں کا وہ شکر گزار رہا ہے یا نہیں اور یہ اس امتحان کا تیسرا طریقہ ہے اگر ثابت ہوا کہ وہ اپنے محسنوں کا اور اپنے آقایان نعمت کا شکر گزار نہیں تھا تو وہ کبھی دوستی کے قابل نہیں ہوسکتا کیونکہ ناشکری اور احسان فراموشی سے بڑھ کر کوئی بری خصلت نہیں اور شکر گزاری سے صرف یہی مراد نہیں ہے کہ اوس احسان و انعام کا عیوض کیا جائے کیونکہ ممکن ہے کہ افلاس و ناداری کی وجہ سے اس کا عوض نہ ہوسکے بلکہ شکر گزاری سے مراد یہ ہے کہ دل سے اپنے محسن کی محبت رکھے اور زبان سے اوس کی تعریف کرے اور اگر اس کے ساتھ هل جزاء الاحسان الا الاحسان کے ایمانی اصول کے موافق اپنے محسن کے حق میں سلوک و مدارات کرنے پر قادر ہے تو اس میں بھی کوتاہی نہ کرے اور ان سب امتحانات کے بعد چوتھا امتحان اوس کی حرص و عدم حرص کا ہے اگر امتحان کے بعد وہ حریص ثابت ہو تو اس صورت میں بھی وہ دوستی اور مصاحبت کے قابل نہیں اور پانچواں امتحان اوس کی رفعت پسندی اور جاہ طلبی کا ہے اگر اس کا میلان رفعت اور تغلب کی طرف ہو تو اس صورت میں بھی وہ مصاحبت کے لئے مقبول نہیں ہوسکتا اس لئے کہ جب اوس کو اپنی رفعت کی خواہش ہوگی تو اوس کا مطالبہ

اپنے استحقاق سے زیادہ ہوگا اور وہ (مطالبہ زائد از استحقاق) قابل منظوری ہو گا لہذا آخر الامر ایسے شخص کی دوستی قائم نہ رہے گی اور چھٹا امتحان یہ ہو کہ عیش و عشرت اور گانا بجانا اور شکیل و جمیل عورتوں کی رغبت اوس کو اپنے حقیقی دوستوں کی رعایت سے باز رکھتی ہے تو وہ بھی دوستی کے قابل نہیں ہوسکتا اگر ان تمام امتحانات میں وہ پورا اُتر گیا تو اوس کو مصاحب فاضل اور جاں نثار کامل جاننا چاہیے۔

باب (۶۰)

متعدد مضامین میں

چوتھا مضمون یہ ہے کہ جب ایسا خالص اور فاضل مصاحب تقرب سلطانی سے ممتاز ہو تو بادشاہانہ ہمت سے اوس کے حقوق ادا فرمائے جائیں اور اوسکی باریابی میں ہمیشہ خوشی ظاہر فرمائی جائے اور اوس کی ہمت افزائی اور اوس کی عقیدت بڑھانے کے لئے اوس کی نسبت اپنی محبت و عنایت کا اظہار فرماتے رہیں۔ اور اوس کے چھوٹے عیوب اور جزئی تقصیرات کا چنداں خیال نہ فرمایا جائے بلکہ اون سے چشم پوشی فرمائی جائے اس لئے کہ باقتضائے بشریت کوئی شخص ایسی تقصیرات و عیوب سے خالی نہیں ہوتا بناء علیہ اگر صرف ایسی چھوٹی چھوٹی تقصیرات کی کھوج کی جائے تو محققین نے فرمایا ہے کہ اس (کھوج) کا نتیجہ بجز اس کے اور کچھ نہیں ہوتا کہ انسان ہمیشہ تنہا اور رنجیدہ اور متوحش رہے اور کبھی مصاحبت و انست کے فوائد سے محظوظ نہ ہو اور بجائے اس کے کہ

ایسے جزئی عیوب اپنے رنج اٹھانے اور اپنے دوست خالص کو علیحدہ کرنے کا سبب ہوں وہ خود اپنی تسلی کا سبب ہوتے ہیں کیونکہ جب اپنی بشریت کی طرف توجہ کیجاتی ہے تو اپنی بشریت بھی ان جزئی (عیوب سے) خالی نہیں پائی جاتی۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ جزئی عیوب بشریت کے مقتضی ہیں۔ لہذا اپنے نفس کو ایسی تقصیرات میں خواہ مخواہ معذور ٹھیرانا پڑے گا اور اس کے ساتھ فوراً دوسروں کی جزئی تقصیرات کی نسبت بھی یہی خیال ہوگا جس سے نفس کو تسلی حاصل ہوگی اور اپنی خاص خاص نعمتوں میں اپنے دوست خالص کو بھی شرکت عطا فرمائیں پانچواں مضمون یہ ہے کہ جب دوست خالص سے کسی قسم کی ملالت کا احساس کریں تو اوس ملالت سے غفلت نہ کریں بلکہ قبل اس کے کہ اس کا ملال زیادہ ہو کر محبت کے زائل ہونے کی نوبت پہنچے اپنی جانب سے محبت اور توجہ میں اور زیادتی کریں تا اس ملال کی کیفیت پر اس محبت زائد کا غلبہ ہو جائے اور بلا واسطہ فوراً خلوص کے ساتھ مادہ کدورت کا استفسار کریں جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس خلوص اور راستی کی برکت سے بالکل صفائی ہو جائے گی اور جب دوست خالص سے کسی عیب کا مشاہدہ کریں تو اوسی وقت صاف طور پر اوس عیب کی وجہ سے اوسکی ملامت نہ کریں بلکہ بموافقت کے ساتھ اوس عیب سے حکیمانہ اشارہ کے ذریعہ اوس کو آگاہ کریں اور اگر اوس کے عیب سے بالکل چشم پوشی اور سکوت اختیار کیا جائے گا تو وہ محبتانہ دیانت کے خلاف ہوگا اور حکیمانہ اشارہ کی مثال یہ ہے کہ پہلے صرف کسی قصہ یا مثال سے (جو اوس کے عیب سے مطابق ہو) اس کے خیال کو اس عیب کی اصلاح کی طرف متوجہ کریں اور جب

یہ موثر نہ ہو تو کنایتاً اوس عیب کو بیان کریں اور اگر اس سے بھی اثر نہ ہو تو تنہائی میں عمدہ تمہید سے اوس کی تصریح کریں اور دوسروں کے روبرو ہر چند وہ اوس کے دوست کیوں نہ ہوں۔ ہرگز اس کے عیب کا اظہار نہ کریں۔

باب (۶۱)

معاشرت عام کے بیان میں

تمدن کا ساتواں عنوان معاشرت عام ہے اس عنوان کا پہلا مضمون یہ ہے کہ جب آدمی دوسروں کے مقابل اپنے حال کا موازنہ کرتا ہے تو اوس میں تین صورتیں قائم ہوتی ہیں پہلی یہ کہ اپنے سے مرتبہ میں زیادہ ہو دوسری یہ کہ اپنے برابر ہو تیسری یہ کہ اپنے سے کم ہو۔

دوسرا مضمون یہ ہے کہ جو لوگ مرتبہ میں اپنے سے زیادہ ہوں اون کے ساتھ معاشرت کرنے کا بیان عنوان پنجم میں گزر چکا اور جو لوگ اپنے برابر ہوں انکی معاشرت تین قسم پر ہے پہلی قسم دوستوں کے ساتھ معاشرت کرنی دوسری قسم دشمنوں کے ساتھ معاشرت کرنی تیسری قسم اون لوگوں کے ساتھ معاشرت کرنی کہ جو دشمن بھی نہ ہوں اور دوست بھی نہ ہوں اور دوستوں کی بھی دو قسمیں ہیں ایک تو حقیقی دوست اور ایک غیر حقیقی حقیقی دوستوں کے ساتھ معاشرت کرنے کا طریقہ تو چھٹے عنوان میں معلوم ہو چکا اب رہے غیر حقیقی دوست تو اگر تکلف سے انہوں نے اپنے آپ کو حقیقی دوستوں کے مشابہ بنایا ہو تو حتی الامکان

تمدن کا ساتواں عنوان — اس عنوان کا پہلا مضمون — دوسرا مضمون

اون کے ساتھ نرمی کی جائے اور اون کو سمجھا لیا جائے اور اون کے دل پھیرنے
کی کوشش کی جائے عجب نہیں کہ اس کوشش سے وہ حقیقی دوست بنجائیں
اگر اپنے راز اور اپنے مقاصد اور اپنے اموال اور اپنے عیوب اون سے پوشیدہ
رکھیں اور جب ازروئے حکمت اون کے ساتھ نرمی کرنی اور اون کی دوستی
زیادہ کرنے کی تدبیر کرنی مناسب ہے تو پھر تقصیر پر اون کا مواخذہ کرنا مناسب نہیں
بلکہ اس صورت میں اون کی بے بنیاد دوستی بجائے مستحکم ہونے کے زائل ہوجائیگی
اور دشمنوں کی بھی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ جو نزدیک ہیں اور دوسری
وہ جو دور ہیں۔ اور پھر ان دونوں قسموں میں سے بھی ہر ایک کی دو قسمیں ہیں۔
یعنے جو نزدیک کا دشمن ہوگا وہ یا تو ظاہری دشمن ہوگا یا پوشیدہ دشمن
اور اسی طرح جو دور کا دشمن ہوگا اوس کی بھی دو قسمیں ہوں گی اور اہل کینہ کا
شمار دشمنان ظاہر میں ہوا ہے اور اہل حسد کا حساب دشمنان مخفی میں ہے۔
خلاصہ یہ کہ نزدیک کے دشمنوں سے بہت احتیاط کرنی چاہئے کیونکہ وہ تمام
اندرونی احوال سے واقف ہوتے ہیں جس کی وجہ سے اونکی دشمنانہ تدبیر سہل
اور کارگر ہوتی ہے منجملہ ان احتیاطی ابواب کے ایک یہ ہے کہ اپنے کھانے پینے
اور آنے جانے میں ایسے نزدیک کے دشمن سے غافل نہ رہیں اور عام دشمنوں
کے ساتھ معاملہ کرنے کا عمدہ اصول یہ ہے کہ جہاں تک ہوسکے ہمدردی اور مہربانی
کے برتاؤ سے اُن کے دلی بغض کو دور کرے اور اگر اون کے دلی بغض دور ہونے
سے مایوسی ہو تو ظاہری نرمی کے برتاؤ کو تو کبھی نہ چھوڑے اس لئے کہ حکمت کی
روسے دشمنی کا اظہار بالکل نامناسب سمجھا گیا ہے اور یہ اس اصول پر مبنی ہے کہ

عام دشمنوں کے ساتھ معاملہ کرنے کا عمدہ اصول

خیر کے ذریعہ سے شر کا استیصال خیر ہے اور شر کے ذریعہ سے شر کو دفع کرنا شر ہے اور دشمنوں کے احمقانہ برتاؤ کا خیال نہ کریں اور تحمل و مدارات کا لباس پہنے رہیں اور خصومت و نزاع سے احتراز کریں حکیموں کا یہ نہایت پختہ اور اصولی قول ہے کہ عمر عزیز کا درجہ اس امر سے بہت اونچا ہے کہ دشمنوں کے معاوضہ کی تدبیریں وہ صرف کی جائے اوس کے کام تو بہت اونچے اونچے اور بڑے بڑے ہیں اور دشمنوں کے معاوضہ کی مصروفیت ایک بے ہنگام اور حقیر چیز ہے جب آدمی عداوت کا اظہار کرکے عداوتانہ مناقشات میں مصروف ہوجاتا ہے تو رات دن رنج و غم میں مبتلا رہتا ہے اور اس ابتلا سے کمالات مطلوبہ کی تحصیل اس پر دشوار ہوجاتی ہے لہذا مہذب اور شائستہ لوگ اظہار عداوت کو ہرگز پسند نہیں کرتے اور بڑی بات یہ ہے کہ دشمنوں کے احوال کی تجسس کرتے رہیں اور اون کے احوال سے واقف ہونے کے لئے کوشش بلیغ کریں اور جب اون کے احوال اور عیوب معلوم ہوں تو اون احوال کو پوشیدہ رکھیں اور ہرگز ظاہر نہ کریں اس پوشیدہ رکھنے کے چار فائدے ہیں ایک تو یہ کہ اپنے نفس میں استقلال اور پختگی کا ملکہ پیدا ہوگا اور تحمل کی عادت ہوگی اور ظاہر و باطن میں آثار وقار نمودار ہوں گے۔

(100)

حصہ اول ختم شد

(شروع حصہ دوم باب (۱۶۲) سے آغاز ہوتا ہے)

از جانب سید غلام صمدانی

مولانا مولوی حبیب احمد صاحب برزنجی کے علمی تقدس اور ناصح قوم اور خیر خواہ سلطنت ہونے
سے ایک منتخب فرد ہیں۔ اُن کے علم و تقدس اور انکی قومی نصیحت اور انکی خیر خواہی
مالک کا ثبوت خود ان کی تالیفات مندرجہ ذیل سے ہوتا ہے :۔

مقدمہ کتاب قوانین الانتظام لممالک النظام (۲) کتاب قوانین الانتظام لممالک النظام۔
مقدمہ کتاب منتہی الکلام فی اطاعۃ حضرت النظام (۴) کتاب منتہی الکلام فی اطاعۃ حضرت النظام
رسالہ البیان والتبیان لقوۃ اہل الایمان (۶) رسالہ الحلیۃ العلمیہ و الزینۃ الایمانیہ للنذر الحضرۃ العثمانیہ۔
کتاب اعظم الاخلاق
رسالہ اشرف المضمون من مقدمہ ابن خلدون (۹) رسالہ تلخیص تبرک الملوک لنذر افضل الملوک
رسالہ وقایۃ الرحمن لنذر حضرت العثمان (۱۱) کتاب استغفارات آصفیہ معہ مقدمہ
رسالہ البشارت من الرحمان لحضرۃ العثمان (۱۳) رسالہ الکفایۃ من الشد لظل الالٰہ
کتاب یکفی الواعون فی منع الفرار عن الطاعون و حمیہ (۱۵) کتاب حجۃ البالغہ علی من اعکس الحکمۃ البالغہ

تاریخ آصفیہ کے سلسلۂ تالیفات میں یہ اول نمبر اور اعلیٰ پیمانہ کی تالیفات ہیں۔
کتب مندرجہ بالا میں سے نمبر ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۶ جملہ چھ کتابیں پیشگاہ اقدس و اعلیٰ کی شرف
سے مشرف ہو چکے ہیں۔ اور چونکہ شریعت طریقت فلسفہ ان تینوں کی رو سے انسانی اصلاح
طریقے ہیں پہلا تہذیب اخلاق کا طریقہ دوسرا تدبیر منزل کا طریقہ تیسرا تمدن کا طریقہ۔
مذکورہ تینوں طریقوں کے انسان اپنے کمال مطلوب کو نہیں پہنچ سکتا دین و دنیا کا قیام انھیں
سے ہے اور یہ تینوں خاص فطرت انسانی کے علوم ہیں اور انسانی فضیلت کا اظہار اور انسان
انھیں مذکورہ تین علم سے ہوتی ہے لہذا حبیب صاحب معزز نے کتاب نمبر ۷ یعنے اعظم الاخلاق
کر کے شہزادہ اعظم نواب میر حمایت علیخاں بہادر المخاطب باعظم جاہ بہادر اطال اللہ عمرہ کے اسم گرامی سے
اور معنون کیا چنانچہ آپ کی کتاب اعظم الاخلاق کو بارگاہ سلطانی سے شرف پسندیدگی حاصل ہوا
المنجاب و لیعہد بہادر المخاطب باعظم جاہ بہادر اطال اللہ عمرہ کے نام نامی سے معنون کرنے کی اجازت بھی
ہے۔ کتاب اعظم الاخلاق تہذیب الاخلاق تدبیر منزل اور تمدن کے نہایت اعلیٰ اور
مضامین کو ہے اور فی الحقیقت یہ کتاب اسم بامسمیٰ ہے کیونکہ [illegible] اسلامی اخلاق کی

پوری حمایت اور سلطنت کی کامل خدمت ہے۔ ضرورت سخت ضرورت تھی کہ پھر ایک دفعہ دنیا
خصوصاً ناواقف مسلمانوں اور اجنبی تمدن کے شیدائیوں کو اسلامی معاشرت اور تمدن کے
پاکیزہ اصول سے آگاہ کیا جائے اتحاد و معاونت باہمی کے فوائد تبلائے جائیں سلطان و
کی عظمت و خلوص و محبت کے برکات و ثمرات عام و خاص کے ذہن نشین کرائے جائیں رعایا اور
کے مخصوص تعلقات و روابط کی زنجیر مضبوط کی جائے۔ رعیت میں تابعداری اور اطاعت گذاری
استعداد پیدا کی جائے امن سوز و بے تکی آزادی کے سیلاب کو پُر زور طریقے سے روکا جائے
بحمد للہ قابل و لائق مصنف نے یہ نادر کتابیں تالیف فرما کر اس ضرورت کو پورا کر دیا
یہ کتاب مقدمہ اور چہار باب پر مشتمل ہے باب اول میں سرکار عالی کی صحت جسمانی و قوت روحانی کی
ترقی کے ظاہری اور باطنی اسباب نہایت لطیف پیرائے میں تحریر ہوئے ہیں باب دوم قدرتی اور
تفریحات و تفرجات و ما یتعلق بہا کا مذکور ہے جن سے فہم میں جولانی و قوی جسمانی و روحانی میں کمال
ترقی ہوتی ہے تیسرے باب میں وہ تدابیر اور اصول تبلائے گئے ہیں جن سے رعایا اور بادشاہ وقت کے درمیان
اتحاد و رشتہ خلوص محبت مستحکم ہوتا اور رعیت کے دل میں اطاعت گزاری عقیدتمندی کا مادہ پیدا ہوتا ہے چوتھے
باب میں تجربہ بڑھانے اور حالات و کوائف عالم پر مطلع ہونے کے اصول لکھے گئے ہیں۔
دوسری کتاب بمعہ مقدمہ یعنی تیسری نمبر و چوتھے نمبر اسم بامسمی منتہی الکلام فی اطاعت حضرت الامام ہے جس
حکومت کی وسعت و ترقی کا بالکل مہیا مادہ ہے صرف انتظار اس مادہ کو قوت سے فعلیت کی طرف لانے کا ہے اور جس
اعلیحضرت کی اطاعت اور انکے احکامات و انتظامات کے روبرو مودب ہونے اور سر تسلیم خم رکھنے کی نسبت قوم اور رعایا
ایسی ہدایت ہے کہ جس سے بڑھکر اس بارہ میں کوئی ہدایت نہیں ہوسکتی۔ گویا مولف نے رعایا کو اپنے شاہ عالیجاہ سے
کرنے کیلئے غیبی مدارس میں علم بیان کا سبق پڑھا اور اس علم کی وہاں سے سند حاصل کرکے یہ کتاب لکھی اس کا
خاص اور اس کی جدید روش مولف کی نسبت یہ غیبی امداد اور غیبی تعلیم ہونی ظاہر کر رہی ہے میری رائے میں جو ذیل اشا
کتاب ہذا کے موید و متقاضی ہیں (۱) اسکے اکثر صفحات سلطان وقت کی تعریف اور خیر خواہی سے مملو ہیں (۲) امن و سکون کی
وحمایت کرتی ہے (۳) اسلامی تمدن کو زندہ کرتی اور اسکے پاکیزہ اصولوں پر حاوی ہے (۴) رعیت اور بادشاہ کے درمیان الفت
و اتحاد کو مضبوط کرتی ہے (۵) نامی گرامی فضلائے ہند و دکن نے اسکی توثیق و توصیف فرمائی ہے
چونکہ میں دل و جان اس مبارک حکومت کے سچے ہوا خواہوں و جان نثاروں اور نمک خواروں میں شامل ہونے کا فخر رکھتا ہوں اور یہ ہندا حب قوم
اور یہ عزیز و نفیس چیز ایک لحظہ بھی اخفا نہیں ہو سکتی لہذا مجھے بغیر اسکے کہ حبیب صاحب معز کو اور انکے قابل قدر کاموں کو اور انکی اعلیٰ
تالیفات کو ظاہر کروں چین نہ ہوا اس بنا پر مختصر طور پر انکی مشغولیت و مصروفیت اور انکے بالکل تیار شدہ تالیفات لکھدیں تاکہ قومی اور ملکی
بھائی ان سے واقف اور انسے مستفید و مستفیض ہونے کیلئے مستعد ہو جائیں اور دل و جان انکی اشاعت کیلئے بارگاہ الٰہی سے التجا کرتے رہیں فقط
راقم۔ سید غلام صمدانی ملازم دفتر تعمیرات